نعتیہ

دیباچے

۲

ریاض مجید

نعتیہ دیباچے

ریاض مجید

اردو تنقید بالخصوص نعتیہ تنقید سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ خبر خوش کن ہوگی کہ اردو کے نامور شاعر اور معروف محقق و ناقد ڈاکٹر ریاض مجید کے نعتیہ دیباچے تین جلدوں میں نعت اکادمی فیصل آباد سے شائع ہو گئے ہیں۔

گزشتہ تین دہائیوں سے زائد عرصے میں لکھے گئے یہ نعتیہ دیباچے نعت شناسی کے سفر میں ڈاکٹر ریاض مجید کی گراں قدر خدمات کی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اردو میں دیباچہ نگاری کی اپنی ایک روایت ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید کے دیباچے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس روایت کے نہ صرف مثبت پہلو ان کے ہاں نمایاں ہیں بلکہ اپنی تخلیقی استعداد اور گہری بصیرت سے کام لیتے ہوئے انھوں نے دیباچہ نگاری کی روایت میں قابل قدر اضافہ بھی کیا ہے۔ ان کے دیباچوں کی اشاعت سے اردو نعت کے تنقیدی سرمائے کی ثروت مندی نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے۔ اصل میں انھوں نے اپنے دیباچوں صرف تحسینی رویہ اختیار نہیں کیا ہے بلکہ وہ زیر مطالعہ نگارشات میں زبان و اسلوب کی چمک اور موضوع کی وسعت و گہرائی اور تخلیق کار کی فکری و فنی ہنر مندی کے پہلوؤں کا بہ نگاہ غائر جائزہ لیتے اور تعبیر و محاکمہ ضروری سمجھتے ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ ان کے ہاں قدیم و جدید تنقیدی تناظر اور اختصاصی جہات کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ تحریریں باضابطہ تنقیدی فکر و نظر کی حامل دکھائی دیتی ہیں اس لیے یہ بات ذمہ داری سے کہی جا سکتی ہے کہ ان مضامین کی اشاعت نے نعت شناسی کے باب میں مطالعات و تجزیات کے میدان کو وسیع تر کر دیا ہے۔

صبیح رحمانی

نعتیہ

دیباچے

۲

ریاض مجید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

نعتیہ دیباچے

(۲)

ریاض مجید

نعت اکادمی

سلسلہ اشاعت: 97
تاریخ اشاعت: 30 جون 2020
قیمت: =/300 روپے

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں:

اشاعت/حقوق: ریاض مجید
کمپوزنگ: مبشرہ فریاد
تزئین: علی حسن زیدی
سرورق: علی
بائنڈنگ: احسان الحق سیالوی 0302-6600656
مطبع: زیدی لیزر پرنٹنگ، فیصل آباد 0300-6619124
اہتمام: نعت اکادمی
پوسٹ بکس نمبر 25 فیصل آباد

☆

انتساب

محترم حافظ محمد افضل فقیرؒ کے نام

ترتیب

1)۔ زبورنعت: ابوالامتیاز ع س مسلم 09
2)۔ کاروانِ حرم: ابوالامتیاز ع س مُسلم 23
3)۔ پہلا مرحلۂ شوق: واجد امیر 29
4)۔ نعت گوئی کا رنگِ دِگر: حافظ مظہر الدین 35
5)۔ سخن سخن خوشبو: نازش قادری 39
6)۔ رحمت سرِ رحمت: بشیر رزمی 43
7)۔ محراب نعت: خورشید بیگ میلسوی 71
8)۔ لالۂ صحرائی کی نعت گوئی 81
9)۔ خلدِ طیبہ: انجم تابانی 91
10)۔ مطافِ حرف: مقصود علی شاہ 105
11)۔ محراب نعت: خورشید بیگ میلسوی 115
12)۔ مینارۂ رنگ و نور: نصیر احمؔر 125
13)۔ طیبہ لے چلو! اخلاق گیلانی 131

14)۔ توصیف پیمبر: علی رضا 139

15)۔ ذکرِ خیر الانامؐ: سیّد عبداللہ شاہ مظہرؔ 147

16)۔ دستِ طلب: سیّد خواجہ قطب الدین فریدی 149

17)۔ مجلسی اندازِ نعت اور شبیر حسین ساجد کی نعت گوئی 153

18)۔ معجزہ معجزات سے پہلے: اعجاز فیروز اعجاز 165

19)۔ سدرہ سے آگے: غلام فریدؔ نقشبندی (مریدِ اقبال) 177

20)۔ خیالِ طیبہ: سید محمد ضیا محیّ الدین گیلانی 187

21)۔ قمر حجازی کی نعتیہ شاعری 193

22)۔ مدحتِ آقا کے پھول: اعظم سہیل ہارون 200

❖……❖……❖……❖

زبورِ نعت: ابوالامتیاز ع س مسلم

نعت رسول اکرم ﷺ کے باب میں ابوالامتیاز ع س مسلمؔ کا انفرادی رنگ اُن کے علمی اندازِ نعت سے صورت پذیر ہوتا ہے عربی فارسی اور پھر اردو نعت گوئی کئی اسالیب سے عبارت ہے یہ اسالیب نعت نگاروں کے اپنے مزاج' ان کے فقہی مسالک اور معاصر مذہبی رجحانات سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگرچہ نعت کا مرکزی ومحوری موضوع حضور اکرم ﷺ کی مدح' ان کے اوصافِ حمیدہ' خصائل وشمائلِ مبارک' تعلیمات' معجزات' غزوات اور سیرتِ طیبہ کے تذکار پر مشتمل ہے اپنے اپنے طور پر شعرائے کرام نے اپنی نعت نگاری میں مختلف سیرتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کا انتخاب کیا ہے، مگر اسلوب کا فرق بنظرِ غائر مطالعہ سے نمایاں ہوجاتا ہے۔ یوں اردو نعت کے ایک ہی موضوع کے بیان میں طرزِ اظہار کے سبب تنوع پیدا ہوگیا ہے۔ اسالیب کا یہی تنوع نعت کی جان ہے کہ بقول مولانا حالؔی:

نیا ہے لیجئے جب نام ان کا
بڑی وسعت ہے میری داستاں میں

نعتِ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں وسعتِ اظہار اسی رنگا رنگی کی عطا ہے۔ اسالیبِ نعت کے مطالعات میں محبت کی اظہار، سیرت کے تذکار، مقصدی، تاریخی، توصیفی اور علمی انداز سے نعت نگاروں کے نعتیہ رجحان کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ بعض نعت نگاروں کے ہاں توصیفی اندازِ نعت نمایاں ہے، اس اندازِ نعت میں آپؐ کی سیرتِ مبارکہ کی صفت ثنا اور آپؐ کے جمالِ ظاہری وباطنی کی مدح کا رجحان غالب ہوتا ہے، جب کہ تاریخی اندازِ نعت میں آپؐ کی مدح کے ساتھ ساتھ آپؐ کے زمانے

میں عرب کی عمومی حالت کا ذِکر، معاشرت وتمدن کا احوال، اشاعتِ اسلام کے سلسلے میں غزوات وفتوحات کا تذکرہ؛ اور اسالیب کے مطالعہ میں محبت کا اظہار، سیرت کا تذکار اور تاریخِ اسلام کے دوسرے اہم واقعات وشخصیات کا بیان نمایاں ہوتا ہے۔

نعت گوئی کا ایک اسلوب عشقیہ اندازِ نعت سے عبارت ہے ۔ اِس میں آنحضرتؐ کی محبت کے والہانہ تجربات وواردات کا جذبہ غالب رہتا ہے نعت کا یہ انداز جذب وشوق اور کیف و مستی کے بیان سے عبارت ہے۔

مقصدی اندازِ نعت میں دینِ اسلام کی سر بلندی اور تبلیغ واشاعت کو آپؐ کی مدح اور سیرت سے آمیز کر کے بیان کیا جاتا ہے۔ مختلف زمانوں کے نعت گو شاعروں نے اپنے اپنے زمانے کی ضروریات اور درپیش مسائل کے مطابق سیرت طیبہ کے مضامین کو اپنے نعتیہ کلام موضوع بنایا ہے ۔ یوں نعت کے دائرے میں کسی نہ کسی مِلّی، معاشرتی، آفاقی اور ذاتی مقاصد کو ہمیشہ سے شامل کیا جاتا رہا۔ نعت میں اِستمداد واستغاثہ کا رنگ بھی معاشرت اور زمانے ہی کی عطا ہے اس اندازِ نعت میں حضورِ اکرمؐ کی جناب میں اپنے حالات اور درپیش مسائل، مصائب وآلام اور مشکلات کا اِظہار کر کے ان سے مدد طلب کی جاتی ہے ۔ دفعِ مشکلات، شفائے امراض، حصولِ مقاصد اور مصائب ومسائل سے نجات حاصل کرنے کے لئے سید کونینؐ کے حضور ہر دَور کے شعرائے نعت نے اپنی عرضداشت پیش کی ہے۔

برصغیر پاک وہند میں ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد ہندی مسلمانوں کی زوال آمادہ حالت پر مولانا حالی کی مشہور نظم ''عرضِ حال بہ جنابِ سرورِ کائناتؐ'' اردو نعتیہ شاعری کا مشہور استغاثہ ہے جس کا مطلع ہے:

اے خاصۂ خاصانِ رُسُل وقتِ دعا ہے
امّت یہ تیری آ کے عجیب وقت پڑا ہے

اِسی طرح طرابلس کی جنگ پر علامہ اقبال کا مختصر مگر موثر اِستغاثہ بہ عنوان ''حضور

رسالت مآبؐ میں‘‘ میں بھی قابلِ ذکر ہے۔

نعت کا ایک اسلوب صلوٰۃ وسلام سے بھی عبارت ہے اس انداز نعت میں حضور اکرم علیہ وسلّم پر درود وسلام کا والہانہ اظہار کیا جاتا ہے آپ کی بارگاہِ عالیہ میں درود وسلام پیش کرنے کے لئے شعرائے کرام نے نئے نئے اسلوب وضع کئے ہیں۔ اس اندازِ نعت کے مصرع کا آغاز یا اختتام بالعموم سلام یا درود کے لفظ پر ہوتا ہے۔

نعتِ رسول اکرمؐ کا ایک انداز خالصتاً علمی نوعیت کا ہے۔ اِس اندازِ نعت میں بحیثیتِ مجموعی وہ تمام اسالیب شامل ہوتے ہیں جن کا ذکر پہلے کیا گیا ہے، مگر یہ سارے اسالیب اور موضوعات ایک علمی انداز میں ترتیب پذیر ہوتے ہیں۔ ذاتِ رسالت مآبؐ کا گہرا شعور، آپ کی ذاتِ عالیہ کے بارے میں بات کرتے ہوئے آداب واحترام کے تقاضوں کا خیال، اِس اندازِ نعت کے بنیادی اوصاف میں شامل ہے، اِس کے ساتھ اس اندازِ نعت کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ بیان میں بہر حال حقیقت کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ اِس میں شاعر کی کوشش ہوتی ہے جو بات کی جائے وہ مذہبی، تاریخی اور واقعاتی صداقت پر مشتمل ہو۔ اس اندازِ نعت میں عقیدت کا بھرپور اظہار کرتے ہوئے عقیدہ کو پورے احترام کے ساتھ پیشِ نظر رکھا جاتا ہے اور اس کی ہلکی سی ہلکی فرع یا جزئیات کو بھی نظر انداز یا مجروح نہیں ہونے دیا جاتا۔

اردو کے نعتیہ ادب کی تاریخ شاعروں کی بڑی تعداد بحمد اللہ نعت گوئی میں ذاتِ رسالت مآب کے احترام و آداب اور دینِ اسلام کے شعائر کے اظہار میں اِن نفاستوں، باریکیوں اور جزئیات کا خیال رکھتی رہی ہے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن یہ بھی ایک افسوس ناک حقیقت ہے کہ عوامی لب ولہجہ کی حامل کئی نعتوں میں اِن نفاستوں اور تقاضوں کو پوری طرح پیشِ نظر نہیں رکھا جاتا ہے، اور یوں کئی نعتیہ اشعار افراط وتفریط کا شکار ہوگئی ہے۔

علمی اندازِ نعت، سیرت کی نفاستوں، باریکیوں، شرعی تقاضوں اور حوالہ جاتی لوازمات ترتیب پاتا ہے۔ ابوالامتیاز ع س مسلم کی نعت گوئی معاصر نعتیہ منظر نامے میں اِس اسلوب کی نہ

صرف آئینہ دار بلکہ نمائندہ ہے۔ حضورِ اکرمؐ کی سیرت بیان کرتے ہوئے اور اُن سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے وہ حقیقت پسندی اور آداب و احترام کے ان تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہیں جو علمی اندازِ نعت کے لئے ضروری ہے۔ الفاظ کے تلفّظات، اِملا کی باریکیوں اور مصرعوں میں تراکیب کی دروبست سے لے کر مضامین کے انتخاب اور اُن کی پیشکش تک کے سبھی مراحل میں وہ علمی احتیاط اور ماہرانہ ریاضت سے کام لیتے نظر آتے ہیں۔

’’زبورِ نعت‘‘ ان کی اردو نعت گوئی کے بڑے حصے پر مشتمل ہے۔ اس مجموعۂ نعت کے علاوہ درود و سلام اور منظوم سفر نامۂ حجاز بعنوان ’’کاروانِ حرم‘‘ کے مجموعوں میں اُن کے نعتیہ جذبات و احساسات کا بیان گزشتہ دہائیوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اس حوالے سے مختلف اہلِ علم اور ناقدین و شعرائے نعت نے اُن پر اپنے تاثرات کا اظہار بھی کیا ہے۔ حال ہیں میں ع س مسلم کی حیات و خدماتِ ادب کے موضوع پر بھارت کی یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کی سطح کا تنقیدی و تحقیقی کام بھی ہوا ہے، جس میں دوسرے اُمور کے ساتھ اُن کی نعت گوئی پر بھی سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔

مصر کی سب سے دوسری بڑی یونیورسٹی ’’جامعہ عین شمس‘‘ نے ’’کاروانِ حرم‘‘ کے عربی ترجمے اور امتیازی تحقیقی و تنقیدی کام پر **ماجستیر** کی ڈگری (جو پاکستان کی پی ایچ، ڈی کے مترادف ہے) ’’جامعہ الازہر‘‘ میں، اسی سطح پر اُن کے مجموعے ’’حمد و نعت‘‘ پر اسی نوعیت کا کام ہو رہا ہے۔ ’’کاروانِ حرم‘‘ کا انگریزی ترجمہ "Road To Haram" بھی حال ہی میں اشاعت پذیر ہوا ہے۔

ان کے مجموعۂ حمد ’’حمد باری تعالیٰ‘‘ کے ساتھ ہی ’’زبورِ نعت‘‘ کی ترتیب و اشاعت حمد و نعت کے باب میں اُن کی غیر متزلزل وابستگی اور ذاتِ رسالت مآبؐ سے گہری عقیدت و احترام کی عکاس ہے۔ یہ مجموعۂ نعت مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے معاصر مجموعہ ہائے نعت میں منفرد حیثیت کا حامل ہے۔

ع س مسلم کا حوالہ جاتی نظام

وہ خوبی جو ع س مسلم کو دوسرے نعت نگاروں سے ممیّز اور ممتاز کرتی ہے وہ ان کی نعت کا علمی انداز اور اُس کی پیش کش میں مسبوط حوالہ جاتی نظام ہے۔ اُن کے حمد و نعت کے اثاثے کی اشاعت اِس قرینے سے ہوئی ہے کہ قاری کو اس اہتمام پر حیرت ہوتی ہے۔ آج کل جامعات کی سطح پر جو تنقیدی اور تحقیقی مقالہ جات لکھے جاتے ہیں اُن میں بھی حوالوں کا اتنا مضبوط سلیقہ نہیں ملتا جو مسلم صاحب کے ہاں معمول کا رویّہ بن گیا ہے۔ مَیں نے غالباً اُن کی حمد نگاری پر اپنے تأثرات دیتے ہوئے اِس سلیقہ اور التزام کا بطور خاص ذکر کیا تھا۔ وہ اس باب میں 'اَحوَط' ہیں۔ قرآن کریم اور احادیثِ رسول اکرمؐ کا لفظی ہی نہیں معنوی تعلق بھی جہاں کہیں ان کے شعروں میں ظاہر ہُوا ہے۔ انہوں نے اُس کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اُن کے حوالے جداگانہ طور پر بھی مطالعہ کے لائق ہیں۔ اُن سے قاری کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے بعض جگہوں پر یہ حوالے تعلیقات بن گئے ہیں، اور متعلقہ خیال کے پورا سیاق وسباق اور شانِ نزول کو احسن طریقے سے ظاہر کرتے ہیں۔ قرآنی آیات کے تراجم بھی لائقِ ذکر اور قابلِ تحسین ہیں کہ اُس سے قاری نعت کے فکری مآخذات کے پورے مفہوم تک پہنچ جاتا ہے۔

حوالوں کے بارے میں یہ احتیاط سرسری انداز کا کام نہیں، نہ اِس کو وقتی اور عارضی رویّے کا عکاس کہا جا سکتا ہے۔ مسلم صاحب کے ہاں یہ اندازِ حوالہ جات اُن کا ایک مستقل رویّہ اور عادت بن گئی ہے۔ یہ اُن کے تخلیقی اندازِ شعر گوئی کے ساتھ ساتھ ایک تحقیقی اُسلوبِ ذہنی کی بھی آئینہ دار ہے۔ یہ رَوَیّہ اُن کی تخلیقی حیات اور شعری صلاحیت کا فطری حصہ ہے جو اُن کے مسودوں سے لے کر اُن کی مطبوعہ کتب تک میں جھلکتا نظر آتا ہے، اور جس پر وہ اپنے کمپوزر یا طابع سے کبھی سمجھوتہ نہیں کرتے۔ اِس امر کی نشاندہی کی ضرورت اِس لئے محسوس ہوئی کہ عربی فارسی الفاظ اور قرآنی آیات کے تلفظ، غزل، نظم اور دیگر اصناف کی ہیت' مواد اور مصرعوں کی سیٹنگ' پیج فارمیٹنگ' حواشی اور حوالہ جات کے لئے فانٹ سائز' نظموں کے عنوان اور حوالہ جاتی نمبروں کے نشانات

وغیرہ‘ ہر جگہ ان کا ذوق جمال اور التزام نمایاں ہیں۔

نعت رسول اکرمؐ کے حوالے سے بقول عرفی:

عرفی مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحراست
آہستہ کہ دم برسرِ تیغ است قدم را

مسلم صاحب کی خواہش ہوتی ہے کہ اپنے ذوق وِلا کے اظہار میں غایت درجے کی احتیاط کو ملحوظ رکھا جائے۔ ذاتِ رسالت مآبؐ سے اظہارِ محبت کے بھی اپنے جداگانہ تقاضے ہیں۔ سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ محبت وعقیدت کے بیان کی کسی بھی سطح پر آپؐ کے منصبِ گرامی‘ پیغامِ نبوت اور حقیقت پسندی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔

سیرت کے واقعات کا بیان ہو یا آپ سے محبت کے اظہار کا، آپؐ کے مقام ومرتبہ کے شعور کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا جائے۔ کوئی بات خلافِ واقعہ نہ کہی جائے اور جو کیا جائے اس میں ذات رسالت مآبؐ کے احترام کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔ ع س مسلم کی تصانیف میں حوالہ جات کا یہ منضبط اِلتزام اور قرینہ اسی سبب سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اسلامی معاشرے میں جاری وساری روایات اور اَقدار کے حوالے سے بعض سامنے کی باتوں کے حوالوں کی نشاندہی بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ ’’زَبورِ نعت‘‘ اِس نسبت سے اردو نعتیہ مجموعوں میں منفرد اور ممتاز حیثیت رکھتا ہے

اَسمائُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اسی مجموعہ میں محبت وآداب کے بیان اور حضور اکرمؐ کی سیرت وسوانح کے مختلف واقعات، متعلقات، اخلاق وپیغام، فیوض وبرکات کے اظہار کے ذیل میں اَسمائے رسولِ مقبولؐ کا ایک بڑا ذخیرہ بھی تخلیق ہو گیا ہے جو بذاتِ خود ایک جداگانہ مطالعہ کا متقاضی ہے۔ یہ سرمایہ لُغوی، فکری اور معنوی طور پر اتنا اہم ہے کہ ’’زَبورِ نعت‘‘ پر گفتگو کرتے ہوئے پہلی توجہ اسی طرف ہی جاتی ہے۔

حضورِ اکرمؐ کے اَسمائے گرامی محمدؐ اور احمدؐ کے علاوہ آپ کے سینکڑوں صفاتی نام ہیں جن کے مآخذاتِ، قرآنِ کریم، احادیثِ رسول اکرمؐ اور کتبِ سیر ومغازی کے علاوہ دوسرے الہامی

صحائف بھی ہیں۔ شعرائے نعت نے اپنے کلام میں ان اسمائے مقبول سے استفادہ کیا ہے اور آپؐ سے محبت کے بیان میں انہیں شائستگی کے ساتھ اپنے نعتیہ کلام کا حصہ بنایا ہے۔ معاصر نعت نگاروں میں عبدالعزیز خالد وہ مخترِع نعت نگار ہیں جنہوں نے معروف اسمائے النبی الکریمؐ کے بیان کے ساتھ فارقلیط ـــــ منحمنا ـــــ طاب طاب ـــــ اور دوسرے کئی نسبتاً کم معروف اسمائے مبارکہ پر جداگانہ نعتیہ مجموعے مرتب کیے، اور قرآن و احادیث کے علاوہ دوسرے الہامی صحیفوں سے بھی اسمائے نبی کریمؐ کا انتخاب کر کے اُن کو نعت گو شعرائے کرام کے حلقوں کے علاوہ عام قارئینِ نعت میں بھی متعارف کروایا۔

اسماء النبی کریمؐ کے موضوع پر اردو میں کئی جلدوں میں مشتمل کتاب صوفی برکت علی نے مرتب کی۔ بڑے سائز کی اِس دیدہ زیب کتاب میں مندرج اسمائے مبارکہ کی فہرست ہزار کے قریب ہے۔

اسمائے رسولؐ کے باب میں یہ حدیث ذہن میں رہے جیسا کہ آپؐ نے خود فرمایا ہے کہ یَقول اِنّ لِیَ اَسماء (میرے کئی ایک نام ہیں۔ مشکوٰۃ شریف، ص۱۲۴۔ ۱۲۸، ج ۳)۔ اِس لیے محدثین اور علمائے کرام نے کتبِ احادیث میں ان ناموں کو اکٹھا کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ احادیث کی بعض مستند کتابوں میں اَسمائے النبی والصِّفاتؐ کے نام سے الگ ابواب بھی ملتے ہیں جن میں آپ کی احادیث کی نسبت سے آپ کے صفاتی نام جمع کئے گئے ہیں؛ مثلاً حامی، حاشر، عاقب، المقضی، نبی التوبہ اور نبیٔ مرحمت کے اسمائے مبارکہ آپؐ کی احادیث ہی سے لئے گئے ہیں۔ مختلف مرتبین نے زیادہ سے زیادہ اَسمائے رسولؐ کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ مَیں نے حضورؐ کے اسمائے شریف میں ایک کتاب مرتب کی ہے جس میں تین سو چالیس ناموں کو قرآن، احادیثِ نبوی اور کتبِ سابقہ سے اخذ کر کے بیان کیا ہے۔ (خصائص کُبریٰ، سیوطی، ص ۱۵۷)

قاضی ابوبکر بن الغزالی نے جو مالکی مذہب کے بڑے عالموں میں سے ہیں کہا کہ بعضے

صوفیوں نے کہا ہے کہ خدائے تعالیٰ کے ہزار نام ہیں، اور اُس کے حبیب کے بھی ہزار نام ہیں، مراد اوصاف ہیں اور ہر صِفَت سے اسم نکلتا ہے۔ (مظاہرِ حق، ص ۵۸، ج ۴)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی ایک اِستفسار کے جواب میں کہتے ہیں کہ:

''رسول اللہؐ کے اَسمائے پاک بھی بکثرت ہیں کہ کثرتِ اَسماء شرفِ مُسّمیٰ سے ناستی (؟) ہے۔ یعنی شرفِ مُسّمیٰ کی آئینہ دار ہے۔

آٹھ سو سے زیادہ مواہب میں ہیں اور فقیر نے تقریباً چودہ سو پائے، اور حَصر ناممکن، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (احکامِ شریعت، احمد رضا خاں بریلوی، ص ۱۹۷)

اسماء النبی کے حوالے سے ''زَبورِ نعت'' کا مطالعہ مسرت و بہجت کے کئی دَر وا کرتا ہے۔ ع س مسلم نے بالواسطہ یا بلاواسطہ سینکڑوں اَسمائے مبارکہ سے آپؐ کو یاد کیا ہے، اُن میں بہت سے نام قرآن و احادیث سے ماخوذ ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو انہوں نے تشبیہاً یا استعارۃً خود تخلیق کیے ہیں۔ پہلے چند مستعملِ عام اَسمائے گرامی صلی اللہ علیہ وسلم:

محمد۔ احمد۔ محمود۔ حامد۔ طٰہٰ۔ یٰسین۔ مصطفٰی۔ مجتبٰی۔ شاہد۔ خاتم النبین۔ بشیر۔ نذیر۔ سِراجِ منیر۔ ہاشمی۔

تاہم صرف ''زبورِ نعت'' میں جو نام استعمال ہوئے ہیں۔ ذرا اُن پر نظر ڈالیے:

آبِ ابرِ روانِ رحمت۔ آبِ چمن۔ باعثِ گل جہاں۔ پناہ و امیدِ عاصیاں۔ پیشوائے رُسُل۔ تاجدارِ اُمَم۔ جادۂ حق نما۔ جلالِ باری۔ جمالِ مَولا۔ چراغِ نُورِ ہُدا۔ چشمۂ جُود و کرم۔ حاصلِ فصلِ بہاراں۔

ع س مسلم کی تراکیب:

مسلم صاحب کے علمی اندازِ نعت میں تراکیب کا ایک باوقار سلسلہ تسلسل کے ساتھ ملتا ہے جو اسمائے مبارکہ کے ساتھ ساتھ اُن کے فارسی زبان کے ساتھ ذوق کا آئینہ دار بھی ہے۔ اُن کی نظم ''سلام بحضورِ سرورِ کائناتؐ'' کے پہلے سات مصرعے فارسی کے بھی ہیں مگر اردو میں اُن کی

شمولیت اِس خوش آہنگی کے ساتھ ظہور پذیر ہوئی ہے کہ اِس کا احساس تک نہیں ہوتا۔

تراکیب کا استعمال مسلم صاحب کی نعت گوئی میں عام ہے۔ تراکیب محسناتِ شعری میں شمار ہوتی ہیں، اور ایجاد کی صفت کے سبب ترسیلِ فکر میں آسانی ہی پیدا نہیں کرتیں بلکہ شعر کے مفہوم کو زیادہ بلیغ بھی کر دیتی ہیں۔ مسلم نے ’’زَبورِ نعت‘‘ میں دو لفظی، سہ لفظی اور چہار لفظی طرح طرح کی تراکیب استعمال کی ہیں۔ اِن میں بعض تراکیب مروجہ ہیں۔ بعض اردو نعت میں بہت کم کم استعمال ہوتی ہیں اور بعض مسلم صاحب نے خود تخلیق کی ہیں، اور پہلی بار اُن کی نعتوں ہی میں استعمال ہوئی ہیں۔ اِن کی فہرست کے لیے دس سے زائد صفحات درکار ہوں گے اور یہ ایک الگ تحقیق کا موضوع ہے۔ صرف ملی جلی مثالیں ملاحظہ ہو۔

آبِ شفاعت۔ آشوب گاہِ صدقیات۔ اصلِ منشورِ حیاتِ آدمی۔ باغِ مُواخات و محبت۔ چشمہ سارِ راحت و رحمت۔ حدیثِ لب۔ سازشِ ملت فروشان۔ صُحبتِ خیرُ البشرؐ۔ فصلِ غُفراں۔ قادمِ عرش بریں۔ لَحنِ حسّانِ ثنا گر۔ نکہتِ برگِ لطیف۔ یلغارِ گماں۔

مسلم نے اپنی نعت گوئی میں جگہ جگہ قرآن کے لئے اور احادیثِ رسول اکرمؐ کے حوالے دیئے ہیں، بعض جگہ الفاظ کی صورت میں اور بعض جگہ مفاہیم کے اعتبار سے۔ درجِ ذیل اشعار میں جَاؤک ___ مَازَاغَ البَصَر ___ لفظِ کُن یعنی کَلَمحٍ بِالبَصَر ___ مَنْ ذارَنِی ___ علمِ اَسماء ___ کے حوالہ جاتی تناظر میں شعروں کا معنوی رتبہ نہ صرف زیادہ بلیغ ہوجاتا ہے بلکہ ان شعروں کے ماحول میں لفظی تلازمات کے سبب ایک معنوی گہرائی بھی پیدا ہوجاتی ہے۔ ایسے مقامات ع س مسلم کے گہرے مطالعہ کے آئینہ دار ہیں اور اُن کی نعت گوئی کو علمی اعتبار بخشتے ہیں۔

’’جـاؤک‘‘ اختیار ہے ہاتھوں میں آپؐ کے
کیجئے مجھے نویدِ شفاعت سے شاد کام

یا محمدؐ مصطفیٰ، خیرُ البشرؐ
تیری اعلیٰ شان مَا زَاغَ البَصَر

امرِ حق جیسے ہو کوندا برق کا
لفظِ کُن یعنی کَلَمُحٍ بِالُبَصَر

ہے مُژدۂ مَنُ ذارَنِی جاں بخشی کو ورنہ
ہے مَوردِ تعزیر خطا کارِ محمدؐ

وَا لگے ہونے رُموزِ کائنات
علمِ اَسماء کے نِہاں جوہر کھلے

ہر سُو اُنہیں کہ نام کے نغمے بکھیر دوں
مسلّم جو کچھ سلیقۂ شعر و ادب ملے

مہمیز اور ہیں مجھے پاؤں کے آبلے
چلتا ہوں راہِ عشق میں اب اور تیز گام

دامن میں زادِ راہ کچھ اس کے سوا نہیں
قلبِ گداز، آتشِ دل اشکِ لالہ فام

ہر نعت گو شاعر کے ہاں بعض ایسے شعر اور مصرعے در آتے ہیں جو دعائیہ انداز کے ہوتے ہیں اور اُن اشعار میں دعا کا ایسا عصری قرینہ موجود ہوتا ہے کہ عام قاری اور سامع بھی اسے اپنے دعائیہ معاملات کا حصہ بنا لیتا ہے۔ ''زبورِ نعت'' میں یہ مقام دیکھئے۔

یا محمد مصطفیؐ چشمِ کرم فرمائیے
دل کو گھر کر لیجئے آنکھوں میں رچ بس جائیے

کب سے ہیں میری نگاہیں آپؐ کے در پر لگی
دیجئے آ کر درس خود یا مجھے بلوائیے

لطفِ نگاہ کیجئے اے رحمتِ تمام
حُبِّ نبیؐ میں خاتمہ بالخیر ہو مِرا

یا رسول اللہؐ، شفاعت کیجئے یومِ نُشور
یا رسول اللہؐ، رحمت کی نظر یومِ کشُود

دنیا میں میسر ہو اطاعت شہہِ دیں کی
عقبیٰ میں ملے قربتِ سرکارِ محمد

مَیں کہ مسجودِ ملائک سے ہوا معتوبِ خلق
یا الٰہی عَفُوْ سے دامن کو بھر میرے لیے

تیری آوازِ پا سانسوں میں میری
سکونِ دل رہے تیری خبر سے

ع س مسلم کی نادرہ کاری بیان واظہار میں عجیب عجیب جلوے دکھاتی ہے۔ وہ نسبتاً غیر مانوس بلکہ برمحل دلالتِ معنیٰ کے حامل لفظوں کا جہاں بھی استعمال کرتے ہیں وہاں نہ صرف اُن کی نعت بلکہ اردولغت کا فنی اورلسانی دامن بھی وسیع ہوجاتا ہے۔ یہ اشعار/مصرعے دیکھئے۔

☆ مُستلِم ہوں لطف کا تیرے کہ مسلم نام ہے
☆ آنکھوں میں نورِ حُسنِ دو عالم کی جلوگی
☆ لوحِ خیال پر رُخِ زیبا کا اِرتسام
☆ ہر نقش پا کو آپ کے کرتا ہوں اِستلام
☆ ہو مرہمِ نگاہ سے زخموں کا اِلتیام
☆ مَولا تمہارے ذکر میں زندگی تمام
☆ تسبیح ہو مرے یہ سِنین و شُہور کی

مسلم کی نعتوں میں وارفتگی کا جوہر خوب جھلکتا ہے۔ درج ذیل نعتیں اِس حوالے سے خصوصی مطالعہ کی متقاضی ہیں جن کی تخلیق کے پس منظر میں مسلم صاحب کے بعض مشاہدات اور کیفیات اُن کے تنازل کو اور گہرا بنا دیتے ہیں۔

غزل کے لیے ہو مچلتی طبیعت تو پھر نعت کہیئے
محمدؐ کے دل میں ہو جاگی محبت تو پھر نعت کہیئے

روضۃ الجنت میں تاباں ہے وہ اِک صحرا کا پھول
سینکڑوں گلشن بداماں ہے وہ اک صحرا کا پھول

سکونِ دل کا خزانہ جہاں سے ملتا ہے
چلو مدینے کہ سب کچھ وہاں سے ملتا ہے

دُرود و رحمت حق کی بہار ہے جس پر
تری زمیں کا پتا آسماں سے ملتا ہے

محبوب ربّ ہے جو، وہی میرا حبیب ہے
ہم ذوقِ ذُوالجلال ہوں شہرِ نبیؐ میں ہوں

وہ کیف اُن کے ذکر میں ہر روز و شب ملے
گویا کہ میرے پاس ہیں گویا کہ اب ملے

آخر میری آبلہ پائی ہی مجھ کو مہمیز ہوئی
اُن کی راہ میں پلکوں سے میں نے پاؤں کا کام لیا

وہ نام کہ آیا تھا نظر بابِ جناں پر
اس لمحے سے یہ دل ہے طلب گارِ محمدؐ

بحیثیت مجموعی ع س مسلم کی نعت گوئی اردو نعت کے علمی اُسلوب کو آگے بڑھاتی ہے۔

قرآن کریم، احادیثِ رسول اکرمؐ کا مطالعہ، ذاتِ رسالت مآبؐ کا شعور اور نعت گوئی کی صنف کے تقاضے اُن کی نظر میں ہیں۔ انہوں نے سیرت کے اُن آداب و احترام کو مشعلِ راہ بنایا ہے جو

معیاری نعت گوئی کے لئے ضروری ہیں۔ اُن کی نعت گوئی کا ایک سنبھلا ہوا انداز ہے جو انہیں افراط تفریط سے بچاتا ہے۔ زبان سے اُن کے فن میں ایک مستقل عادت اور قرینہ کی طرح جھلکتی ہے۔ نعت گوئی کے ذیل میں یہ ماہرانہ کاوش عبادت کا درجہ رکھتی ہے بقولِ شاعر۔

کیہہ کیہہ نُوری منظر جھاتاں پاون سینے اندر
جِنّا چِروی نعت لکھاں میں رہواں مدینے اندر

نعت گوئی اُن کے لئے دربار رسالت مآب میں حضوری کا ایک ذریعہ ہے____ ایک خلد نما دریچہ____ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور اوج محمدیؐ کے فیضان اور توجہ کی علامت یہ اہتمام و انصرام، یہ وفور اور اظہارِ نعت میں سلیقے کی تلاش اِسی فیضان کا نتیجہ ہے۔

حمد و نعت کے حوالے سے ان کے سابقہ تخلیقی کاموں کی طرح ''زبورِ نعت'' بھی ایک ثروت مند معیار کا حامِل مجموعہ ہے جو ع س مسلم صاحب کی ذاتِ رسالتِ مآبؐ سے شیفتگی اور آداب سے عبادت ہے۔ نعت گوئی کے حوالے سے یہ مجموعہ اُن کے نام اور کام میں اضافہ کا موجب ہے بلکہ اردو نعت کے آغاز و ارتقاءٔ کی تاریخ میں بھی ایک اہم سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مسلم صاحب کے اِس شعورِ نعت اور احترام کے جذبے اور روّیے کو دوسرے مدحت نگاروں کے تخلیقی مساعی میں جاری و ساری فرمائے (آمین)۔ اور ''زبورِ نعت'' کو اپنی بارگاہ میں قبول اور سامعین و قارئینِ نعمت میں مقبول فرمائے۔

❖……❖……❖……❖

کاروانِ حرم: ابوالامتیاز ع س مُسلم

جدید اردو نعت گوئی اور کاروانِ حرم کا حوالہ جاتی نظام

اردو نعت کے دَورِ جدید کا آغاز مولانا حالؔی سے ہوا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد پھیلتے ہوئے سائنسی و عمرانی علوم اور بدلتے ہوئے سیاسی و معاشرتی حالات کے تحت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اظہار و بیان کے پیرائے اور اسلوب میں بھی نمایاں تبدیلی رونما ہوئی۔ اب نعت میں حضور اکرمؐ کی پیغمبرانہ شان کے ساتھ ساتھ ایک انسان کامل کے طور پر آپؐ کی بشری خصوصیات اور معاشرت و تمدن میں آپؐ کے انقلاب آفریں اقدامات وغیرہ کے تذکار کو فروغ ملا۔ مولانا حالؔی کی مسدس میں اِس اسلوبِ نعت کے اولین نمونے دیکھے جاسکتے ہیں۔ حالؔی کے بعد تخلیقی اپج رکھنے والے معیاری نعت گوشعرا کے ذریعے اِس اسلوبِ نعت کو فروغ ملا۔

جدید اسلوبِ نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح کو مستند حوالوں اور صحت مند روایات کی روشنی میں قلم بند کیا گیا، نیز پیامِ رسالت، مقصدِ رسالت اور تمدن و معاشرت پر آپؐ کے احسانات اور بنی نوع انسان کے لئے آپ کی تعلیمات پر مبنی ضابطۂ حیات کے تعارف و تذکار کی طرف توجہ دی گئی۔ جدید نعت گوشعرا کے ہاں محبتِ رسولؐ کی سرمستی اور آپؐ کی مدح و توصیف کے ساتھ ساتھ آپؐ کی رسالت و بشریت کا زیادہ گہرے شعور سے مطالعہ نظر آتا ہے۔

اِس اسلوبِ بیان میں زبان و بیان کی شائستگی اور فنِ نعت کی پوری نزاکتیں ملتی ہیں۔

موضوعات میں اضافہ کے ساتھ جدید دور میں نعت نئی اصنافِ شعر (آزاد نظم، معرّیٰ نظم وغیرہ) سے بھی روشناس ہوئی، (اور بعض قدیم اصنافِ سخن خصوصاً مسمّط کی مختلف شکلوں کو بھی نعت گوئی کے لئے استعمال کیا گیا)۔ یوں نعت کے ہیئتی دائرے کو بھی وسعت ملی۔ طویل نظموں اور کینٹو(CANTO) کو بھی نعت کے موضوع کے بیان و اظہار کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ مختصر یہ کہ نعت کے جدید دِور میں حضورِ اکرمؐ کی ذاتِ بابرکات کو عصری حوالوں سے دیکھنے کے ساتھ ساتھ نعت میں فنی اور ہیئتی وسعت پیدا ہوئی۔

نوعی اعتبار سے ع س مسلم کی ’’کاروانِ حرم‘‘ اِس جدید اسلوب نعت سے تعلق رکھتی ہے۔ فکری اعتبار سے کاروانِ حرم کے مندرجات حقیقی تاریخی شہادتوں اور مستند حوالہ جات کا درجہ رکھتے ہیں۔ سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں کا صحت مند روایات کی روشنی میں بیان جدید دور نعت ہی کی عطا ہے جو نعت کو قدیم میلاد ناموں کے اسلوب سے جدا کرتا ہے۔ عصرِ حاضر میں لکھی جانے والی طویل نعتیہ کتابوں میں ’’کاروانِ حرم‘‘ واحد کتاب ہے جس میں اسنادِ روایات اور حوالہ جات کا مبسوط انداز میں خیال رکھا گیا ہے۔

جدید نور نعت میں لکھی جانے والی یک کتابی نعتوں میں ’’فخرِ کونین‘‘ (محشرؔ رسول نگری)، ’’دارین‘‘ (احسان دانشؔ)، ’’رحلِ نظر‘‘ (مہدی نظمیؔ)، ’’صلصلۃ الجرس‘‘ (عمیق حنفیؔ)، ’’فارقیط‘‘ اور ’’منحمنا‘‘ (عبدالعزیز خالد) اور اس انداز کی لکھی گئی طویل نعتوں یا یک کتابی نعتوں میں اسناد اور حوالہ جات کا وہ اہتمام نہیں جسے ’’کاروانِ حرم‘‘ میں ملحوظ رکھا گیا ہے۔ عبدالعزیز خالؔد کے ہاں حواشی کی موجودگی متوسط ذہن کے قاری کے لئے زیادہ کارآمد نہیں۔ وہ اپنی نعت کے ذیل میں بعض اہم اشارات و مندرجات کا حوالہ تو دیتے ہیں مگر اردو میں اُس کا ترجمہ نہیں کرتے۔ یوں بیرونی زبانوں کی عبارتیں اردو داں طبقے کو اصل ماخذات تک پہنچنے میں معاون نہیں ہوتیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بعد کے ایڈیشنوں میں حوالہ جات کا اہتمام برقرار نہیں رکھا گیا۔

عبدالعزیز خالؔد کے علاوہ دوسری یک کتابی نعتوں میں اوّل تو حوالہ جات کو ملحوظ ہی

نہیں رکھا گیا اور اگر کسی شاعر نے اپنے مندرجات کے ضمن میں حوالہ جات کی نشاندہی کی بھی ہے تو اس میں اختصار سے کام لیا ہے۔ حفیظؔ جالندھری کے ''شاہنامۂ اسلام'' کی طرح کہیں کہیں حاشیے میں قرآنِ کریم کی کسی آیت مبارکہ یا احادیث و کتبِ سئیر کا کوئی اہم حوالہ نقل کر دیا ہے، پوری کتاب یا نعتیہ نظم کے حوالہ جات کا تفصیلی گوشوارہ مرتب نہیں کیا اور نہ ہی اردو میں ایسے حوالوں کا ترجمہ کیا ہے۔

''کاروانِ حرم'' کو یہ فوقیت اور تخصُّص حاصل ہے کہ اس میں اظہار پذیر مضامین و موضوعات کے حوالہ جات کو باقاعدہ سائنٹیفک انداز میں ایڈٹ کیا ہے۔ شاعر نے ایک ایک بند یا مصرع کی نہیں بلکہ اکثر جگہوں پر ایک ایک لفظ کے مآخذ کی نشاندہی کی ہے۔ پھر صرف نشاندہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کا حوالہ تلاش کیا ہے اور اسے نقل کرتے ہوئے اس کا ترجمہ بھی درج کیا ہے۔

شاعر کے مرتّبہ گوشوارے کے مطابق ''کاروانِ حرم'' کے دس سو پانچ (۱۰۰۵) اشعار میں تقریباً ۱۶۰۰ (سولہ سو) بار حوالے استعمال ہوئے ہیں۔ جملہ حوالے مع ذیلی شمار ۶۶۸ کے قریب ہیں۔ جن میں قرآنِ حکیم سے ۵۵۰، احادیث سے ۴۶، تاریخ وسئیر سے ۴۲ اور دیگر کتب سے ۸۰ حوالے دیئے گئے ہیں۔ (۱)

(۱) کاروانِ حرم کے جدید ایڈیشن مطبوعہ ۲۰۰۱ء میں اشعار کی تعداد ۱۴۹ ہے۔ کل حوالے ۸۱۷ ہیں جن میں سے ۶۲ قرآنِ کریم سے اور بقیہ احادیث، تاریخ وسیر، قدیم صحائف اور دیگر کتب سے لئے گئے ہیں۔ کل حوالے تقریباً ۲۲۰۰ بار استعمال ہوئے ہیں۔

شاعر نے نعت کے مندرجات کو اور حوالہ جات کی وضاحت کو الگ الگ حصوں میں رکھا ہے۔ اِس تقسیم کا خوشگوار پہلو یہ ہے کہ اصل نعتیہ نظم حوالوں اور حواشی سے بوجھل نہیں ہوتی۔ قاری نظم کو اُس کے فطری تخلیقی بہاؤ میں پڑھتا چلا جاتا ہے، اور اُسے بار بار حواشی میں اسناد و حوالہ جات ڈھونڈنے کی دقت پیش نہیں آتی۔ مصنف نے تمام حوالہ جات اور اُن کے تراجم کو کتاب کے دوسرے اور آخری حصے میں جمع کر دیا ہے۔ اگر قاری کسی مزید وضاحت کے لئے اُن سے

استفادہ کرنا چاہے تو اِس حصے سے رجوع کرسکتا ہے۔ ماخذات کے لئے متعلقہ الفاظ اور مصرع و اشعار میں حوالہ شماری کا سلسلہ موجود ہے، جو کتاب کے دوسرے حصے تک رسائی میں قاری کی رہنمائی کرتا ہے۔

’’کاروانِ حرم‘‘ میں حوالہ جات کے منضبط نظام کے موجودگی کے ساتھ (جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے) استخراج کا اہتمام اس کتاب کی دوسری بڑی خوبی ہے۔ اس کی وضاحت ایک مثال سے کی جاتی ہے۔

’’کاروانِ حرم‘‘ میں ایک دعائیہ مقام پر مسلم کہتے ہیں:

الٰہی تُو اُس دن مجھے بخش دے

بظاہر یہ ایک سیدھا سا دعائیہ اظہار ہے اور اس کے لئے کسی حوالہ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ مگر مسلم اِس اظہار کو بھی مستند اور معتبر بنانے کے لئے قرآنِ کریم سے اس دعا کا ماخذ تلاش کرتے ہیں اور سورۂ ابراہیم (۱۴:۴۰) کی متعلقہ آیت ’’رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمَ الْحِسَابُ ۔ اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے والدین اور اہلِ ایمان کی مغفرت فرما اُس دن کہ جب حساب وکتاب قائم ہو‘‘ کا حوالہ دیتے ہیں۔

آپ اس سادہ سی مثالِ دعا سے اس بات کا اندازہ لگائیں کہ اگر انہوں نے اس کے ذیل میں قرآنِ کریم سے رجوع کیا ہے تو سیرتِ طیبہ کے واقعات اور اسمائے النبی الکریمؐ کی وضاحت اور دیگر تاریخی واقعات ومضامین اور ذیل میں کن کن مصادر سے رجوع کیا ہوگا۔ شاعر کے تخلیقی ذہن پر اگرچہ حوالہ جات کی بکثرت نشاندہی اور تَفحُّو تلاش سے ان کا اندراج بڑا جان لیوا کام ہوتا ہے اور اس کی تخلیقی اپج، تحقیقی گھاٹیوں کی مسافت سے گریز پا رہتی ہے، مگر ع س مسلم نے محنت، لگن، توجہ اور تحقیقی ذمہ داری کے ساتھ مابعد تخلیق کی فراغت میں اِن حوالہ جات کو جمع کیا ہے۔ اور پھر ایک ذمہ دار مرتب (Editor) اور (Compiler) کے طور پر انہیں سلیقہ کے ساتھ ترتیب وار مربوط کیا ہے۔

یوں ’’کاروانِ حرم‘‘ کے تخلیق کار نے تحقیق و ترتیب کی ذمہ داری بھی بطریق احسن نبھائی ہے۔ ’’کاروانِ حرم‘‘ کے حوالوں کے ذیل میں اِس امر کی نشاندہی ضروری ہے کہ یہ نہ تو قاری کو مرعوب کرنے کے لئے ہیں اور نہ ہی حوالہ شماری کا نظام، نظم کے فطری بہاؤ میں حارج ہوتا ہے، حوالہ جات کی موجودگی کا اہتمام جن دو بنیادی خطوط پر استوار ہے! اُن میں پہلی بات تو سکالر شپ اور اَتھنٹیسٹی Authenticity کی کوشش ہے ____ سرسری نہیں بھرپور کامیاب کوشش ____ کہ جو بات بھی کہی جائے مستند حوالہ سے کہی جائے اور واقعات و روایات، کوائف، تاریخ اور سیرتِ طیبہ کے احوال وفضائل کے ذیل میں قرآن احادیث اور کتبِ تاریخ و سیئر کے اصل ماخذات کی نشاندہی کی جائے اور دوسرے یہ کہ قاری کو اگر بعض مندرجات کے مطالعہ میں تشنگی کا احساس ہوتا ہے تو وہ متعلقہ لفظ یا موضوع کی مزید وضاحت اور تفہیم کے لئے اصل مصادر سے رجوع کر سکے۔

حوالہ جات کے لئے یہ دونوں بنیادی باتیں نہ صرف ’’کاروانِ حرم‘‘ کے لئے نیک فال اور مبارک ہیں بلکہ جدید اردو نعت کے سفر میں ایک اہم، معتبر اور تاریخ ساز موڑ کی نشاندہی کرتی ہیں۔

عصرِ حاضر میں لکھی جانے والی نعت بلاشبہ اپنے لکھنے والے سے حقیقت نگاری کے اِسی بنیادی وصف کا تقاضا کرتی ہے جو وسیع مطالعہ، توجہ، لگن اور محنت کی عطا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نعتِ رسول اکرمؐ کے ذیل میں بے سروپا روایات کے اظہار کے بجائے تخصُّص و تحقیق، روایت و درایت اور اسناد و حوالہ جات کے معیار کو پیشِ نظر رکھا جائے اور نعت نگاری کے اصل سوتوں یعنی قرآن و احادیث رسولِ اکرمؐ کو جذبات و احساسات اور واردات و کیفیات کے اظہار میں بطور مصادر اور منابِع کے استعمال کیا جائے۔

واضح ہو کہ فنِ نعت گوئی کے لئے جذبہ حبِّ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بنیادی جوہر، داعیہ اور بیج کے مانند ہوتا ہے۔ یہ بیج قرآن کریم کے مضامین وارشادات ہی کی زرخیزیوں میں پھوٹتا ہے۔ مستند احادیث اس کی آبیاری کرتی ہیں اور تاریخ وسیر کی معتبر کتابیں نخلِ نعت گوئی کو

ہوائے تازہ عطا کرتی ہیں۔ نعت گوئی کی تاریخ کے ہر دور میں حقیقی نعت نگاری انہی شعرائے کرام نے کی ہے جنہوں نے نعت کہتے ہوئے نعت گوئی کے ان حقیقی منابع اور ماخذات سے استفادہ کیا ہے۔

اس اعتبار سے ع س مسلم مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ نعت گوئی کے اصل منابعِ سے بھرپور استفادہ کیا ہے بلکہ انہیں ایک شائستگی اور خوش سلیقگی سے شاملِ کتاب کر کے اپنے اظہار و بیان کو مستند، وقیع اور معتبر بنایا ہے، مگر یہ سعادت اور محنت ہر شاعر کے بس کی بات نہیں۔ بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ یہ محنت ہی سعادت ہے مگر بقول شاعر:

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشذہ

(مبصر فورم کے زیر اہتمام ’’کاروانِ حرم‘‘ کی تقریبِ رونمائی منعقدہ ۱۰ ؍مئی ۱۹۸۹ء میں پڑھا گیا)

’’نعت رنگ‘‘ شمارہ نمبر ۱۶ (فروری ۲۰۰۴ء)

❖ …… ❖ …… ❖ …… ❖

پہلا مرحلۂ شوق: واجد امیر

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موضوع سے فن تک کے عمل میں جن شاعروں نے نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا ان میں ایسے تخلیق کاروں کی امتیازی خدمات ہیں جو کامیاب غزل گوئی کے بعد نعت کی صنف کی طرف متوجہ ہوئے ہیں، اور نعت کے معاصر منظرنامے میں اگر اس کا آغاز احمد ندیم قاسمی سے کریں تو ہمیں بیسیوں ایسے شاعر مل جائیں گے جنہوں نے کامیاب شاعری خصوصاً غزل گوئی کے بعد اپنی فکری وفنّی صلاحیتوں سے نعت کے مؤثر اور منفرد نمونے تخلیق کیے۔ اس انفرادیت کی وجہ غزل کی صنفی خصوصیات ہیں، جو شاعری کے اعلیٰ محاسن کے حصول کی ترتیب بھی فراہم کرتی ہیں۔ غزل پر مرزا عبدالقادر بیدل کا مصرع:

ے کہرام گنج کہ درخانۂ خراب تو نیست

پوری طرح صادق آتا ہے۔ تخلیقِ شعر کی بڑی ترتیب غزل گوئی ہی کے ذریعے ہوتی ہے۔ ہماری شاعری کی دوسری اصناف پر بھی غزل کے اثرات نمایاں ہیں۔ یہ ایک باقاعدہ تحقیقی موضوع ہے کہ ہماری نظم، حمد، نعت، سلام، منقبت کو غزل نے کس کس طرح متاثر کیا؟ فکری وفنی دونوں حوالوں سے ہماری غیر غزلیہ شاعری میں بھی علائم ورموز، اوزان، آہنگ، ردیف وقوافی اور شعری زمینوں تک میں اس کے اثرات بآسانی تلاش کیے جاسکتے ہیں۔

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں تو غزل کی صنف کا اندازہ تو اس ایک پہلو ہی سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہماری آج کی نعت کا زیادہ تقریباً (۹۰ فیصد) سے زیادہ غزل ہی کی صنف میں تخلیق ہو رہا ہے۔ بہرکیف سال بہ سال چھپنے والے سینکڑوں چھوٹے بڑے نعتیہ

مجموعوں، گلدستوں اور انتخابات میں نظر آنے والی نعت کا تخلیقی سرمایا غزل ہی کی صنف میں ملتا ہے۔ مثنوی، مسدس، رباعی، نظم کی مختلف ہیئتوں میں بھی نعت کہی جا رہی ہے مگر غزل کی صنف کے مقابلے میں بہت ہی کم۔

یوں آج کی نعت بلکہ حمد و منقبت (Devotional Poetry) کا ظہور اسی صنف کے ذریعے تخلیق ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ وہ تمام محاسن ہیں جو غزل کی دوسری اصنافِ شاعری سے منفرد ٹھہراتی ہیں۔ غزل کے مخصوص علائم و رموز دو مصرعوں میں جہانِ معنی کو سمونے کی کوشش، ایجاز و اختصار، ردیف و قوافی کا نظام جو فکری اور فنی دونوں اعتبار سے ترسیلِ جذبات میں ممد و معاون ہوتا ہے۔ ہر شعر کی جداگانہ معنوی اکائی بآسانی یاد ہو جانے، دہرائے اور لحن و غناء میں آ جانے کی صفت اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک شعری و تخلیقی تجربے، واردات، مشاہدے، احساس اور جذبے کا مؤثر سمٹاؤ (Sizability) جو تاثیر کی جان ہوتا ہے، غزل کی صنف سے زیادہ اور کسی دوسری صنف سے حاصل نہیں ہوتا۔ ہائیکو سے لے کر طویل یک کتابی نظموں اور کینٹور تک کا مطالعہ کر لیں، آج بھی پسندیدہ شعروں کی بیاض سے قبروں کے کتبوں اور دلوں سے ہونٹوں تک لکھے، یاد کیے اور دہرائے جانے والی شعروں کا بڑا حصہ غزل ہی سے متعلق و منتخب ہوتا ہے۔ نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبولیت میں بڑا حصہ صنفِ غزل ہی کی تاثیر اور معجز نمائیوں کا ہے۔ نعت سے بڑا عظیم اور وسیع موضوع کوئی نہیں جو ایک حوالے سے اپنے اندر حمد کے فکری عناصر کو بھی لیے ہوئے ہے۔ میری ایک نعت کا آغاز یوں ہوتا ہے:

پس ہر پردۂ توصیفِ مولا تُو نکلتا ہے
نبیؐ کی نعت میں بھی حمد کا پہلو نکلتا ہے
ثنائے روشنی میں دھیان روشن گھر کا رہتا ہے
لکھوں صلِ علیٰ تو دل سے اللہ ھُو نکلتا ہے

اور غزل سے زیادہ کوئی جامع صفات حامل محاسن شعری اور مقبول و پسندیدہ صنف

نہیں۔ لہٰذا جب صنفِ غزل نعت کے موضوع سے متصوف ہوتی ہے تو فارسی اور اردو غزل کی قریب قریب ایک ہزار سالہ روایت میں صرف کی جانے والی محنت کے رحمت خیز نتائج اور برکت آثار عناصر آپ ہی آپ اس کے تخلیقی مزاج کا حصہ بن جاتے ہیں۔

یہ تمہید نسبتاً زیادہ طویل ہوگئی۔ ایک طویل تجزیاتی مطالعے کے آغاز میں تو شائد اس کا تھوڑا بہت جواز نکل آئے مگر ایک نعتیہ مجموعے کی پیشوائی ابتدائیہ کے حوالے سے اپنی رائے اور تاثرات کے حوالے سے شاید مناسب نہیں۔ مگر یہ تمہید اس لئے طولانی ہوگئی ہے کہ یہ نعتیہ مجموعہ واجد امیر کا ہے جو نئی غزل کے ایک نمائندہ شاعر ہیں اور انہوں نے غزل کے باب میں اپنی تخلیقی نادرہ کاری سے نہ صرف کلاسیکی رجحاناتِ غزل کے خمیر سے اس صنف میں فکری اور فنی دونوں حوالوں سے رجحان ساز نمونے پیش کئے بلکہ اس میں مستقبل کے امکانات بھی دریافت کیے۔

اب کامیاب غزل گوئی کے بعد وہ نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے ہیں۔ اس مبارک ہجرت اور بابرکت سفر میں اُن کے رختِ سفر اُن کی وہ مہارت اور ریاضت ہے جو انہوں نے غزل کی تخلیق میں کی ہے اور جس کی مدت کئی سالوں پر محیط ہے۔ واجد امیر کی نعت کی انفرادیت اُن کی تازہ کاری ہے۔ یہ صفت ان کی نعتیہ کارکردگی میں پوری طرح نمایاں ہے۔ ان کی زمینوں میں تشبیہات اور استعارات کے نظام ہیں۔ ان کی تراکیب میں اور سب سے بڑھ کر ان کے محاکات میں۔ دراصل تازہ کاری تخلیقی وحالیت انبوہ سے ہٹ کر، اور بھیڑ سے کٹ کر چلنے اور خالص انفرایت (Pure Individuality) میں بات کرنے کا قرینہ، وہ محوری گُر ہے جو شاعر کو اپنی صفوں میں ممتاز اور سرآوارده بنا دیتا ہے۔ جس کو یہ وصف مل جاتا ہے وہ عام لب ولہجہ اور معروف اسالیب میں بات کرنا اس کے لیے ممکن ہی نہیں رہتا۔ واجد امیر نے فکری وفنی دونوں حوالوں سے اپنی نعت کو انفرادیت کا حامل بنایا ہے۔

جہاں تک نعت کے مضامین وموضوعات کا تعلق ہے ان میں حضور اکرمؐ کی محبت، ان کی ذاتِ گرامی قدر سے ادارت اور عقیدت کے اظہار کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے مگر نعت

گوئی کے آغاز ہی سے محبتِ رسولؐ کے ساتھ ساتھ اس میں ہزاروں مضامین ایسے شامل ہو گئے ہیں جن کا تعلق آپؐ کی سیرتِ مبارکہ، آپؐ کے پیغام، تعلیمات، ارشادات واحادیث اور فیضان سے لے کر اسلامی تاریخ کے مختلف پہلوؤں کے بیان تک پھیلا ہوا ہے۔ جس طرح درخت کے تنے سے شاخیں، اپنی شاخوں سے مزید شاخیں نکالتی جاتی ہیں، اسی طرح حُبِّ رسول اکرمؐ س ء ہزاروں ایسے مضامین پیدا ہوی ء اور ہو رہے ہیں جو آج ہماری تہذیبی، سماجی، ثقافتی، اقتصادی، نفسیاتی، عمرانی اور سیاسی شعبوں کی ترجمانی کرتے ہیں۔

واجد امیر کی نعت میں موضوعات کا جو تنوع نظر آتا ہے وہ اُن کی اپنی ذات، اپنے سماج اور آج کے آفاقی مسائل سے پوری طرح جڑا ہوا ہے۔ (ریجنل، پرسنل، اور یونیورسل) ہر سطح کے مشاہدات اور محسوسات اُن کی نعت میں نظر آتے ہیں۔ اُن کی نعت تخلیقی قرینے سے ان سب جہتوں سے جڑی نظر آتی اور یہی اُن کی نعت کا وہ انفرادی وصف ہے، جو انہیں دوسرے ثنا کاروں سے مختلف ٹھہراتا ہے۔ عصرِ حاضر کی نعت کا وہ انفرادی وصف ہے، جو انہیں دوسرے ثنا کاروں سے مختلف ٹھہراتا ہے۔ عصرِ حاضر کی نعت کے بیسیوں اسالیب ہیں۔ اپنے اپنے مزاج اور سلسلۂ نسبت کے حوالے سے آج نعت کی کئی صورتیں مستعمل ہیں۔ بعض شاعروں کے ہاں حضور اکرمؐ کے اسمائے مبارکہ کا بیان نمایاں ہے، بعض کے ہاں احادیث، غزوات، معجزات اور تعلیماتِ نبویؐ کا اظہار زیادہ ملتا ہے۔ بعض نعت گو اساتذہ کی معروف زمینوں میں نعت لکھ رہے ہیں اور بعض کے ہاں مجالس میں پڑھی جانے والی نعت کا عمومی انداز غالب ہے۔ واجد امیر نے نعت کے ان تمام میلانات اور رویوں کو اپنی نظر اور اپنے ہنر میں سامنے رکھنے کے باوجود جس تخلیقی قرینۂ اظہار کو اپنایا ہے۔ اس کی وجہ سے اُن کی نعت میں سماجی حقائق کے حوالے سے فکری آگہی اور تہذیبی شعور پیدا ہو گیا ہے۔ وہ جب درپیش فکری مسائل کو حضورِ اکرمؐ کی محبت سے آمیز کر کے نعت لکھتے ہیں تو اس سے اُن کی نعت کا فکری کینوس بہت مختلف ہو جاتا ہے ہمارا ملی ورثہ کیا ہے؟ ہماری دینی و تہذیبی قدریں آج کے معاشرے میں کیسے نظر انداز ہو رہی ہیں؟ ہماری زندگی کے فرائض

اور ذمہ داریوں سے غفلت ہمیں کہاں لے آئی ہے؟ اس سارے سماجی و اخلاقی آشوب کی لہریں اُن کی نعت میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ کچھ مثالیں دیکھیے جن میں قومی و ملی زوال، موجود میسر سے منافقانہ سمجھوتے کی ہماری عمومی روش اور اس سے پیدا ہونے والی بیچارگی بے برکتی اور آشوب کا رونا ہے واجد امیر کے لب ولہجہ میں جہاں طنز کی ایک خفیف رمق بھی ہے وہاں بین السطور صورتِ حال سے ابھرنے والا دکھ بھی ہے۔

بول اُٹھے جس کی مٹھی میں دبے کنکر تمام
آج اُس ہادیؐ کی امت ہو گئی پتھر تمام

روئیدگی اس خاک سے منہ موڑ گئی ہے
حالانکہ برستی ہیں گھٹائیں مرے آقاؐ

نعلینِ پاک کی جو حفاظت نہ کر سکے
ناموسِ مصطفیٰؐ کی بنیں گے وہ ڈھال کیا

واجد امیر نے نعتِ رسول اکرمؐ کے اظہار کے لیے بعض ایسی مشکل زمینوں کا انتخاب بھی کیا ہے جہاں کبھی کبھار قافیہ شکار شاعر آپ شکارِ قافیہ ہو جاتا ہے واجد نے مہارت سے ان زمینوں کو برتا ہے اور ان کی وقت پسندی نے ایسی زمینوں سے بھی خوبصورت نعتیہ شعر نکالے ہیں انہوں نے سیرت کے پہلوؤں کو بھی آج کے موضوعات اور جدید سماجی رویوں کی روشنی میں دیکھا ہے آج بین المذاہب مکالموں میں اسلام کو سیرتِ طیبہ کے حوالوں سے پیش کرنے کی ضرورت ہے یہ شعر دیکھئے آج کی صورتِ حال میں اسلام کے تابناک اصولوں کو کیسے اعتبار سے پیش کر رہا ہے۔

ان کے لُغت میں لفظ معنی بدل گئے
بدلہ ہے عفو اور معافی ہے انتقام

بہ حیثیت مجموعی واجد امیر کی نعت آج کی تہذیبی و تمدنی زندگی کو درپیش مسائل سے اُبھرنے والی نعت ہے یہ اُن کا پہلا مجموعۂ نعت ہے اور اس میں ترسیلِ فکر کے معاملات میں پیش آنے والے وہ سب تخلیقی رویے موجود ہیں جو عام طور پر شاعروں کو اظہار کے پہلے پڑاؤ پر پیش آتے ہیں۔ بہت کچھ کہنے کی کوشش ، تازہ زمینوں کی تلاش، وضع واحتیاط کا لحاظ، نئے مضامین وموضوعات کی تلاش کے ساتھ اظہار کے تازہ اسالیب کی جستجو جس کا پتہ اُن کی شعری زمینوں سے ملتا ہے۔ نعت کے باب میں ہر منزل پہلا پڑاؤ ہی ہوتا ہے وِلا آثار طبیعتیں کبھی بھی اس سفر میں سکون آشنا نہیں ہوتیں ہر اظہار کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ بہت کچھ کہنے سے رہ گیا نعت سرشت دلوں اور دِلا نژاد ذہنوں کا بیان ترسیل کی اگلی مسافتوں کے لیے مہمیز ہے بقول علامہ اقبال

ہر لحظہ نیا طور نئی برقِ تجلی
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے

❖……❖……❖……❖

نعت گوئی کا رنگِ دِگر: حافظ مظہر الدین

قیامِ پاکستان کے بعد کے اوّلین نعتیہ منظر نامے میں جن شاعروں نے اپنے اخلاص، انہماک اور ریاضت و وابستگی سے عقیدت کے رنگ بھرے اُن میں حافظ مظہر الدین کا اِسمِ گرامی نمایاں ہے۔ اُنہوں نے مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے اُردو نعت کو آگے بڑھایا۔ اُن کے اخلاص اور فن کا اعتبار، صنفِ نعت سے اُن کی دِلی وابستگی کے سبب ہے۔ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذاتِ ستودہ صفات سے محبت و فدویت اُن کے فکر و فن کی بنیاد ہے۔ اُنہوں نے اس وقت نعت کو اپنے جذبات و احساسات کے اظہار کا ذریعہ بنایا جب اُردو شاعروں کی توجہ اس صنف کی طرف کم کم تھی۔ اگر اُس دور کے نعت گو شاعروں کی ایک فہرست (سرسری انداز میں)، تیار کی جائے تو ہمیں معلوم ہو گا کہ اُن سے ذرا پہلے اور قریبی نعت گو شاعروں میں بہزاد لکھنوی اور ماہر القادری ____ اور اُن کے ذرا بعد میں حافظ لدھیانوی اور حفیظ تائب صاحب کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں۔ دراصل اُردو نعت کے پاکستانی دور کا عشرۂ ثانی ہی اس مبارک صنف کو ایک باقاعدہ اسلوب اور انداز بخشنے میں ایک بڑی اہمیت اور تاریخ ساز پیش رفت کا حامل ہے۔ بقول حفیظ تائب:

> ''اسلام کے نام پر وجود میں آنے والی نظریاتی مملکت میں ذکرِ رسولؐ کا چرچا ہونا قدرتی اور فطری عمل تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے نعت میں اس انقلاب کی بازگشت سنائی دینے لگی جسے برپا کرنے کے لئے حضور اکرمؐ تشریف لائے تھے۔ وہ روحانی، تمدنی اور اخلاقی آشوب بطورِ خاص نعت کا موضوع بنا جس سے اُمّتِ مسلمہ اور عہدِ حاضر کا انسان دوچار ہے۔ اِس دور کے نعت گوؤں نے اپنے ذاتی اور کائناتی دُکھوں کا علاج

حضورؐ کی سیرتِ اطہر میں تلاش کرنا شروع کیا اور حضور اکرمؐ کے منشور حیات اور تعلیمات کو نعت میں سمو دیا۔ یوں اُردو نعت زندگی سے ہم آہنگ ہو کر مقبولیت کی حدوں کو چھونے لگی‘‘۔

(ماہ نامہ- ماہ نو- لاہور، خصوصی شمارہ مسلم فن وثقافت نمبر، مئی ۱۹۸۰ء، ص ۱۴۷)

حافظ مظہر الدین کے نعتیہ کلام کا ظہور اس پسِ منظر میں اپنی دِلی عقیدت اور جذباتی وابستگی کے اعتبار کو نمایاں کرتا ہے۔ اُنہوں نے نہ صرف یہ کہ خود اس صنفِ سُخن کی طرف کامل توجہ مرکوز رکھّی بلکہ اپنے حلقۂ اثر میں بھی اس کو فروغ دیا۔

حافظ مظہر الدین کے نعتیہ مجموعے تجلّیات، جلوہ گاہ اور باب جبرئیل ہیں۔ حافظ مظہر الدین کا نعتیہ کلام عصرِ حاضر کی نعت میں جس انداز و روایت کا نمائندہ ہے اُس کا تعلق حضور اکرم سے وابستگی و شیفتگی سے ہے۔ نعت گوئی حافظ مظہر کے فن کا کوئی مختلف زاویہ نہیں بلکہ اُن کا فن ہی نعت گوئی ہے۔ اُنہوں نے دوسری اصنافِ سُخن سے کنارہ کشی کر کے اپنی تمام تر فکری و فنی صلاحیتیں تخلیقِ نعت کے لئے وقف کر دیں۔ نعت گوئی اُن کے قلم کی عبادت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی نعت گوئی میں عبادت کی سی یکسوئی اور انہماک پایا جاتا ہے۔ اُن کے کلام میں حُبِّ رسول اکرمؐ کا استغراق نمایاں وصف کی حیثیت رکھتا ہے۔ اخلاص و گداز اور تاثیر و کیفیت کے تمام تر عناصر اسی صنف کی دین ہیں۔ اُن کے نعتیہ مجموعوں میں ایک عاشقِ رسولؐ کے سفرِ عشق کے جذبات و کیفیات اور قلبی واردات و مشاہدات کی تنوع جھلکیاں ملتی ہیں۔ اُنہوں نے آنحضرت سے اپنی عقیدت و ارادت مندی کو اشعار میں سمونے کی جو کامیاب و مشکور سعی کی ہے وہ بہت کم نعت گو شاعروں کا مقدر بنی ہے۔ بقول اُن کے:

یوں تو ہیں نعت کے اسلوب ہزاروں لیکن
طرحِ نو میری ہے ، ہر رنگِ دگر میرا ہے

دراصل یہ اخلاصِ فن اور کیفیتِ نعت ہی اُن کا ’’رنگِ دگر‘‘، ہے۔

اُن کی نعتوں میں فقہی مسائل اور مذہبی معتقدات کے مضامین کی جگہ ارادت و عقیدت مندی کے جذبات کا بیان ہے۔ اُن کے نعت کے موضوع ان کی اپنی ذات سے پھوٹتے ہیں جو عشقِ رسول میں سرشار ہے۔ اسی سرشاری کی وجہ سے ان کے فکر و فن پر گہری عقیدت کی چھاپ ہے۔ ان کا

رنگِ نعت والہانہ ہے اور یہ خصوصیّت دوسری خصوصیات سے افضل ہے۔ والہانہ پن کے بعد ان کے نعتیہ کلام کی دوسری نمایاں خوبی ان کی مضمون آفرینی ہے۔ اُنہوں نے نعت میں کئی خوبصورت مضمون پیدا کئے ہیں، جو ان کی جدّت طرازی اور نکتہ آفرینی کے مظہر ہیں۔ مثلاً یہ شعر دیکھئے:

جو حسن میرے پیشِ نظر ہے اگر اسے
جلوے بھی دیکھ لیں تو طوافِ نظر کریں

....

اللہ کو مرغوب ہیں کیا تیری ادائیں
’’قل‘‘ کہہ کے سنی بات بھی اپنی ترے لب سے

....

مرے لئے ہے جہنم کہ خلد داور محشر
جو آج ہونا ہے وہ اُن کے روبرو ہو جائے

حافظ صاحب کا یہ نعتیہ شعر علامہ اقبال کے معروف اشعار:

تُو غنی از ہر دوعالم من فقیر
روزِ محشر ، عذر ہائے من پذیر
گر تو می بینی حسابم ناگزیر
از نگاہِ مصطفےٰ پنہاں بگیر

کے مقابلے میں حافظ صاحب کی یہ جرأت و جسارت نعت کا اچھوتا مضمون ہے۔

بقول خالد بزمی:

> ’’حافظ صاحب کو حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے رحمت للّعالمین اور شافع مذنبین ہونے پر اس قدر ناز ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اُس رحمتِ دو جہاں کے سامنے اُن کے کسی نام لیوا کو جہنم میں بھیجا ہی نہیں جا سکتا۔ نکتہ طرازی کی یہ ایک (عمدہ)، مثال ہے‘‘۔

(ماہنامہ محفل لاہور، اکتوبر ۱۹۷۷ء، ص ۲۰)

مظہر کی زبان شیریں وشگفتہ ہے۔ کیفیاتِ حُبِّ رسولؐ کے بیان میں مایوسی کی بجائے سرمستی ونشاط کا پہلو غالب ہے۔ انتخاب واستعمالِ الفاظ میں وہ صنفِ نعت کی فنّی نزاکتوں کا پُورا پُورا لحاظ رکھتے ہیں۔ ان کے ہاں سادگی اور بے ساختگی کا رنگ نمایاں ہے۔ کہیں کہیں علمی انداز بھی ملتا ہے۔ بقول گوہر ملیسانی:

> ''موضوع کی مناسبت سے رفعت وشکوہ کے لحاظ سے زبان کا ارفع واعلیٰ ہونا بھی ضروری ہے مگر اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ الفاظ کی رفعت مفہوم (اورنعت کے مجموعی اثر)، کو غائب کردے''۔

ان کے علمی انداز کی حامل نعتوں میں کیفیت وتاثیر موجود ہے۔ حبِّ رسولؐ اور مدحِ جمال نبویؐ کے ساتھ ان کی نعتوں میں حضور اکرمؐ کے پیغام وارشادات بھی ملتے ہیں۔ نیز پاکستان واسلام کو درپیش مسائل کا اظہار بھی ملتا ہے۔ ''دیارِ حرم''، کا یہ شعر دیکھئے:

عوام بے عمل و کج ادا و کج رفتار
محافظانِ وطن ہیں رہینِ لاف و گزاف

اُن کی نعتیہ نظموں میں دیارِ حرم، ذکرِ میلاد، ربیع الاوّل، مطلعِ انوار، برھانِ عظیم، جامِ طور، شبِ معراج، نغمۂ نور، شبِ اسریٰ کے علاوہ قصیدۂ نوریہ اور تضمین برنعتِ قدسی اُن کے رنگِ خاص کی عکاس وترجمان ہیں۔ اُن کے عاشقانہ رنگ میں اصلیت اور حبِّ رسولؐ کی سرشاری وہ اوصاف ہیں جنھوں نے اُردو نعت کو تاثیر وکیف کے متعدد گرانقدر نمونے دیئے ہیں۔

وہ نعت گوئی میں سالک یزدی کے بقول روشِ عام سے ہٹ کر چلیں ہیں:

سالک مشو مقلّدِ طرز جہانیاں
رَو اندر ایں قطار ولے سر کشیدہ رَو

معاصرِ نعت گوئی میں حافظ مظہر الدین کا 'رنگِ دِگر' اخلاص ومحبت سے لبریز ہے اور یہی اُن کی نعت گوئی کا نمایاں وصف ہے۔

❖……❖……❖……❖

سخن سخن خوشبو: نازش قادری

اردو نعت کے معاصر منظر نامے میں دو طرح کی نعتیہ شاعری نظر آتی ہے۔ ایک نعت کا وہ بڑا دھارا جس میں ملک بھر کے نعت کو شاعروں کی اکثریت ہے اس دھارے کے شاعروں کے مضامین اردو موضوعات کے اظہار کا ایک اپنا مستعمل اسلوب ہے چونکہ آج کی نعت کا بڑا حصہ غزل کی صنف میں تخلیق ہو رہا ہے اس لئے اس اسلوب کی نعتوں کا رنگ ڈھنگ بھی انہیں زمینوں، ردیفوں اور قوافی سے مرتب ہوتا ہے جس کا چلن گزشتہ نصف صدی سے عام ہے۔

نعت کے اسی دھارے سے سر بجولاں لہروں کی طرح کچھ ایسے تخلیق کار بھی نعت کی تخلیق میں سرگرم کار ہیں جو الفاظ وتراکیب کے انتخاب سے قوافی اور ردیفوں کے چناؤ تک ہیں ردِ شعام سے ذرا ہٹ کر چلنا چاہتے ہیں۔۔ ان دنوں طرح کی شاعروں میں فرق اظہار اور اسلوب کے عام اور منفرد تخلیقی رویوّں کا ہے اس کا اندازہ نعت کے پہلے شعر اپنی مطلع ہی سے ہو جاتا ہے مستعمل اسلوب میں نعت کہنے سے نعت کے حالیہ منظر نامے میں ایک یکسانیت اور تکرار کا احساس روز افزوں ہے معروف زمینوں کے بار بار استعمال سے آج کی نعت یک رنگ ہوگئی ہے۔

نعت کا موضوع بلاشبہ محوری اور مرکزی سطح پر ایک ہی ہے مگر یہ موضوع فرمانے کے ساتھ ساتھ نت نئے موضوعات کی مسلسل تخلیق کا باعث بن رہا ہے اس کی مثال ایک آئینے سے دی جاسکتی ہے جو یکساں طور پر عکس لوٹانے کی صلاحیت رکھتا ہے مگر جس کے سامنے روز بروز نہیں لمحہ بہ لمحہ نئے نئے منظر، افراد، اذہان اور قلوب کے وارداتی چہرے آرہے ہیں اور وہ لمحہ لمحہ پیش آور جبروں کے عکس لوٹا رہا ہے بقول حالی

؎ نیا ہے لیجئے جب نام اس کا
بڑی وسعت ہے میری داستان میں

اس مثال کی وضاحت ایک اور مثال سے دیتے ہیں وہ ہے حج کے سفرناموں یا زیارت مدینہ کے تاثرات کی، مواجہ شریف پر حاضری کی، جگہیں ایک ہی مگر ہر زائر کے تاثرات دیتے ہیں...... ہر بار پہلے سے مختلف ہیں...... تہجد سے بعد عشاء تک، دن میں کئی بار جالیوں کے آگے سے گزرنے پر زائر کے دل کی کیفیات، ذہن کی حالت، اردگرد کے ماحول کے حوالے سے مشاہدات زندہ حسیں اور دل بیدار ہو تو ہر بار ہر جگہ کی زیارت کے تاثرات مختلف ہیں اب یہ شاعر پر ہے کہ وہ کیفیات کی انفرادیت انتخاب کرتا ہے یا یکسانیت کے ہجوم میں بہہ جاتا ہے یہاں دو شعر یاد آ رہے ہیں ایک علامہ اقبال کا اور دوسرا سالک یزری کا اقبال کا شعر یہ ہے

؎ زندگی انجمن آزاد نگہدار خوارست
اے کہ در قافلہ بے ہمہ شو با ہمہ رو

سالک یزری کہتے ہیں

؎ سالک مشو مقلّد طرز جہانیاں
رِواندرایں قطاروے سر کشیدہ رو

سو۔ روش عام سے ہٹ کر اور انبوہ سے کٹ کر اس اندر میں زندگی گزارنا کہ آپ ہجوم کا حصہ ہوتے ہوئے مختلف نظر آئیں۔ بے ہمہ شو اور با ہمہ رو اور اسی قطاریں سر کشیدہ چلنا ہی نادرکاری کے حصول کی ضمانت ہے۔ تمہید کچھ زیادہ یہ طویل ہوگئی ہے لیکن مستعمل اور منفرد نعتیہ اسالیب کے حوالے سے یہ کچھ باتیں ضروری تھیں۔...... نازش قادری اپنے اردگرد کے شاعروں میں رہتے ہوئے ان سے مختلف کیوں ہیں؟ اس سوال کا جواب ہی ان کی نعت گوئی کے رنگ خاص تک پہنچا دیتا ہے ان کی نعت گوئی کا نمایاں حصّہ اسی رنگ خاص کے حصول کے لئے کوشاں رہنے کی نشاندہی کرتا ہے وہ مسلسل اپنی انفرادیت کو برقرار رکھنے کے لئے معروف اور معروف کلام نظر

آئے ہیں اپنے ہم عمر اور معاصر شاعروں کی صنف میں وہ اسی ریاضت فن اور سعی جمیلہ کے سبب سربرآوردہ رہے ہیں مجھے ان سے جب بھی کلام کا موقع ملا ہے انہوں نے ہمیشہ نعت اور تخلیق نعت کے علمی پہلوؤں پر بات کرنے اور بات سننے میں خوشی محسوس کی ہے۔

نعت کے حوالے سے ملنے والی کتابوں کا س توجہ اطمینان اور سرشار طلب انداز میں انہوں نے مطالعہ کیا ہے بہت کم لوگوں نے کیا ہے مجھے ان کی طرف سے اپنی کتابوں کے مطالعے کا ردّ عم (یا فیڈ بیک) ہمیشہ کار آمد اور مفید مطلب نظر آیا انہوں نے کتابت کی اغلاط کی جس ماہرانہ انداز میں نشان دہی کی اس سے میں نے بہت کچھ سیکھا وہ نعتیہ مسائل پر گفتگو کے ذریعے کچھ دیکھنے اور سکھانے کے ہمیشہ سائق رہے ہیں۔

نازش صاحب کی بحریں، قوافی، بولتی ہوئی ردیفیں، تراکیب اور تشبیہات میں بین السطّور جدّت طلبی کی جھلک ہمیشہ نمایاں رہی ہے انہوں نے اپنی ردیفوں سے نعتیہ مضمون آفرینی کا بھرپور فائدہ اٹھایا کئی مشاعروں کے ہاں ردیفیں، شعر کے ضروری حصے کی طرح شامل مصرع تو ہوتی ہیں مگر شعر کے مضمون میں اضافہ نہیں کرتیں نازش غزل کے علائم و رموز سے واقف ہیں انہوں نے اپنی نعتوں میں ان علائم و رموز اور ان سے وابستہ تلازمات کا بھرپور فائدہ اٹھایا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں خوشگوار لحن سے بھی نوازا ہے لہٰذا وہ ان ردیفوں والی نعتوں میں اثر آفرینی کے لئے اپنے لحن کا بھی استعمال کرتے ہیں۔ نازش صاحب کے فن کا ایک معتبر حوالہ ان کی نعت سے غیر متزنزل دلچسپی اور لگن ہے ان کے لئے نعت گوئی جز وقتی شوق نہیں ہمہ وقتی ذوق کا اظہار ہے یعنی ان کی نعت گوئی____ نعت گوئی برائے نعت گوئی نہیں____ نعت گوئی برائے زندگی و آخرت ہے ان کی ذات رسالت مآب سے عقیدت، عقیدہ کا درجہ رکھتی ہے۔

انہوں نے تخلیقِ نعت کی عبادت میں پانچ دہاوں سے زیادہ کا وقت صرف کیا ان کی تخلیق زندگی کو گوشورہ اسی خدمتِ نعت کے سبب ہمہ منفعت علامات و نشانات کی عکاسی کرتا ہے ان کی نعت کہتی طبیعت جس طرح ہمہ وقت اس باب میں انفرادیت کے حصول کے لئے متفکر اور

کوشاں رہتی ہے وہ ہم سب کے لئے نیک قال اور لائق تقلید ہے۔

ہے نعت کے آداب کی غمّاز نیاز
خوش طرز، خوش انداز، خوش آور نیاز
تذکار نعت و اظہار سیرت
ہے نازش قادری کا اعزاز نیاز

◆……◆……◆……◆

رحمت سرِ رحمت: بشیر رزمی

بشیر رزمی صاحب کی حیثیت معاصر شعری منظر نامے میں ایک استاد کی ہے عروض اور رباعی اُن کی تخلیقی کارکردگی کا تخصّص ہے انہوں نے مختلف پیرائیوں، اسلوبوں اور ہیئتوں میں بہت سی شاعری کی لیکن اُن کا طبعی ذوق عروض کی طرف ہے اسی ذوق کے سبب انہوں نے عروض میں طرح طرح کے تجربے کئے اور معاصر اردو شاعری کے عروضی منظر نامے میں قابل قدر اضافے کئے یہ تجربے جہاں ایک طرف ان کی قادر الکلامی کے مظہر ہیں وہاں ان کی اس فطری اپج کے ترجمان بھی ہیں جو عروض سے وابستہ ہے اردو شاعری آغاز سے اب تک (زیادہ تر) بیس تیس معروف آہنگوں میں ہوتی رہی ہے آج بھی چند شاعروں کے سوا اکثر شاعر آہنگوں کے اسی مرکزی دھارے میں سرگرم تخلیق ہیں لیکن وہ طبائع جو عروض کے اس مرکزی دھارے سے ہٹ کر بھی کچھ کرنے کے آرزومند ہیں وہ اس ہجوم سے کٹ کر کچھ کمالات کر دکھانے کی کوشش میں بہت آگے نکل جاتے ہیں معروف بحریں اور ان کے زحافات تو اُن کے پیش نظر ہوتے ہی ہیں مگر وہ بحروں کے بنیادی ارکان (یعنی ارکان تقطیع) کی کمی بیشی اور ترتیبِ نو سے شاعری کے نئے نئے آہنگ بھی تلاش کرتے رہتے ہیں اُن کے نزدیک یہ ایک جان دار اور شان دار شغل ہے اکثر تخلیق کار اور ناقد اسے عروض کے نمائشی شوق (یا ٹھرک) کا طعنہ دے کر اُن کی کوششوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں وہ اس میں حق بجانب بھی ہیں کہ تخلیق کا فطری حسن اور تاثیر اس قسم کے تجربوں سے متاثر ہوتا ہے لیکن عروض میں تجربہ آمادہ ذہن اپنے شوق اور جذبہ جدّت پسندی سے سرشار اور شاعری میں نئے نئے عروضی تجربے کرنے کا آرزومند ہوتا ہے گزشتہ دہائیوں میں اس کی ایک کامیاب کوشش ''نویاں زمیناں'' کے نام سے کتاب لکھ کر اکرام مجید صاحب نے کی پنجابی

غزلوں میں ان کی کتاب پر معروف سکالر اور عروض شناس صوفی محمد افضل فقیر اور ڈاکٹر جمال ہوشیار پوری نے طویل ابتدائیہ اور اختتامیہ لکھا احمد ندیم قاسمی صاحب نے اس کتاب کے پس ورق پر اپنے تاثرات سے اکرام صاحب کی کوششوں کی بہت تعریف کی اور اسے نہ صرف پنجابی بلکہ اردو غزل میں بھی اب تک کی جانے والی کوششوں میں ایک کامیاب کارنامہ قرار دیا 'نویاں زمیناں' (مطبوعہ ۱۹۸۸ء) کے کئی سالوں بعد میں نے اپنے نعتیہ دیوان سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم (مطبوعہ ۲۰۰۳ء) میں اپنی بحروں اور شعری آہنگوں کو استعمال کرنے کی کوشش کی اس دیوان کے مختصر سے دیباچے میں مَیں نے اس 'کوشش' کی وضاحت کرتے ہوئے 'شانِ نزول' کے عنوان سے دیباچے میں لکھا تھا

محترمی حافظ محمد افضل فقیر نے برادرم اکرام مجید صاحب کے شعری مجموعہ ''نویاں زمیناں'' (پنجابی غزلیات) کے طویل خاتمے پر لکھا ہے ''فقیر دعا گو ہے کہ مولا کریم ہمارے کرم فرما اکرام مجید کی پنجابی شاعری کی منازل میں ارتقائے مزید سے نوازے۔ اُس کے کلام سے افراد امّت کو خلوص و ایثار اور اخلاقیات عالیہ کی تحصیل کا ذوق پیدا ہو۔ تجربات کی یہ اساس نوجوان نسل کے ہاتھوں استحکام پائے۔ پاکیزہ مضامین سے اس کی تعمیر ہو اور مدحت سرایانِ جناب رسالت مآبؐ اپنی ارادت سامانی سے ان بحور و اوزان کو لازوال حسن و جمال عطا کریں۔ آمین''

''نویاں زمیناں'' کی اشاعت کے کئی مہینے بعد ایک دن دیباچہ کی ان اختتامی سطور پر اچانک نظر پڑی۔ مَیں نے اپنے آپ کو ان کلمات کا اوّلین مخاطب محسوس کیا۔ طبیعت یوں آمادۂ نعت ہوئی کہ دو تین ماہ کے مختصر عرصے میں اس کتاب کی نعتوں کا ایک بڑا حصہ تخلیق ہوا۔ اس مسودے کو ''مبیضہ'' کی شکل تک پہنچنے میں البتہ کچھ مہینے اور لگ گئے۔ (ص ۵)

اس دیوان میں کل نعتیں ۱۴۵ ر تھیں اور اوزان کی تعداد بقول امجد رازی ۱۲۸ ر تھی میری کوشش تھی کہ ہر نعت ایک نئے آہنگ میں ہو مگر دیوان میں نعتوں کی جمع آوری میں کچھ نعتیں انہی اوزان میں دوبارہ ہو گئیں اس دیوان کی تین بار تخریج ہوئی پہلی تخریج برادرم افضل خاکسار نے کی جو دیوان کے آخر میں شامل ہے پھر امجد رازی نے 'صنف ہزار رنگ' کے نام سے ایک جداگانہ کتاب (مطبوعہ ۲۰۰۹ء) اور ایک تخریج عزیزی اجمل سروش نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم 'تخریج

نوٗ کے نام سے بعد میں کی یہ کتاب ۲۰۱۵ء میں شائع ہوئی۔

یہ تمہید کچھ طویل ہوگئی جس کے لئے معذرت خواہ ہوں لیکن اس معرکتہ آلاراء کام کے آغاز سے قبل اس کی نشاندہی ضروری تھی جو جناب بشیر رزمی نے کیا بشیر صاحب کا کام میری معلومات کی حدتک معاصر شاعری میں اس انداز کے کئے جانے والے کاموں میں سب سے زیادہ منفرد ہیں انہوں نے نادر الوقوع اوزان کے استعمال کے علاوہ کچھ نئے اوزان بھی تخلیق کئے یوں انہوں نے معاصر شعری و عروضی منظر نامے میں وقیع اضافہ کیا یہ اضافہ ایک جداگانہ مقالے کا متقاضی ہے ہمارے ہاں علم عروض کے سکالر کم ہیں اگر کوئی طالب علم اس پر آمادہ ہو سکے تو 'معاصر شعری منظر نامے میں بشیر رزمی کی عروضی خدمات' پر ایک مکمل مقالہ کی ضرورت اور گنجائش موجود ہے۔

بشیر رزمی صاحب نے اپنی شاعری کو آئینہ مہر (۱۹۹۱) الغزل (۲۰۰۰) کائنات غزل (۲۰۰۹) آسمان غزل (۲۰۱۱) کہکشانِ نعت (۲۰۱۵) اور یا اللہ (۲۰۱۷) قطعات و رباعیات ___ کے بعد اب رحمت سرِ رحمت کے نام سے رباعیات کے مجموعہ میں مرتب کیا ہے اس کتاب سے پہلے ''یااللہ'' کے نام سے ان کے قطعات و رباعیات کا مجموعہ بھی شائع ہوا ہے اس مجموعے میں انہوں نے قرآنی آیات کو اپنے فن کا محوری حصہ بنایا ہے یہ کتاب حمد و نعت میں ایک منفرد اضافہ ہے قرآن کے مطالعے میں عروض شناس کہیں کہیں ایسی آیات پر چونک جاتے ہیں جو ہمارے شعری عروض و آہنگ کے مطابق ہوتی ہیں یا ہوسکتی ہیں مثلاً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' ثانی اثنین از ہمافی الغار ______ توفنا مع الابرار ______ اور عربی کا معروف کلمہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ______ وغیرہ وغیرہ ___ اگرچہ قرآن شعر اور عروض کی کتاب نہیں لیکن ہر آواز چونکہ کوئی نہ کوئی صوتی طرز (Sound Pattern) رکھتی ہے لہٰذا وہ کسی نہ کسی رکنِ تقیطع کے ہم وزن پڑھی جاسکتی ہے۔ فارسی اساتذہ نے زیادہ اور اردو شاعروں نے بہت کم قرآنی آیات کو بعینہٖ شعر میں استعمال کرنے کی کوشش کی ہے فارسی میں 'پارہ ہائے قرآنی در شعر فارسی' کے نام سے ایک ضخیم اور بڑے سائز کی کتاب اسی حوالے اور موضوع سے متعلق ہے بشیر رزمی صاحب نے 'یااللہ' میں آیات کی نشاندہی/ حوالے کے ساتھ ان کی تخریج بھی کر دی ہے یہ اس کتاب کا ایک اضافی

تخصّص ہے مثلاً ان کا ایک قطعہ دیکھئے:

کس بات پہ بھرتے ہو تم آہ
کیوں راہ سے ہوتے ہو بے راہ
توبہ کا دروازہ کھلا ہے
لا تقنطوا من رحمۃ اللہ

سورۃ الزمر آیت 53 پارہ 23 / ''اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو جاؤ'' / متفعلن مستفوعن فاع / فع / بحر رجز مسدس سالم احذ مقصود / محذوف / 31 / اکتوبر 2011ء

یہ بشیر رزمی صاحب کا اختصاص ہے مَیں نے نعتیہ شاعری کے مجموعوں میں کہیں کہیں آیات کے جو حوالے دیکھے ہیں وہ بڑے مختصر ہوتے ہیں عام طور پر تعلیقات وغیرہ کا سارا کام قاری پر چھوڑ دیا جاتا ہے رزمی نے تاریخ تخلیق کے ساتھ بحر کے اوزان اور نام درج کر کے قارئین کا کام آسان کر دیا ہے۔

___۲___

سبحان اللہ مَیں نے ابھی ایک نشست میں 'رحمت سرِ رحمت' کی قرأت مکمل کی ہے ان ۳۱۳ رباعیوں کے مطالعہ سے جو سرشاری ملی ہے اس کا اظہار ضروری ہے فی زمانہ رباعی کی صنف تیزی سے معدوم و نایاب ہو رہی ہے۔ شاعروں میں رباعی طینت لوگ خال خال نظر آتے ہیں یہ صنف اپنے مزاج اور طبع کے حوالے سے عرفانیات اور اعلیٰ شعری افکار (High poetic intellect) سے جڑی ہوئی ہے تفصیل کی بجائے ایجاز صفت ہے شاعرانہ دانائی کی ترسیل اشاروں میں کرتی ہے اس کی دلاویز شعری لکنت عام قارئین کے لئے بھی دونا اثر لئے ہوئے ہے بقول یگانہ چنگیزی:

بات ادھوری مگر اثر دونا
کیسی لکنت زبان میں آئی

اس کے علائم و رموز کی رُک رُک کر ترسیل پڑھنے والے کے لئے ایک جداگانہ تاثیر اور یافت کے عمل کی سرشاری رکھتی ہے اس کا افتاں و خیزاں اسلوب اور آہنگ' تاثیر خیزی اور سرور

انگیزی کے جو بسیط پہلو رکھتا ہے یہ ایک علاحدہ مقالے کا موضوع ہے صوتیات اور نغمگی سے رچی ہوئی طبیعت رکھنے والے اس کے مختلف آہنگوں اور ان کی آمیزش سے ترتیب دی گئی بحروں کے غنائی اتار چڑھاؤ سے جس طرح محظوظ ہوتے ہیں اس کا احساس اور اندازہ غنا اسلوب اذہان اور لحن آشنا قلوب ہی کر سکتے ہیں____ رباعی کو زندہ کرنے اور رکھنے کی ہر کوشش مستحسن ہے یہ ایک صنف نہیں مزاج اور ذہنی اسلوب کا نام ہے اس سے تعلق محضِ ہی باوقار شعری اعتبار کی علامت ہے چہ جائیکہ اس میں شاعری اور وہ بھی نعت کی شاعری کی جائے۔ بقول میرزا عبدالقادر بیدل:

؎ سہل نبود در محیطِ دہر پاسِ اعتبار
آبروئے چوں گہر ہمراہِ سر داریم ما

بشیر رزمی کی ’رحمت سرِ رحمت‘ کی اوّلین خوبی اُن کی وہ مہارت فن ہے جس کے فکری اور فنّی پہلوؤں اور محاسن سے یہ کتاب عبارت ہے رباعی کا چونکہ مختصر اصناف سخن سے تعلق ہے اس میں شاعر کو چار مصروں اور محدود اوزان میں اپنی بات کی تکمیل کرنی ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کے موضوعات و مضامین کی پیشکش میں پہلا مرحلہ ایجاز یا فکر کے سمٹاؤ کا ہوتا ہے ایک لطیفۂ غیبی اور للّہٰ الہام کی طرح رباعی کا نزول ہوتا ہے شروع شروع میں نئے لکھنے والے کو قدم قدم پر کئی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے وہ اوزان کی ترتیب اور ادھیڑ بُن پر توجہ دے تو خیال کا کوئی گوشہ اظہار کی گرفت سے باہر نکل جاتا ہے اور اگر وہ اپنے خیال پر اپنے تخلیقی عمل کو مرتکز کرے تو بعض اوقات اسے اندازہ ہوتا ہے کہ بحر کا آنچل اس کے ہاتھ سے سرک رہا ہے۔ اگر شاعر اپنی مساعیٔ سخن سے جُڑا رہے جلد اکتا اور گھبرا نہ جائے تو پھر پگھلے ہوئے لوہے کی طرح از خود اس کا شعری ذوق رباعی نگاری کی منزل کی طرف راست قدم ہو جاتا ہے پھر وہ رباعی آشنا نہیں ’رباعی مبتلا‘ ہو جاتا ہے اور وہ رباعی کے اندر چلتے پھرتے باتیں کر سکتا ہے۔ (میں رباعی کا ادنیٰ سا طالب علم ہوں مگر دیکھئے اس فقرے میں چلتے پھرتے باتیں کر سکتا ہے۔ مفعولن مفعولن مفعولن فع رباعی کا مصرع ہو گیا ہے)

صنفِ رباعی کا ایک لازمہ یہ بھی ہو گیا ہے کہ کسی رباعی گو کے فکر و فن پر لکھتے ہوئے اس صنف کے حوالے سے بعض تعارفی باتیں از خود ہو جاتی ہیں رباعی کے بارے میں لکھے ہوئے

تنقیدی مقالات کے علاوہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے کسی رباعی گو کے فکر و فن پر کوئی ایسا مضمون پڑھا ہو جس کے آغاز میں ایک دو صفحے، ایک دو پیرے یا چند سطریں رباعی کی صنف، بحور، اوزان اور اس صنف سے وابستہ صنفی و ہیئتی امور پر تمہیدی طور پر نہ لکھی گئی ہوں کسی کی رباعی کے نقد و تجزیہ سے پہلے یہ صنف اپنی انفرادیت کا از سرِ نو تعارف مانگتی ہے یہ اس صنف کی 'مونہہ دکھائی' کی طرح ہے یہ صنف ہر ناقد سے اپنی صنفی خوبیوں، فکری اور جوہر اور اپنے ہیئتی انفرادیت کے حوالے سے چند سطروں کا خراج تحسین طلب کرتی ہے ____

سو میں ان چند سطور کے حوالے سے قارئین سے معذرت خواہ ہوں جو رباعی کے حوالے میں بشیر رزمی کے فکر و فن سے پہلے ہو گئیں لیکن یقین جانیئے کسی بھی رباعی نگار کے بارے میں کچھ کہنے سے پہلے اس صنف کے جداگانہ تخصص کی نشاندہی پر دو جملے نہ لکھنا اس کے اعتبار،، وقار اور پایہ کو نظر انداز کرنے کے مترادف لگتا ہے ___ یہ روایت اتنی عام اور اہم ہو گئی ہے کہ اگر اسے نباہا نہ جائے تو یوں لگتا ہے کہ جیسے کوئی ضروری بات رہ گئی ہے اور آپ اس صنف کے بارے بے حرمتی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

___ ۳ ___

بشیر رزمی کی مہارت، قادر الکلامی اور عروض پر گرفت اس کتاب سے قبل اُن کی شائع ہونے والی کتاب 'کائنات غزل' سے ظاہر ہو چکی ہے اس بارے میں وہ قارئین اور اساتذہ فن سے خراجِ تحسین بھی حاصل کر چکے ہیں 'رحمت سرِ رحمت' کی تخلیق اور پیشکش میں ان کی سابقہ مہارت کام آئی رباعی نگاری ویسے بھی شاعری کے فن میں تکمیل کی طرف جانے والی منزل کے راہرو ہونے کی علامت ہے۔

بشیر رزمی نے نعت اور رباعی کو ہم آہنگ کرنے میں سب سے پہلے جس قرینے کا خیال رکھا ہے وہ اس صنف کا اوّلیں فکری لازمہ ہے ہمارے کچھ نعت نگار اپنے کلام میں کہیں کہیں عقیدت کے اظہار میں اتنا آگے نکل جاتے ہیں کہ اپنے عقیدے کو مجروح کر لیتے ہیں بشیر رزمی نے اپنی نعت کی بنیاد قرآن کریم' احادیث رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت طیبہ کے واقعات پر رکھی ہے آپ ؐ کی ذات والا تبار اور سیرت و کردار کا بڑا ماخذ قرآن کریم اور احادیث نبوی ؐ ہیں رزمی

صاحب نے ان سے نہ صرف مضامین اخذ کئے ہیں بلکہ کئی جگہوں پر ان کے حوالے اور سند کے شمول سے اپنی رباعیات کو مزیّن کیا ہے اور ان میں نعتیہ آداب کو پوری طرح ملحوظ رکھا ہے ان کی یہ رباعیات دیکھئے۔

اُمّت پہ ہیں بے شمار احسانِ رسولؐ
ہاتھوں میں رہے ہمیشہ دامانِ رسولؐ
کچھ سوچ سمجھ کے خرچ کر دنیا میں
مَاعَالَ مَنِ الْقَصَد ہے فرمانِ رسولؐ

پہچانیے دل کھول کے عظمت اُنؐ کی
گردانیے دل کھول کے وسعت اُنؐ کی
ثابت وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَک سے ہوا
محتاجِ تعارف نہیں رفعت اُنؐ کی

مکتب سے ملا اور نہ دفتر سے ملا
رستہ مجھے قرآن کے اندر سے ملا
یہ راز کہ اُمّت بھی ہے آلِ رسولؐ
اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر سے ملا

اللہ کے ہاتھوں میں سہی بست و کشاد
بیکار نہیں دہر میں تخلیقِ عباد
دیکھی ہے ” وَمَا رَمَیْتَ “ میں شانِ نبیؐ
ہر آنچہ کند بندہ، خدا نیز کناد

ہر چند اندھیرے نے لگائے پہرے
چھٹتے ہی گئے ہیں پھر بھی بادل گھرے
''مَا یَنۡطِقُ'' آئینۂ سیرت ہی تو ہے
صادقؐ بھی، امینؐ بھی محمدؐ ٹھہرے

اپنوں کے لیے غم سے گذرنے والےؐ
غیروں کے لیے دعائیں کرنے والےؐ
پا کر لَاتَقۡنَطُوۡا سے رحمت خبری
مرتے ہیں حضورؐ آپؐ پہ مرنے والے

قرآن کریم نعت کا منبع و مصدر ہے اس ماخذ سے استفادہ کئے بغیر نعت ہو ہی نہیں سکتی شعوری یا غیر ارادی طور پر ہر نعت گو اپنی نعتوں کے مضامین قرآن مجید ہی سے حاصل کرتا ہے اس حقیقت کا اعتراف رزمی کو بھی ہے اور انہوں نے اپنی رباعیوں میں کئی جگھوں پر اس کا اعتراف بھی کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

کیا کیا نہ ہوا اُنؓ پہ خدا کا فیضان
کیا کیا نہ کِیا اُنؓ پہ خدا نے احسان
اُنؓ آنکھوں پر میری آنکھیں قربان
دیکھا جِنؓ آنکھوں نے سراپاؐ قرآن

احادیث میں بشیر رزمی نے جن واقعات کو رباعی کا موضوع بنایا ہے ان کے اظہار میں ایک محاکاتی شان نمایاں ہے انہوں نے رباعی کے محدود دامن میں واقعات کو اس ندرت کے ساتھ سمیٹا ہے کہ وہ واقعہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے ایک ماہر مصور کی طرح جو چند لکیروں سے پورے واقعے کی منظر کشی کر دیتا ہے رزمی نے اپنی رباعیات میں کئی جگھوں پر حدیث کو یوں نظم کہا ہے کہ حدیث کے اوسط درجے کے طالب علم کی توجہ بھی اس حدیث کی طرف منتقل ہو جاتی ہے جس سے انہوں نے مضمون اخذ کیا ہے اس ضمن میں یہ رباعیات دیکھئے۔

ایسا نہ کمال اور کسی میں دیکھا
دیکھا تو رسولِ مدنیؐ میں دیکھا
تاثیرِ لعابِ دہن اُنؐ کی دیکھی
اعجازِ نبیؐ چشمِ علیؓ میں دیکھا

غیروں کے لیے چارہ گری تھی اُنؓ میں
اپنوں کے لیے رنج بری تھی اُنؓ میں
اللہ و رسول کی رضا کی خاطر
ہر کام میں صاحب نظری تھی اُنؓ میں

سونے میں تقلیل، غذا میں تقلیل
الفاظ بہت کم، معنی میں تفصیل
تحمید و تمجید زباں پر اُنؐ کی
تسبیح کا ورد اور ذکرِ تہلیل

ہر طرح ملنسار انھیںؐ دیکھا ہے
اصحاب کا غم خوار انھیںؐ دیکھا ہے
اُنؐ سا نہ ہوا اور نہ ہوگا کوئی
اخلاق کا شہکار انھیںؐ دیکھا ہے

صہبائے رسومات کا نشّہ ٹوٹا
غزوات میں ہر زور عدو کا ٹوٹا
واللہ وہ ریشم سی ہتھیلی جس سے
پتھر جو کسی سے بھی نہ ٹوٹا، ٹوٹا

جب غار میں پوشیدہ تھے محبوبؐ اللہ
گویا ہوئے صدّیق ؓ سے توحیدؐ نگاہ
ڈالا ہے تمھیںؓ وہم و گماں میں کس نے
اللہ یقیناً ہے ہمارے ہمراہ

کھانے کے لیے پتّے ملا کرتے تھے
اللہ سے رحمت کی دعا کرتے تھے
محبوسِ بلا شعبِ ابی طالب میں
جان اپنی محمدؐ پہ فدا کرتے تھے

آخر تُبّع اوّل ہو کر پسپا
اسلام کا گرویدہ بصد شوق ہوا
تعمیر کیا آپؐ کی خاطر گھر بھی
اوصافِ محمدؐ میں قصیدہ بھی لکھا

صدیوں کے آتش کدے خاموش ہوئے
یزدان و اہرمن فراموش ہوئے
اَللّٰہُ اَحَد قومِ محمد ؐ نے کہا
ایران کے باشندے حق کوش ہوئے

سیرت رسول اکرمؐ سے ان واقعات کی تخریج اوران رباعیات کے مندرجات کی تعلیق کی ضرورت ہے۔ [یہ ایک مقالے کا موضوع ہے ۔مَیں نے اپنی یونیورسٹی (رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی ،فیصل آباد کیمپس) میں ایک ریسرچ سکالرکو (ایم فل اردو) کے مقالے کے لیے بشیر رزمی کا موضوع دیا ہے وہ اس پر تفصیل سے کام کریں گے] یہاں ایک رباعی کے حوالے کی

نشاندہی کی جا رہی ہے۔

تاریخ میں کیا کیا نہ حوالے نکلے
ایسے نہ کہیں چاہنے والے نکلے
لاٹھی کے سرے روشن اندھیرے میں ہوئے
اصحابِ محمدؐ بھی نرالے نکلے

سیدنا انس بن مالک۔ رضی اللہ عنہ۔ سے روایت ہے کہ:

سیدنا اُسید بن حُضیر اور سیدنا عباد بن بشر۔ رضی اللہ عنہما۔ حضور سیدنا رسول اللہ۔ فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے ایک بہت زیادہ تاریک رات میں۔ پس وہ دونوں آپ کی بارگاہ سے نکلے تو ان میں سے ایک کی لاٹھی روشن ہوگئی پس ان دونوں نے اس کی روشنی میں چلنا شروع کر دیا پس جب دونوں جدا ہوئے تو دوسرے کی بھی لاٹھی روشن ہوگئی۔

(فضائل الصحابۃ رضی اللہ عنہم اجمعین، صاحب السنن سیدنا عبدالرحمٰن بن احمد بن شعیب نسائیؒ، مترجم: محمد کریم سلطانی، مکتبہ صبح نور ص ۳۱۶)

یہ رباعی اسی واقعے کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ اس انداز کی تعلیقات طلب اور بھی کئی رباعیات ہے مثلاً

تلوار جونہی ٹوٹ کے بیکار ہوئی
نصرت کے لیے رحمتِ جبّار ہوئی
سرکار کی بخشی ہوئی سوکھی لکڑی
عکّاشہؓ کے ہاتھوں میں تلوار ہوئی

اک لیلا، سوا دو سیر جو کا آٹا
دعوت کا اہتمام جابرؓ نے کیا
مقبولِ دعا بن کے محمدؐ آئے
خندق والوں نے پیٹ بھر کر کھایا

بشیر رزمی کی رباعیات میں ایسے مقامات کی تعلیقات اور سندی حوالہ جات کی تخریج یقیناً ہماری تنقیداتِ نعت کو ثروت مند کرے گی۔

رزمی نے اپنی رباعیات کو عربی عبارات اور قرآنی آیات کے حوالوں سے مزّین کیا ہے اس سے نہ صرف ان کی نعت بابرکت ہوگئی ہے بلکہ اردو نعت میں ایک مستحسن روائت کی تجدید ہوئی ہے ہمارے کلاسیکی شعرا خصوصاً فارسی شاعر اپنی شاعری میں کہیں کہیں آیات قرآنی کے حوالے دیتے ہیں جن کے تلمیحاتی اور تلازماتی پہلوؤں سے اظہار مؤثر اور بلیغ ہو جاتا ہے۔ نئے نعت گو شاعروں کے فن میں قرآنی حوالے اور عربی عبارات کم کم جگہ پا رہے ہیں رزمی صاحب نے انہیں صحیح تلفظات کے ساتھ اور برمحل استعمال کر کے نہ صرف اپنی شاعری کو زیادہ بابرکت بنایا ہے بلکہ اپنے ہم نعت شاعروں کو بھی اس طرف متوجہ کیا ہے۔

عربی عبارات، قرآنی اور احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جملوں کی نشان دہی سے بشیر رزمی نے اپنی رباعیانہ نعت کو ثروت مند کیا ہے۔ عربی عبارات کے ٹکڑوں کا برمحل استعمال ان کے مطالعہ اور مہارت فن کی علامات ہے۔ ان عبارات کا استعمال، استعمال محض نہیں شاعر نے اپنے موضوع اور مضمون سے ان عربی جملوں کو ماہرانہ طور پر ہم آہنگ کیا ہے یہ استعمال بے ساختہ اور فطری ہے یہ رباعیاں دیکھئے۔

اّمت پہ ہیں بے شمار احسانِ رسولؐ
ہاتھوں میں رہے ہمیشہ دامانِ رسولؐ
کچھ سوچ سمجھ کے خرچ کر دنیا میں
مَاعَالَ مَنِ الْقَصَد ہے فرمانِ رسولؐ

پہچانیے دل کھول کے عظمت اُنؐ کی
گردانیے دل کھول کے وسعت اُنؐ کی
ثابت وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَک سے ہوا
محتاجِ تعارف نہیں رفعت اُنؐ کی

مکتب سے ملا اور نہ دفتر سے ملا
رستہ مجھے قرآن کے اندر سے ملا
یہ راز کہ اُمّت بھی ہے آلِ رسولؐ
اِنَّا اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ سے ملا

اللہ کے ہاتھوں میں سہی بست و کشاد
بیکار نہیں دہر میں تخلیقِ عباد
دیکھی ہے ’’ وَمَا رَمَیۡتَ ‘‘ میں شانِ نبیؐ
ہر آنچہ کند بندہ، خدا نیز کناد

تسخیر ہوئے شام و سحر اپنے لِیے
نخچیر ہوئے شمس و قمر اپنے لِیے
اللہ کے محبوبؐ کا صدقہ ہی تو ہے
تقدیر ہوئے نخل و ثمر اپنے لیے

اپنوں کے لیے غم سے گذرنے والےؐ
غیروں کے لیے دعائیں کرنے والےؐ
پا کر لَاتَقۡنَطُوۡا سے رحمت خبری
مرتے ہیں حضوؐر آپؐ پہ مرنے والے

کفّار سے دن رات ستم سہتے تھے
مستی میں ھُوَ اللّٰہُ اَحَد کہتے تھے
آزاد، غلامی میں رہی روحِ بلالؓ
گم عشقِ محمدؐ میں سدا رہتے تھے

اللہ نہ چاہے تو بھٹک جاتے ہیں راہ
بازار میں گر جاتی ہے غیرت کی کلاہ
دولت، شہرت اور حکومت کیا ہے
حَقّا! مَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللہ

کیا رات ہے کیا رات ہے سُبْحَانَ اللہ
انوار کی برسات ہے سُبْحَانَ اللہ
کیا خوب ہے ’’مَا زَاغَ بصر‘‘ کی منزل
تقریبِ ملاقات ہے سُبْحَانَ اللہ

ہر چند اندھیرے نے لگائے پہرے
چھٹتے ہی گئے ہیں پھر بھی بادل گہرے
’’مَا یَنْطِقُ‘‘ آئینۂ سیرت ہی تو ہے
صادقؐ بھی، امینؐ بھی محمدؐ ٹھہرے

دریائے رنگ و نور میں بہتا ہے
ہر موج اُسے سرور سا رہتا ہے
اللہ کا شکریہ ادا کرنے کو
دل صلِّ علیٰ مُحَمّدٍ کہتا ہے

’رحمت سرِ رحمت‘ کی رباعیوں میں کئی فنّی محاسن قاری کی توجّہ اپنی طرف کھینچتے ہیں ان محاسن میں خوش آہنگی قابل ذکر ہے انہوں نے اپنی رباعیوں میں کہیں کہیں حسن تکرار کے ذریعے ایک خوشگوار فضا پیدا کی ہے یہ رباعیاں دیکھئے۔

کیجے، کیجے! حضورؐ شفقت کیجے!
کیجے، کیجے، حضورؐ رافت کیجے!
محدود نہیں آپؐ کے احساں ہم پر
کیجے، کیجے، حضورؐ رحمت کیجے!

چہرہ چہرہ طاری ہوگی ہیبت
"نفسی، نفسی" سے اُبھرے گی رقّت
محشر میں گونجے گی پھر ایک پکار
یارب! میری اُمّت! میری اُمّت!

رباعیوں میں کہیں کہیں انہوں نے مصرعوں کے آغاز کو بھی ہم قافیہ بنا کر ایک صوتی خوش آہنگی پیدا کی ہے۔ اس ضمن میں یہ رباعیات دیکھئے۔

برکت ہے برکت ہے میلادِ رسولؐ
رافت ہے رافت ہے میلادِ رسولؐ
لازم ہے پڑھو انؐ پہ درود اور سلام
رحمت ہے رحمت ہے میلادِ رسولؐ
ملحوظ ہمیں ثواب سے رکھّا ہے
محظوظ ہمیں خطاب سے رکھّا ہے
رحمت کا کمال ہے محمدؐ کا وجود
محفوظ ہمیں عذاب سے رکھّا ہے

بشیر رزمی کہیں کہیں اندرونی قوافی میں رباعی کی صوتی فضا کو خوش آہنگ بناتے ہیں۔ مثلاً

اسرار کی تفہیم کِیا کرتے ہیں
افکار کی تنظیم کِیا کرتے ہیں
سارا ہی زمانہ ہے اُنھیؐ کا شاگرد
وہؐ آج بھی تعلیم کِیا کرتے ہیں

راحت ہیں وہیؐ سارے جہانوں کے لیے
رافت ہیں وہیؐ سارے جہانوں کے لیے
ہر چند، بہ ہر قریہ رسول آئے مگر
رحمت ہیں وہیؐ سارے جہانوں کے لیے

تسخیر ہوئے شام و سحر اپنے لیے
نخچیر ہوئے شمس و قمر اپنے لیے
اللہ کے محبوبؐ کا صدقہ ہی تو ہے
تقدیر ہوئے نخل و ثمر اپنے لیے

انہوں نے کہیں کہیں صوتی خوش آہنگی کے لئے رباعیات کے آغاز میں بھی قوافی برتے ہیں جو رباعیوں کی صوتی فضا میں خوش آہنگی پیدا کرتے ہیں ایسی کچھ رباعیاں دیکھئے۔

اسرار کی بارشیں ہوا کرتی ہیں
انوار کی بارشیں ہوا کرتی ہیں
آؤ کہ چلیں ہم بھی مدینہ کہ وہاں
کردار کی بارشیں ہوا کرتی ہیں

راحت ہیں وہیؐ سارے جہانوں کے لیے
رافت ہیں وہیؐ سارے جہانوں کے لیے
ہرچند، بہ ہر قریہ رسول آئے مگر
رحمت ہیں وہیؐ سارے جہانوں کے لیے

اُنظُرنَا شفقت والےؐ! اُنظُرنَا
اُنظُرنَا رافت والےؐ! اُنظُرنَا
جیسے بھی ہیں، اُمّتِ بیضا میں ہیں
اُنظُرنَا رحمت والےؐ! اُنظُرنَا

اللہ جسے دیدۂ بینا بخشے
اللہ کے انوار کے، دیکھے جلوے
اللہ محمدؐ کا آئینہ ہے
اللہ کا آئینہ محمدؐ ٹھہرے

رزمی کی رباعی میں غیر مردّف مصرعے، یک لفظی ردیف، دولفظی ردیفیں، سہ لفظی اور چارلفظی ردیفیں بھی مل جاتی ہیں ان کے بعض مصرعے دوحروف کے علاوہ ہمہ ردیف کا درجہ رکھتی ہیں مثلاً یہ رباعی دیکھئے۔

رافت کے لیے ذکرِ محمدؐ کیجے
رحمت کے لیے ذکرِ محمدؐ کیجے
اِس دور نے کچھ اور بڑھا دی ٹینشن
راحت کے لیے ذکرِ محمدؐ کیجے

یہاں پہلے رافت، رحمت، راحت کے علاوہ پہلے دوسرے اور چوتھے مصرعے ہم ردیف ہیں۔

محاکات نگاری کی نشاندہی اگرچہ پہلے بھی ہو چکی ہے مگر یہ وصف ان کی رباعی کے فنی محاسن میں زیادہ نمایاں ہے الفاظ کے ذریعے منظر کو مرقع بنانا ان کا وصف ہے انہوں نے اپنی تمثال گری سے کاغذ پر سیرتِ طیبہ کے کئی اوراق مصوّر کر دیئے ہیں۔

کہیں کہیں انہوں نے خوبصورت تراکیب وضع کی ہیں اس حوالے سے ہمارے نعت نگاروں کو توجہ دینی کی ضرورت ہے ڈکشن میں جدّت اور تازگی کے لئے ضروری ہے کہ پرانے انداز تراکیب سازی کی روشنی میں نئی نئی تراکیب وضع کی جائیں اور انہیں شائستگی سے تخلیقی عمل کا حصہ بنایا جائے رزمی کی رباعیوں میں یہ تراکیب دیکھئے۔ یہ نہ صرف ان کے نعتیہ فن بلکہ اردو نعت میں خوشگوار اضافہ ہیں۔

اونچی ہے جہاں میں شانِ عظمتؐ پیکر
اونچا ہے بہت مقامِ رفعتؐ پیکر
جلتے ہیں جہاں، جہاں پہ جبریل کے پر
گذرے ہیں وہاں، وہاں سے وسعتؐ پیکر

حمد باری تعالیٰ اور منقبت صحابہ، نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمنی مگر اہم موضوع ہیں اسی طرح الہات المومنین اور اہل بیت اطہار کا تذکار بھی نعتیہ مضامین کا حصہ ہے اس ذیل میں بشیر رزمی کی کچھ رباعیاں دیکھئے۔

میں عبد ترا اور تو معبود مرا
میں سجدہ گذار اور تو مسجود مرا
یک فکر ہوئے ایک عمل میں دونوں
مَیں تیرا مقصود تو مقصود مرا

اللہ کے مندوب ہیں محبوبِؐ خدا
ہر شخص کو مرغوب ہیں محبوبِؐ خدا
اللہ کے بندوں سے محبّت ہے انھیںؐ
کیا خوب ہیں کیا خوب ہیں محبوبؐ خدا

ایسا تو کسی دور میں یکسر نہ ہوا
جو ظلم ہوا انؓ پہ کسی پر نہ ہوا
تاریخِ شہادت میں یقیناً کوئی
ہم حوصلۂ سبطِ پیمبرؐ نہ ہوا

چھوٹوں سے سدا پیار نبھاتے تھے حضورؐ
گرتے ہوئے بچوں کو اُٹھاتے تھے حضورؐ
مقصود تھی اُمّت کے لیے راہبری
حسنینؓ کو شانوں پہ بٹھاتے تھے حضورؐ

تقویٰ کا لباس ہے لباسِ ایماں
لگتا ہے اسی میں خوبصورت انساں
کیا خوب ہے فکرِ عائشہؓ صدّیقہ
لاریب، رسولؐ ہیں سراپا قرآں

ممکن ہی نہیں ایسا کہیں ہم ٹھہرے
امواجِ محبّت سے جو باہم ٹھہرے
دنیا ہو کہ عقبیٰ، کوئی بھی عالم ہو
صدّیقؓ و عمرؓ آپؐ کے ہم دم ٹھہرے

سیرتی واقعات کو بشیر رزمی نے محاکاتی شان کے ساتھ رباعی بند کیا ہے رزمی کے بیان میں سلاست کے ساتھ ندرتِ اظہار بھی ہے چند الفاظ میں کس طرح وہ ایسی تصویریں پیش کر دیتے ہیں جن میں سیرت کے نمایاں واقعات چار مصرعوں میں سمٹ جاتے ہیں۔ یہ رباعیاں دیکھے۔

تلوار جونہی ٹوٹ کے بیکار ہوئی
نصرت کے لیے رحمتِ جبّار ہوئی
سرکار کی بخشی ہوئی سوکھی لکڑی
عکّاشہؓ کے ہاتھوں میں تلوار ہوئی

حلقے سے نکل کر پھسلی آنکھ جونہی
رخسارِ قتادہؓ پر آ کر ٹھہری
سرکار نے حلقے میں اٹھا کر رکھ دی
تابندہ ہوئی اور زیادہ چمکی

مقدور مدینے کا سفر ہو جائے
آسان ہمیں راہ گذر ہو جائے
دیدار تصوّر میں ہوا کرتا ہے
دیدار بظاہر بھی مگر ہو جائے

اک لیلا، سوا دو سیر جو کا آٹا
دعوت کا اہتمام جابرؓ نے کیا
مقبولِ دعا بن کے محمدؐ آئے
خندق والوں نے پیٹ بھر کر کھایا

تاریخ میں کیا کیا نہ حوالے نکلے
ایسے نہ کہیں چاہنے والے نکلے
لاٹھی کے سرے روشن اندھیرے میں ہوئے
اصحابِ محمدؐ بھی نرالے نکلے

دیکھا نہ گیا اُنؐ سا ادیبوں میں ادیب
پایا نہ گیا اُنؐ سا خطیبوں میں خطیب
اللہ نے ہم کلام ہونے کو کہا
آ جاؤ قریب اور قریب اور قریب

ملحوظ ہمیں ثواب سے رکھّا ہے
محظوظ ہمیں خطاب سے رکھّا ہے
رحمت کا کمال ہے محمدؐ کا وجود
محفوظ ہمیں عذاب سے رکھّا ہے

ٹھہرا تو کہاں جا کے مرا دل ٹھہرا
دیکھی جونہی قوسین کی منزل ٹھہرا
اللہ غنی خالق و مخلوق کا قرب
آئینہ کے ، آئینہ مقابل ٹھہرا

پاکستان سے محبت کے حوالے سے یہ رباعیاں دیکھئے۔ رزمی نے دو رباعیوں میں پاکستان کے نظریے، قیامِ استحقام، اور روشن امکانات کی کیا خوبصورت نشاندہی کی ہے۔

اپنا تو یہی خیر سے ایمان ہے بس!
اسلام کا مسکن پاکستان ہے بس!
فیضانِ محمدؐ سے یہاں کا آئین
قرآن ہے قرآن ہے قرآن ہے بس!

آکاش، تصرّف میں لانا ہے ہمیں
پرواز میں زور آزمانا ہے ہمیں
ہم صاحبِ معراج کے پیرو ٹھہرے
''غوری'' سے بھی آگے جانا ہے ہمیں

دعا بھی نعت کا ایک اہم حصہ ہے اس حوالے سے رزمی کی یہ رباعیاں دیکھئے۔

غفلت کے اسیروں پہ کرم ہو جائے
تقدیر پذیروں پہ کرم ہو جائے
بیٹھے ہیں حضورؐ آپؐ کے در پر ہم بھی
ہو جائے فقیروں پہ کرم ہو جائے

مقدور مدینے کا سفر ہو جائے
آسان ہمیں راہ گذر ہو جائے
دیدار تصوّر میں ہوا کرتا ہے
دیدار بظاہر بھی مگر ہو جائے

بشیر رزمی کی رباعیات کے فنی محاسن میں کم و بیش وہ تمام خصوصیات ملتی ہیں جن کا ذکر ہمارے شعری محاسن میں ملتا ہے۔ ان کی تراکیب سازی میں رحمیانہ نظر، توحید نگاہ، وسعت پیکر، رفعت پیکر، کیا خوبصورت تراکیب ہیں۔

کیا شانِ رسالت ہے رسولِؐ عربی
رحمت کی مسکراہٹیں زیرِ لبی
جو دشمنِ جاں زیر ہوئے بخش دیے
رحمت لقبی حقّا! رحمت لقبی

ہم نخلِ خزاں دیدہ، ثمر چاہتے ہیں
یعنی شبِ ہجراں کی سحر چاہتے ہیں
مٹتی ہی نہیں آپؐ کے دیدار کی پیاس
پھر ایک رحیمانہ نظر چاہتے ہیں

جب غار میں پوشیدہ تھے محبوبؐ اللہ
گویا ہوئے صدّیقؓ سے توحیدؐ نگاہ
ڈالا ہے تمھیںؓ وہم و گماں میں کس نے
اللہ یقیناً ہے ہمارے ہمراہ

اونچی ہے جہاں میں شانِ عظمتؐ پیکر
اونچا ہے بہت مقامِ رفعتؐ پیکر
جلتے ہیں جہاں، جہاں پہ جبریل کے پر
گذرے ہیں وہاں، وہاں سے وسعتؐ پیکر

کہیں کہیں شاعر نے چاروں مصرعوں کو ہم قافیہ کر دیا ہے اس سے رباعی کے غنائی ماحول پُرتاثیر پر کیا ہے یہ رباعیاں دیکھئے۔

سرشار و دلاویز ہوائیں دیکھیں
ایسی نہ کہیں اور فضائیں دیکھیں
اللہ کی رحمت کی ادائیں دیکھیں
مقبول مدینے میں دُعائیں دیکھیں

آنکھوں میں مری روضۂ سرکارؐ بھی ہو
ہونٹوں پہ مرے نغمۂ سرکارؐ بھی ہو
چلنے کے لیے جادۂ سرکارؐ بھی ہو
انوار فشاں جلوۂ سرکارؐ بھی ہو

کیا کیا نہ ہوا اُنؐ پہ خدا کا فیضان
کیا کیا نہ کِیا اُنؐ پہ خدا نے احسان
اُنؐ آنکھوں پر میری آنکھیں قربان
دیکھا جِنؓ آنکھوں نے سراپاؐ قرآن

بہ حیثیت مجموعی بشیر رزمی کی رباعیات، اردو نعتیہ رباعیات کی مختصر تاریخ میں ایک خوشگوار، جاندار اور شاندار اضافہ ہے شاعروں کے دواوین میں دوسری رباعیوں کے ساتھ کہیں کہیں حمد و نعت کی رباعیاں ملتی ہیں مگر اردو کی کلاسیکی روایت میں نعتیہ رباعیوں کے مجموعوں کی تعداد کم ہے اردو نعت کے معاصر منظر نامے میں (اگر اس کا آغاز قیام پاکستان سے کریں) رباعیات کے نعتیہ مجموعوں کی تعداد شائد انگلیوں پر گنی جا سکے اردو نعتیہ رباعیات کے مجموعوں میں بشیر رزمی کی 'رحمت سر رحمت' ایک منفرد اثاثے کا اضافہ ہے اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ اس مجموعے کو شرف قبولیت سے نوازے۔ اس مضمون کا اختتام رحمت سرِ رحمت کے سالِ اشاعت کی کچھ تاریخوں پر کر رہا ہوں۔ دعا ہے کہ

☆بشیر رزمی کی نعتیہ رباعیات ☆ رحمت سرِ رحمت بارگاہِ کبریا میں مقبول ہوں۔
۲۰۱۸ء ۲۰۱۸ء
☆نزہت رحمت سرِ رحمت سے معاصر نعت نگاروں کے اذہان و قلوب معطر ہوں اور بشیر رزمی کی یہ
سرمدی ۲۰۱۸ء کوشش نعتیہ رباعی نگاری کے اسالیب میں رجحان ساز ثابت ہو۔
☆ مکتبِ رحمت سرِ رحمت کا فیضان عام ہو۔ (آمین)
۲۰۱۸ء

دعا

جو لکھی رزمی نے حضرتؐ کی ثنا مقبول ہو
ربّنا مقبول ثم ، ربّنا مقبول ہو

واہ تجدیدِ ترانہ کا ہمہ مسعود شغل
فنِ دو بیتی سے پیمانِ وفا مقبول ہو

سعی مشکور اُس کی ہو، جو صرفِ دوبیتی ہوئی
جو ترانہ کے قرینے میں لکھا مقبول ہو

جو رباعی میں کہا اس نے بہ صد اخلاص و شوق
بارْوَر جذبے ہوں، وہ حبّ و ولا مقبول ہو

ربِّ ارحم! صدقۂ احمدؐ، طفیلِ اہلِ بیتؓ
نعت کے پیرائے میں جو کی دعا مقبول ہو

تجھ سے کیا مخفی ہے اے بینندۂ مافی الصدّ ور
جو نہ اب تک لکھ سکے وہ بھی شہا! مقبول ہو

جو نہ ڈھل پائی کسی شائستہ لے میں آج تک
اہلِ لکنت کی وہ سعی نارسا مقبول ہو

اشک بن کر چشمِ رحمت خواہ میں چمکی مگر
جو نہ لب تک آ سکی وہ التجا مقبول ہو

جو عطائے خاص گلزار رباعی کی ہے، یہ
نزہت رحمت سرِ رحمت ، خدا مقبول ہو
۲۰۱۸ء
مکتبِ رحمتِ سرِ رحمت بنے اسلوب عصر
۲۰۱۸ء
وردِ یا غفّار یا واسع، مرا مقبول ہو
۱۴۴۰ھ

ہے دعا احباب کی رحمتِ سرِ رحمت ریاض
بارگاہ کبریا میں حبّذا! مقبول ہو
۲۰۱۸ء

چند مزید تاریخیں

(۱)

رحمت سرِ رحمت
مقبول ہوں نعتیہ سب اس کے اشعار
تاریخ کو جس گھڑی ہوا دل تیار
ہاتف بولا تو لکھ اس کی تاریخ
سالِ ہجری یاواسع یاغفار
۱۴۴۰ء

(۲)

بشیر رزمی کے مصرعے کی روشنی میں
تیرا مصرع مہتابِ نعتِ پاک
نکلا تعبیرِ خوابِ نعتِ پاک
'تشویقِ محمد ہے مری راہنما'
وَا تجھ پر ہے بابِ نعت پاک
۲۰۱۸ء

(۳)

جس پل، رحمت سر رحمت کی
سوجھی تاریخ اشاعت کی
اور سوچ بچار کا دَر کھولا
تو ہاتف غیبی یہ بولا

سعدینِ قران ہے رزمی کا
یہ نعت کا اور رباعی کا
تا حشر رہے گا رخشندہ
رحمت سرِ رحمت تابندہ
۲۰۱۸ء

(۴) دعا
بارگاہ کبریا میں ہوں قبول
ہے دعا رحمت سرِ رحمت کے پھول
(۲۰۱۸)

◆……◆……◆……◆

محرابِ نعت: خورشید بیگ میلسوی

’محرابِ نعت‘ خورشید بیگ میلسوی کا نعتیہ مجموعہ ہے۔ خورشید ان نعت کاروں میں ہیں جو نعت لکھنے کے علاوہ اس صنف کے فروغ و تشہیر کے لئے بھی مقدور بھر کوششیں کرتے رہتے ہیں مختلف ثنا کاروں کے درمیان ایک مدحتی سفارت کار کے طور پر ان کی مساعی لائقِ تحسین ہے انہوں نے مختلف علاقوں کے نعت لکھنے والوں میں ایک رابطے کے طور پر جو کام کیا وہ ایک خداداد خیر سگالی (بلکہ نعت سگالی کا لفظ زیادہ موزوں ہے) کے روّیے کی آئینہ دار ہے۔

حفیظ تائب مرحوم کو جس کسی کا نعتیہ شعر اچھا لگتا اسے دوسروں تک پہنچاتے اکثر محافل میں اس کا ذکر کرتے اور اسے دہراتے نعت سگالی کا یہ روّیہ وِلا دوستوں میں ہوتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے بارے میں کسی فرد کی کہی ہوئی بات، خصوصاً منفرد بات کو عام کیا جائے تا کہ انؐ کی سیرت و کردار سے وابستگی اور شیفتگی بڑھے اور نعت کے جذبے کی ترسیل اور اس کی سفارت کاری میں مہمیز ہو ثنا طینتی یہ جذبہ خورشید کی طبیعت کا بھی خاصہ ہے۔ بقول علامہ اقبال:

؎ محبت چوں تمام افتد رقابت از میاں خیزد
طواف شعلۂ پروانہ با پروانہ می سازر

محبت کی تکمیل کا ایک اثر یہ ہوتا ہے کہ محبت کرنے والوں کے درمیان سے حسد اور رقابت کے جذبات ختم ہو جاتے ہیں جیسے بہت سے پروانے مل کر ایک شعلے کا طواف کرتے ہیں (آپس میں متصادم نہیں ہوتے بلکہ) ان کی محبت کا مرکز اور مرجع ایک ہوتا ہے۔ اسی طرح سچے نعت کار بھی

دوسروں کے نعتیہ تذکار کی آگے ترسیل کے بغیر رہ ہی نہیں سکتے ان کے رویوں میں بھی نعت سگالی اور نعت اندیشی اس طرح در آتی ہے کہ وہ اپنے پسندیدہ نعت پاروں کی آگے ترسیل کو اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں مگر جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا یہ رویے خداداد ہوتے ہیں بات خورشید کی اس خداداد صلاحیت سے چلی تھی کہ وہ نعت کے معاصر منظر نامے میں نعتیہ سفارت کاری کا یہ فریضہ بھی بخوبی سرانجام دے رہے ہیں۔

’محرابِ نعت‘ خورشید کی نعت نگاری غزل کی صنف و ہئیت پر مشتمل ہے آج کی نعت (بلکہ حمد و منقبت بھی) کا بڑا حصہ غزل ہی کی ہئیت میں تخلیق ہو رہا ہے خصوصاً قیام پاکستان کے بعد کی نعتیہ شاعری زیادہ غزل کے پیرائے میں تخلیق ہوئی یہ موضوع اردو ادب کی تحقیقی و تنقیدی تاریخ میں ایک جداگانہ مقالے کا متقاضی ہے کہ غزل کی صنف نے اردو کی دیگر بیسوؤں شعری اصناف میں یہ محبوبیت، مرجعیت اور ہر دلعزیزیت کیسے حاصل کی؟ اس کے تہذیبی، معاشرتی، لسانی اور غنائی محرکات کیا ہیں؟ خصوصاً اپنے علائم و رموز اور اسلوبیاتی اوصاف کے سبب یہ صنف اور ہئیت طرز اظہار کا سب سے بڑا وسیلہ بن گئی اور گزشتہ صدی میں خصوصاً ترقی پسند تحریک کے زیر اثر نظم کو (غزل کے مقابلے میں) آگے لے جانے کے شعوری تحریک بھی خاطر خواہ نتائج نہ پیدا کر سکی۔ جب کہ عقیدت نگاری (حمد، نعت اور منقبت) کا قریب قریب سارا اظہار غزل کی ہئیت میں ہو رہا ہے؟ خورشید کی نعت نگاری کے مطالعے میں جو بات نمایاں طور پر قاری کو متاثر کرتی ہے وہ ان کی غزل دوستی ہے انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی محبت و شیفتگی کے اظہار اور ان کی سیرت و کردار کے تذکار کے لئے غزل ہی کا وسیلہ استعمال کیا وہ غزل کے علائم و رموز اور اس کی تخلیقی صلاحیت سے آشنا ہونے کے باعث اس میں کامیاب رہے۔

ان کی نعت گوئی کے مطالعہ کا آغاز ہم ان کی نعتیہ زمینوں سے کرتے ہیں مجھے معاصر نعت میں سب سے زیادہ جو چیز متاثر کرتی ہے وہ نعت نگار کی جدت اور ندرت ہے جس کا اولین سراغ اس کی شعری زمینوں ہی سے ملتا ہے اہل فن اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ شعر کے پیرایہ اظہار

کا بڑا تعلق اس زمین (بحر، ردیف اور قافیہ کے ہم آہنگی) سے ہوتا ہے جس میں وہ اپنے محسوسات، مشاہدات، تجربات، جذبات اور خیالات کا اظہار کرتا ہے یہ زمین جتنی نادر، تازہ اور جدّت آمیز ہوگی شاعر اس میں اتنی ہی موثر شاعری کرے گا خورشید بیگ کے درج ذیل مطلعے دیکھئے یہ اپنے اندر تازہ کاری کے کیا امکانات رکھتے ہیں۔

بصد تکریم اپنے شوق کی تجدید کرتا ہوں
دُرودِ پاک سے میں نعت کی تمہید کرتا ہوں

جب تلک تیراؐ حوالہ نہیں لکھا جاتا
رُوئے قرطاس پہ مطلع نہیں لکھا جاتا

آپؐ ہی کو اقتضائے شش جہت لکھا گیا
آپؐ ہی کو مُبتدائے معرفت لکھا گیا

؎ کرم کی بھیک عطا ہو درِ سخاوت سے
تراؐ غلام ہے حاضر ترےؐ حضور، حضورؐ

ان تازہ زمینوں میں نعت نگاری کرتے ہوئے خورشید نے اپنے جذبات عقیدت کو جس طرح آمیز کیا ہے اس سے کئی تازہ شعر سامنے آئے ہیں یہ شعر نہ صرف خورشید کی نعت بلکہ معاصر اردو نعت میں اپنی تازہ کاری کے سبب قابل توجہ ہیں خصوصاً ان کیے پیرایہ اظہار اور طرز ادا نے اس میں ندرت اور تاثیر کے عناصر کو نمایاں کیا ہے۔ درج ذیل اشعار دیکھئے

سر پر ہو تیریؐ چادرِ رحمت تنی ہوئی
جب حاضری ہو داورِ محشر کے سامنے

طالبِ دید ہیں مدت سے سوالی آنکھیں
جانے کب دیکھیں ترےؐ روضے کی جالی آنکھیں

لالہ و گُل کا پیرہن ترےؐ نام
حسن و رعنائیء چمن ترےؐ نام

دیارِ نور مجھے اے خدا میسر ہو
مجھے مدینے کی آب و ہوا میسر ہو

ہو کر تریؐ سُنت سے بہ ہر گام گریزاں، ہیں ششدر و حیراں
گرداب میں ہے اُمتِ عاصی کا سفینہ، اے شاہِ مدینہؐ

خورشید بیگ میلسوی کا مجموعہ نعت ہے معاصر نعت کے اسلوبیاتی پیرائے میں غزل کی صنف و ہئیت کو جو انفرادیت حاصل ہے یہ مجموعہ بھی اس پیرایۂ اظہار میں ہے نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بظاہر ایک موضوع ہے اور اس کے ساتھ کوئی ہئیت مخصوص نہیں یوں ساری صنفیں اور ہئتیں اسی مبارک موضوع کے اظہار کے لئے ہیں ہر صنف کے کچھ ہئیتی تقاضے اور اوصاف ہوتے ہین اس حوالے سے نعتیہ افکار و موضوعات کے اظہار میں شاعری کے تمام محاسن در آئے ہیں قصیدہ، مثنوی، رباعی ___ نعت جس صنف میں بھی تخلیق ہوئی اس صنف کے مخصوص اوصاف نعت میں بھی سمٹ آئے، آج کا نعتیہ بیانیہ کم و بیش (پچانوے فی صد) نعت کی صنف پر مشتمل ہے لہٰذا اس صنف میں غزل کے محاسن از خود ایک تخلیقی شائستگی سے آ گئے ہیں خورشید غزل کی روائت سے آشنا شاعر ہیں لہٰذا ان کی نعتوں میں غزل کے علائم و رموز ایک قرینے (اور نعتیہ مضامین کے اظہار کے لئے مطلوب شائستگی) اور احترام سے آ گئے ہیں۔

نعت کے موضوع کو غزل کی ہئیت سے بہت فائدہ پہنچا واضح رہے کہ یہاں بات صرف نعت کی صنف کی ہو رہی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ غزل کی ہئیت مشرف بہ نعت ہو کر ایک اور کمال اور مہارت سے متصف ہوئی یوں حقیقت، تاثیر، واقعیت نگاری اور عقیدت نگاری کے کئی محاسن غزل کی روائت کا حصہ بنے اور ان کا شمول نعت کی صورت میں سامنے آیا بقول شاعر

؎ خوشا نصیب یہ ہجرت سخن کے یثرب سے
بنی ہے نعت جب آئی غزل مدینے میں

اسی خیال کو خورشید نے دیکھئے کس خوبصورت پیرائے میں ادا کیا ہے وہ کہتے ہیں

؎ صنعت نعت نے دی حسن ادا کی جدّت
اک نیا باب بلاغت کا' ادب میں اترا

اس شعر میں صنعت، نعت، حسن ادا، جدت، بلاغت اور ادب کے الفاظ کی تلازماتی وسعتوں پر غور کریں تو اس حقیقت کا اندازہ ہوتا ہے کہ غزل کی روایات میں جو ایک 'نیا باب' کھلا ہے وہ اپنے اندر کیسے کیسے امکانات رکھتا ہے اب اس شعر کے ساتھ خورشید کے ان شعروں کو بھی دیکھئے:

؎ مری نوائے شاعری کو معتبر بنا دیا
شعور نعت نے مجھے عظیم تر بنا دیا

؎ نعت لکھنے کو نئی طرز ہنر ہے درکار
روشنائی کی جگہ خون جگر ہے درکار

ان شعروں میں خورشید نے نعت کی صنف کے آداب، احترامات، اس موضوع کے اظہار کے لئے جدّت اور نادرہ کاری کی ضرورت کے ساتھ اس صنف کا شعور رکھنے والوں کو اس کے ثمرات، برکات اور اس اعتبار و وقار کی آ گاہی بخش دی ہے محرابِ نعت کا بین السطور مطالعہ کریں تو اس میں اس انداز کے کئی خیالات بالواسطہ یا بلا واسطہ نظر آئیں گے جس سے خورشید کی نعت کی

صنف سے عقیدت وو ابستگی کے ساتھ شاعری کے فن، ہنر اور دوسری مہارتوں کا سراغ بھی ملتا ہے خورشید کے تخلیقی شعور پر اس صنف کی اہمیت واضح ہے اور وہ عقیدت ومحبت کے پیرایہ ہائے اظہار کے لئے اس صنف کی اہمیت اور تاثیر سے بخوبی واقف ہیں۔

جیسا کہ پہلے نشاندہی کی گئی ہے کہ غزل کے علائم ورموز جب نعتیہ بیانیے کا حصہ بنے تو انہوں نے شاعر اور شاعری دونوں کو شرف آشنا اور عظمت شناس کیا خورشید چونکہ غزل کی روایت سے بخوبی واقف ہیں لہٰذا ان کے نعتیہ اظہار میں کم وبیش ان تمام فنّی محاسن اور اوصاف کی جھلک ملتی ہے جو غزل کی روائت سے خاص ہیں دوسرے معاصر نعت نگاروں کی طرح انہوں نے اپنی نعتوں میں ان اوصاف اور محاسن کا بھرپور فائدہ اٹھایا ہے بلکہ انہیں ایک نئی جہت عطا کی ہے ان کے درج ذیل نعتیہ شعر اپنی تخلیقی اٹھان میں غزل کے علائم ورموز ہی سے منسلک ہیں۔

؎ جس کو اک بار حضوری کا شرف مل جائے
اس کو ہر بار یہی بارِ دِگر ہے درکار

؎ مجھ پہ کھل جاتے ہیں اسرارِ جہان معنی
جب بھی لفظوں میں سراپا ترا تحریر کروں

؎ دیتا نہیں ہے مجھ کو بھٹکنے ترا خیال
آداب آشنا مرا وجدان نعت ہے

؎ ترا دھیان قصرِ گماں میں ہے، تری یاد حجرۂ جاں میں ہے
ترا ذکر وجہء قرارِ دل تُو مکین دل کے مکاں میں ہے

ے اب آپؐ کی سیرت ہی بچا سکتی ہے مجھ کو
دُنیا سے پڑا ہے مرا پالا ، شہِ والاؐ

اظہار کے ان اسالیب کے عقب میں اردو غزل کی روایت کی جھلک بہ آسانی دیکھی جا سکتی ہے۔ خورشید کی نعت میں منقبتی عناصر بھی جس قرینے سے اظہار پذیر ہوئے ہیں وہ قابل توجہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک، آپ کے اہل بیت اطہار، اصحاب مکرم کے حوالے سے یہ شعر دیکھئے:

حسن پیکر میں ڈھلا اور عرب میں اُترا
مہِ کامل بنو ہاشم کے نسب میں اُترا

خاندانِ بنو ہاشم کو چُنا ہے ربّ نے
آپؐ سے بڑھ کے کہاں عالی نسب ملتے ہیں

اُن کے قدموں پہ دل و جان نچھاور کر دوں
مجھ کو مل جائیں اگر تیرےؐ گھرانے والے

جاں دے کے تریؐ آلؓ نے یہ کر دیا ثابت
ہے سب سے گھرانہ تراؐ اعلیٰ شہِ والاؐ

وہ فقرِ بوذریؓ سے شناسا ہو کس طرح
خورشیدؔ احتیاج جسے مال و زر کی ہے

صداقتوں کا علم ہاتھ سے نہیں چھوٹا
یہی ہے وصفِ جلی آلِ بُوترابؓ کے بیچ

رشک کرتے ہیں ملائک جن کے اوجِ بخت پر
کس قدر عالی صفت ہے پنجتن کا سلسلہ

تیرےؐ اصحابؓ کی توصیف بیاں ہو کیسے
ہر صحابیؓ ہے ترا آنکھ کا تارا مجھ کو

نعتیہ شاعری (بلکہ شاعری کی ہر قسم) کا ایک حوالہ تمثال کاری ہوتا ہے۔ شاعر جتنے بڑے کینوس اور وژن سے شعروں میں لفظی تصویریں بناتا ہے اتنا ہی اس کی شاعری دلپذیر اور کشش آور ہو جاتی ہے خورشید نے اپنی نعتوں میں امیجز اور محاکات سے ترسیل جذبات کا جو کام لیا ہے وہ نہ صرف پُرتاثیر ہے بلکہ بلیغ اور بامعنی بھی ہے خصوصاً حِس آمیزی کے ذریعے جہاں اس نے حسیات کے مختلف شکلوں کو ملا کر اپنی عقیدت نگاری کو مصوّر کیا ہے۔ وہ مقامات قابل قدر ہیں ایسی جگہوں پر خورشید سمعی اور بصری امیجز کی آمیزش سے لفظوں سے صورت گری کا کام لیتا ہے اور اپنے قاری کو اس فضا میں لے جاتا ہے جہاں شعر تخلیق ہو رہا ہوتا ہے قاری کی حس جتنی تیز ہوں گی وہ سعی تخلیق مکرّر سے محاکات سے اتنا ہی زیادہ لطف اندوز ہوگا۔ مثلاً یہ شعر دیکھئے:

عالمِ خواب میں ترا گنبدِ سبز دیکھ کر
ایسے لگا کہ جس طرح اِذنِ وصال مل گیا

دلوں کے بند دریچے اُجال دیتا ہے
ترا کلام ہے اس درجہ پُر اثر آقاؐ

پُھول جھڑتے ہیں مرے نطق سے مہکار کے ساتھ
حظ اُٹھاتی ہے زباں نعتیہ اشعار کے ساتھ

فلک بھی دیکھتا رہتا ہے چشمِ حیرت سے
ہیں سجدہ ریز ملائک جہاں عقیدت سے

آپؐ کے سامنے سب ماند نظر آتے ہیں
حُسنِ یوسفؑ ، دمِ عیسیٰؑ ، یدِ بیضا مجھ کو

جب تصور میں ترا گنبدِ اخضر، باندھا
دیدۂ شوق نے فردوس کا منظر باندھا

دل میں جب اُتری محمدؐ مصطفےٰؐ کی روشنی
عرش تک پہنچی مرے حرف و صدا کی روشنی

بہ حیثیت مجموعی محراب مدحت معاصر نعت میں ایک خوشگوار اضافہ ہے غزل کی کلاسیکی شائستگی کے حامل اسلوب میں خورشید نے جس ندرت و جذت سے اپنے نعتیہ محسوسات کا اظہار کیا ہے نہ صرف ان کی متاعِ سخن بلکہ اردو نعت کے اثاثے میں ایک منفرد اضافہ ہے ان کی نعتیہ زمینوں اور پیرایہ تحریر میں ایک رجحان ساز کشش ہے ان کے نعتیہ آہنگ میں اندرونی قوافی دل پذیر تاثر پیدا کرتے ہیں ان کی زمینوں میں تازگی ہے الفاظ کی درو بست میں ایک ماہرانہ شان ہے مجھے امید

ہے نعت دوستوں میں ان کا نعتیہ مجموعہ عقیدت و محبت سے پڑھا جائے گا خورشید کے حوالے سے ایک نعتیہ رباعی پر میں اپنے تاثرات ختم کرتا ہوں۔

خورشید کا طرز کیا کہیں ہے کیسا؟
ہے خاص نئے ثنا نگاروں جیسا!
عکس آج کی نعت کے ہیں روشن جس میں
’محرابِ نعت‘ آئینہ ہے ایسا

❖……❖……❖……❖

لالۂ صحرائی کی نعت گوئی

لالۂ صحرائی اس دور کے ایک اہم نعت گو شاعر ہیں۔ ان کا شمار اُن نعت نگاروں میں ہوتا ہے جنھوں نے نعت نگاری کے مبارک فن کو عبادت کے طور پر برتا۔ ان کے متعدد نعتیہ مجموعوں کے مطالعے کے دوران جو احساس بڑی شدت کے ساتھ قاری کے ذہن و دل کو اپنی گرفت میں لیتا ہے، وہ نعت کے فن سے اُن کا وہ لگاؤ ہے جو مذہبی عبادات کا ساتھ قاری کے ذہن و دل کو اپنی گرفت میں لیتا ہے، وہ نعت کے فن سے اُن کا وہ لگاؤ ہے جو مذہبی عبادات کا جذب اور قرینہ رکھتا ہے۔ اُن کے مقاصدِ نعت میں برکت جوئی، نجات طلبی اور خاتمہ بالخیر کی تمنا نمایاں ہے۔ ان کی نعتوں میں متعدد بار ان مقاصد کی طرف اشارے ملتے ہیں۔ خصوصاً پایانِ عمر میں صنفِ نعت کی طرف رجوع کو وہ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم سمجھتے ہیں اور اسے اپنے حق میں نیک فال خیال کرتے ہیں۔ مرزا غالبؔ کی معروف غزلیہ زمین...... مآل اچھا ہے کہ اس شعر میں کہتے ہیں:

موت آئی ہے تو آئی ہے لبوں پر مدحت
زندگی اچھی نہ تھی، اس کا مآل، اچھا ہے

لالۂ صحرائی عقیدت و محبت اور مہارت و اطاعت کے ساتھ ساتھ دینِ اسلام سے وابستگی کو ایک مسلسل جہاد اور باطل قوتوں کے ساتھ ہمہ وقت برسرِ پیکار رہنے کا مکلّف بھی بناتے ہیں۔ اُن کے بقول:

اس کو نہیں ہے دینِ نبیؐ سے کوئی نسبت
باطل سے جو آمادۂ پیکار نہیں ہے

انہوں نے اپنی نعتوں میں دوسرے موضوعات کے علاوہ غزوات نگاری پر بھی توجہ دی

اور اس موضوع کے تخصّص سے اپنی نعت گوئی کو ایک انفرادیت عطا کی۔ اس حوالے سے غزواتِ رحمۃ للعالمینؐ ان کا جداگانہ قسم کا مجموعۂ نظم ہے (جس پر انہیں صدارتی ایواڈ سے بھی نوازا گیا)۔ ان نظموں میں انہوں نے کوشش کی ہے کہ حضور اکرمؐ کے تمام چھوٹے بڑے غزوات کو نظم کے پیرائے میں بیان کیا جائے۔ اس مجموعے میں لالۂ صحرائی نے بائیس (۲۲) غزوات کا احوال منظوم کیا ہے۔ ان نظموں میں انہوں نے جہاد و غزوات کی حکمت کے ساتھ ساتھ جہاد کی مقصدیت پر بھی روشنی ڈالی ہے اور آغازِ اسلام میں اس کی ضرورت و اہمیّت اور نتائج و اثرات کی بھی نشان دہی کی ہے۔ اردو نعت گو شاعروں میں اس انفرادیت پر بلاشبہ لالۂ صحرائی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اسلامی تاریخ اور سیرت النبیؐ کے اس پہلو کو تخصّص کے ساتھ منظوم کیا ہے۔ انہیں خود بھی اس کا احساس ہے، وہ کہتے ہیں:

شکر ہے اک اور نعمت مل گئی
آؤ اہلِ حق! مبارک باد دو
خوبیِ قسمت پہ قرباں جاؤں میں
نعت گو تھا، اب ہوا غزوات گو

لالۂ صحرائی کی غزوات پر لکھی گئی نظموں میں ان کے لب و لہجے کی وہی عناصر لَو دے رہے ہی جو اُن کی نعتوں کا خاصہ ہیں یعنی:

عاشقی، سادگی اور خلوص
میری نعتوں کی بنیاد

انہوں نے رزم و جہاد کے واقعات کے بیان میں بھی اپنی نعت گوئی کے اخلاص آمیز سادہ آہنگ کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ سادگی کے ساتھ روانی اور تاثیر نے ان رزمیہ غزوات ناموں کو اردو کی نعتیہ شاعری میں جس رنگِ خاص کا حامل بنا دیا ہے، اس کی مثال معاصر نعت نگاروں میں نظر نہیں آتی۔

لالۂ صحرائی نے غزوات کے حوالے سے نہ صرف اسلام میں جنگ و جہادِ کی اہمیت اور نزاکتوں کو قلم بند کیا ہے بلکہ دنیا بھر کی تہذیبوں، مذہبوں اور معاشرتوں کے مقابلے میں اسلام کے تصورِ ''جنگ'' کی جزئیات کو جس سادگی کے ساتھ شعر کے پیرائے میں بیان کیا ہے، آج کے

معاشرے میں ان تصورات اور روایات کے اعادے کی نہ صرف ضرورت ہے بلکہ اسے اقوامِ عالم تک پہنچانے کی مسلسل کوشش بھی آج کے مسلمان جنگی تجزیہ نگاروں کا فرض ہے۔

لالۂ صحرائی اسلامی تصورِ جنگ کو نمایاں کرتے ہوئے کہتے ہیں:

عدو کی کرنا نہ اِملاک نذرِ آتش تم
نہ پھینکنا کسی دشمن کو آگ میں اصلاً

ہوں چشمے پانی کے جو سر زمینِ دشمن پر
مضرتوں سے مجاہد کریں نہ آلودہ

دباؤ کتنا ہی حالات کا ہو تم پہ شدید
جو دشمنوں سے کیا ہو، کر وہ عہد ، وفا

نہ بھول کر بھی ہو بے حرمتی خواتین کی
ضرر رسانی نہیں اُن کی ذرّہ بھر میں روا

تمہارے ہاتھ سے بال ان میں مت کبھی آئے
خیال رکھنا، ہمیشہ ان آبگینوں کا

تواضع اس کی کرو دل کشا مروّت سے
جو ہاتھ آئے کوئی جنگی قیدی دشمن کا

درود سرورِ عالمؐ پہ جس کی رحمت نے
طریقِ جنگ کو تقدیس کا شرف بخشا

مختلف عنوانوں کے تحت لکھی گئی غزواتی نظموں کا مطالعہ جداگانہ مقالے کا متقاضی ہے۔ لالۂ صحرائی نے تسمیۂ غزوات، ضیائے بدر، خواب منتشر، تذلیل شر، بادِ اجل وغیرہ مختلف عنوانوں سے شاعری کی۔ انہوں نے غزوات کے احوال و واقعات کے بیان میں سیرت کی مستند کتابوں، تاریخِ اسالی، سیر و مغازی اور احادیث رسولؐ کی غیر متنازع روایات کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ ہمارے کئی شاعر خصوصاً جنہوں نے جنگ نامے اور میلاد نامے لکھے ہیں جنگی واقعات کے بیان میں مستند روایات کے ساتھ غیر معیاری واقعات بھی قلم بند کر جاتے ہیں۔ لالۂ صحرائی کے ہاں احتیاط اور تحقیق کے پہلو کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ وہ کتاب کے دیباچے ''نفیرِ قلم'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

> ''اپنی اس کاوش کے دوران میں نے غزوات کے انہی واقعات کو اخذ کیا ہے جن کے بارے میں سیرت کی اکثر مستند کتابوں میں اتفاق پایا جاتا ہے۔'' (ص:۲۴)

افکار و موضوعات کے پایۂ تحقیق کے ساتھ لالۂ صحرائی کی شاعری کا فنّی مقام بھی قابلِ ذکر ہے۔ سادگی، روانی، جوش و جذبہ، جذئیات نگاری کے ساتھ ان نظموں میں محاکات نگاری اور امیجری کے بڑے خوبصورت نمونے ملتے ہیں۔ ساکن، متحرک اور ڈرامائی تمثالوں نے نظموں کے فنی اعتبار میں اضافہ کیا ہے۔ شعر کی زمین میں کھلے قافیے (کا، کھلا، عظمٰی، اسوہ) نے روانی اور بہاؤ سے اس نظم نامے میں تاثیر کا جو اضافہ کیا ہے، وہ اختتام تک قاری کو اپنی گرفت میں رکھتا ہے۔ شاعر تو اس تخلیقی سفر میں شاملِ غزوات ہے ہی، قاری بھی اپنے آپ کو شاملِ واردات خیال کرتا ہے۔

چودھواں زخم، شمیم رخ، دو مژدے اور دستِ دل کشا۔ ان غزوات میں کئی نظم پارے ایسے ہیں جو لالۂ صحرائی کے واقعات کے زیرِ بیان سے محبت و وابستگی کے ساتھ ساتھ اُن کے تخلیقی شاعر ہونے کے شاہد بھی ہیں۔ لالۂ صحرائی کے جملہ نعتیہ اثاثے میں غزوات سے متعلق ان کی کاوش کا منفرد تخصص ہے جس سے وہ نہ صرف اپنے معاصر نعت نگاروں بلکہ اردو نعتیہ شاعری کی تاریخ میں بہت عزت و احترام کے ساتھ یاد کیے جائیں گے۔

نعتیہ شاعری کی تاریخ کا آغاز حضور اکرمؐ کے عہدِ مبارک میں لسانی جہاد سے ہوا تھا۔ حضرت حسان بن ثابتؓ اس قافلے کے سرخیل ہیں جنہیں خود دربارِ نبویؐ سے کفارِ مکہ کی ہجو کے جواب میں اس لسانی جہاد پر مامور کیا گیا تھا۔ یوں ہر زمانے کا نعت گو حضرت حسانؓ کی شعری روایات، نعتیہ مضامین اور سیرتی موضوعات کے تذکار سے کسی نہ کسی طور وابستہ ہے اور اپنی اس وابستگی ہر فخر و مباہات کا اظہار کرتا ہے۔ لالہؔ صحرائی نے بھی غزوات نگاری کے اس سلسلے کو اسی روایت سے منسلک کیا ہے جو حضرت حسانؓ سے شروع ہوئی تھی۔ وہ کہتے ہیں:

کہا یہ حضرت حسانؓ سے پیمبرؐ نے
جو اُن کے شعرِ مُرصّع سُنے پئے غزوہ
گُندھی ہے لفظوں میں اُن کے جہاد کی کاوش
عدو کے واسطے تیر و تفنگ ہیں یکجا
ملے اے کاش، مجھے بھی نبیؐ کی خوشنودی
ہوں میں بھی حضرتِ حسانؓ کے قبیلے کا

لالہؔ صحرائی کی نعتیہ شاعری کا بڑا حصّہ غزل کی صنف میں ہے لیکن انہوں نے دوسری اصناف کو بھی اپنی نعتیہ واردات کے اظہار کے لیے برتا ہے۔ دوسری اصناف میں نظم، سانیٹ، ہائیکو، مثنوی، قطعہ، رباعی اور نظم آزاد وغیرہ کی اصناف شامل ہیں۔ نعت کے لیے مختلف اور متنوع اصنافِ سخن کا استعمال جہاں ایک طرف ان کے فنّی دائرے کی وسعت کا عکاس ہے وہاں ان کے وفورِ جذبات کا مظہر بھی ہے۔ لالہؔ صحرائی نے پایانِ عمر میں نعت گوئی اختیار کی مگر جب وہ ادھر متوجہ ہوئے تو تادمِ مرگ اُن کے اس موضوع کے ساتھ غیر متزلزل وابستگی رہی۔ انہوں نے اپنے شعرِ نعت کے اولین مجموعے لالہ زارِ نعت کے آغاز میں ”کلمۂ شکر“ کے عنوان کے تحت اپنی وابستگیِ نعت کا اظہار کیا ہے وہ کہتے ہیں:

> ”آج سے قریباً چاہ ماہ قبل میرے دل و دماغ پر یک لخت نعت کا ترشح شروع ہو گیا اور وہ بھی اس تواتر کے ساتھ کہ ہفتے دس دن کے اندر ہی مَیں نے آٹھ دس نعتیں کہنے کی توفیق پالی...... نعت گوئی کے

> ابتدائی ترشح نے جلد ہی بارش کی صورت اختیار کر لی، حتیٰ کہ میں نے بعض اوقات شب و روز میں دو تین تین نعتیں کہنے کی توفیق پا لی۔ اس طرح میرے جذبۂ دروں نے کم بیش چار پانچ ماہ کے اندر مجھ سے ایک صد نعتیں کہلوا لیں......''۔

لالۂ صحرائی نے بعض اساتذہ کی معروف اور مستعمل غزلیہ زمینوں کو بھی اپنے نعتیہ محسوسات و خیالات کے لیے برتا ہے، ان میں مرزا غالبؔ، آتشؔ لکھنوی اور علامہ اقبالؔ کے علاوہ کلاسیکی اور معاصر شاعروں کی زمینیں بھی ہیں۔ غالبؔ کی معروف زمینیں:

حسنِ مہ گرچہ بہ ہنگامِ کمال اچھا ہے

میں لالۂ صحرائی نے تین کہی ہیں۔ ہم طرح زمینوں میں کہی جانے والی ایک نعت کا مطلع دیکھیے:

آ گیا رُوئے نبیؐ پر جو جلال، اچھا ہے
گھُل گیا ہے جو ستاروں میں گُلال ، اچھا ہے

اساتذہ کی چند اور معروف زمینوں میں لالۂ صحرائی کی نعتوں کے مطالعے دیکھیے:

دل میرا سینے سے باہر اب جو اُچھلا جائے ہے
کیا کوئی قاصد مدینے سے ، مرے گھر آئے ہے؟

مدینے جانے کا شوق زیادہ رکھتے ہیں
ریاضِ خُلد کا گویا ارادہ رکھتے ہیں

جو سچّی بات ہے سب سے، فقط وہ ہے کتابِ اللہ
بھروسے کے جو لائق ہے، وہ بس تقویٰ کا ہے کلمہ

جو ہم مدینے کی ہیں دل سے گفتگو کرتے
تو اس میں دوڑتے خوں کو ہیں مشکبُو کرتے

یا رب مری آنکھوں کو اُس نعت کا گریہ دے
عشاق کی محفل کو اشکوں سے جو چمکا دے

آقاؐ کا جو اسوہ ہے وہی نورِ مبیں ہے
اوہام کی ظلمت میں وہی صبحِ یقیں ہے

اُن کے اسوے کا جو اک عکس بشر ہو جائے
گر خزف ہو تو وہ تابندہ گہر ہو جائے

انہی کو مصطفٰی کہیے، انہی کو مجتبٰی کہیے
جب آئے یاد اُن کے ساتھ ہی صلِّ علٰی کہیے

اساتذہ اور معاصر شاعروں کی غزلیہ زمینیوں میں نعت لکھتے ہوئے لالۂ صحرائی نے نہ صرف ان زمینوں کے اندر نعتیہ امکانات کا سرغ لاگانے کی کوشش کی ہے بلکہ انہوں مشرف بہ نعت کر کے کئ ایسے خوبصورت نعتیہ اشعار بھی کہے ہیں جن سے ان زمینوں کے اندر فکری تازہ کاری کے کئ نئے در وا ہوئے ہیں۔ لالۂ صحرائی کے نعت کے مطالعے سے اخذ ہونے والی نمایاں نکات درج ذیل ہیں:

ا۔ نعت رسول اکرمؐ کی تخلیق ان کے لیے اللہ کی ثنا کی طرح ہے۔ وہ اسے اللہ کی حمد و تسبیح ہی کی توسیع خیال کرتے ہیں۔ بقول اُن کے ''نعت اللہ کی ثنا ہو جیسے'' یعنی تخلیقِ نعت عبادت کی طرح ایک مقدس فریضہ ہے۔ اس فرض کی ادائیگی بھی اپنے تمام احترامات و آداب کے ساتھ ہونی چاہیے جس طرح عبادت میں ریا کبھی پسندیدہ خیال نہیں کی جاتی، اسی طرح تخلیق نعت کے سارے مرحلے بھی کامل اخلاص و تقدس کے ساتھ ادا ہونے چاہئیں۔

۲۔ نعت گوئی اُن کے لیے محض زبانی اظہارِ محبت کا اعلان نہیں بلکہ یہ مبارک ن اس ذاتِ ستودہ صفات کے لائی ہوئی شریعت، احکامات، پیغام اور ضابطۂ حیات سے وابستہ قوانین وارشادات پر عمل کا توثیق نامہ ہے۔ یعنی یہ محبت، حُب، اطاعت اور سرشت ہے۔ نعت کی صنف اپنے خالق (شاعر) سے اس بات کا بھی تقاضا کرتی ہے کہ وہ حضورِ اکرمؐ سے اپنی عقیدت ومحبت کے اظہار کے ساتھ ساتھ ان کے شریعت کے تقاضوں کو بھی ملحوظ رکھے اور ان سے حتی الامکان عہدہ برآ ہونے کے لیے کوشاں رہے۔ ان کا یہ شعر دیکھئے:

رکھوں میں سیرتِ آقاؐ کا آئینہ، اپنے آگے
اور اپنے کردار کا اس میں چہرہ مہرہ دیکھوں

۳۔ لالۂ صحرائی کے لیے نعت گوئی جز وقتی، ہمہ وقتی مصروفیت ہے۔ وہ اسے زندگی بھر کا وظیفہ سمجھتے ہیں۔ قدرت نے انہیں جو زندگی کی نعمت دی ہے، وہ اسے نعت گوئی میں بسر کرنے کے ارادے کا اظہار نہیں کرتے بلکہ اس کے لیے مستعد ہیں۔ اس قرض کو فرض کی طرح ادا کرنے کے آرزومند ہیں۔ ان درج ذیل شعروں میں اسی شوق اور عزم کا اظہار ملتا ہے۔

زندگی کا ہے وظیفہ اب، یہی
نعت کی آمد کا رستہ دیکھنا

ضعف کے مارے ہوئی زندگی دشوار مری
جی رہا ہوں مَیں فقط نعت و ثنا کے دم سے

میں لکھتا ہوں بس آخرت ہی کی خاطر
قلم کو ہے میرے اسی حد میں رہنا

مغفرت چاہتا ہے، بندہ عاصی، مولا!
نعت گوئی کے عوض، تیری ثنا کے بدلے

یعنی لالۂ صحرائی کے لیے نعت گوئی زندگی کا وظیفہ ہے، جینے کا مقصد آخرت کی فلاح اور مغفرت کا ذریعہ ہے نیز ان کی زندگی میں شادابی بھی اسی کے سبب ہے۔ بقول ان کے:

زیست تھی، پھول سے، پھَل سے خالی
نعت سے پھُولی پھَلی یہ ڈالی

میں جی رہا ہوں، پیمبرؐ ہی کی ثنا کے لیے
مروں گا جب، تو مروں گا میں یوں بقا کے لیے

نصیب ہو، اُسے یا رب، زمیں مدینے کی
جو خشک ہو کے گرے، میری عمر کا پتّا

گرا ہوں پیشِ مواجہ میں اشک کی صورت
حضورؐ سے مرا یہ حال، جالیو! کہنا

کرتی ہے مدینے سے جو پرواز کوئی روح
پھیلاتے ہیں پھر قدسی بھی افلاک پہ بانہیں

لالۂ صحرائی کی لفظیات میں ماحول کے اثرات کا بے تکلفانہ پن ظاہر ہے۔ پنجابی زبان میں اور مقامی زبان کے لب و لہجے میں عام بولے جانے والے الفاظ ان کی نعت میں آ کر اُوپرے اور اجنبی محسوس نہیں ہوتے۔ ایسے الفاظ کے استعمال میں ان کے ہاں تکلف اور تصنع نہیں، سادگی اور فطری پن نمایاں ہے۔ جیسے اُن کے ذہن میں کوئی لفظ آیا، ویسے ہی وہ نعتیہ واردات کے اظہار کا ذریعہ بن گیا۔ اُن کے ہاں ایسے الفاظ میں سے کچھ کے بے ساختہ استعمال کی مثالیں دیکھیے:

جو صِدق و صفا سے ہے پُر میرا سینہ
تو کم علمی کا مجھ کو دیجیے نہ مہنا

پیش مواجہ جمگھٹا عشاق کا ہوا
میں بھی ہوں اس میں رحمتِ رحمان سے رَلا

رَلا تھا مٹی میں پر کاروانِ طیبہ میں
خدا کی رحمت بے پایاں سے رَلا ہوں میں

پھلے محشر میں، مرا نخل تمنا، یارب!
نعت کا بُور، شفاعت کا ثمر ہو جائے

یہاں مہنا (بمعنی طعنہ) رَلا (ملنا) کے علاوہ بُور کے لفظ کے استعمال میں بے ساختگی دیکھیے۔ یہ لفظ اگرچہ اردو میں بھی مستعمل ہے مگر یہاں اس کے استعمال میں کتنی بے ساختگی ہے اور یہ اپنے معنوی سیاق وسباق میں کتنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی نشان دہی کی گئی ہے کہ لالۂ صحرائی کی نعت میں ایک بے تکلفانہ سلاست اور روانی پائی جاتی ہے۔ ایسے الفاظ کا استعمال اسی بے تکلفی کا اظہار ہے۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ لالۂ صحرائی نے موضوعات کے تنوع کے ساتھ ساتھ اپنے زبان و بیان سے بھی نعت گو دل آویز بنا دیا ہے۔

اظہارِ واقعہ

ہُنر مجھ کو آتا نہیں شاعری کا
زبان اور اِنشا کا ماہر نہیں ہوں
ملی مجھ کو توفیقِ نعت مدحِ پیمبرؐ
فقط نعت گو ہوں، میں شاعر نہیں ہوں

(لالہ زارِ نعت)

◆……◆……◆……◆

خلدِ طیبہ: انجم تابانی

انجم تابانی کی نعت کا نمایاں وصف اُن کے اسلوبِ بیان کی سادگی ہے نعت کی روائت میں ہمیں بہت سے اسالیب ملتے ہیں کچھ اسلوب مفاہیم اور مضامین کے حوالے سے ہیں اور کچھ عرض و اظہار کے حوالے سے۔ بعض نعت نگار موضوعات میں سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، اُن کے فرمودات، پیغامات اور تعلیمات کا زیادہ بیان کرتے ہیں اور بعض اُنؐ سے محبت اور عقیدت کے اظہار پر توجہ دیتے ہیں اظہار میں بھی بعض کے ہاں عالمانہ شکوہ ہے بعض کے ہاں سرمستی و وارفتگی ہے کچھ شاعروں کے لب ولہجہ میں موسیقی و نغمگی کے عناصر نمایاں ہیں کچھ کے ہاں خطیبانہ انداز نمایاں ہے بعض شاعروں کا ملا جلا اسلوب ہے وقت کے ساتھ یا موضوع کے مناسبت سے ان کا طرزِ اظہار بدلتا رہتا ہے۔

انجم کی نعت میں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے سادگی نمایاں ہے یہ سادگی ہمہ پہلو ہے اور ان کی نعتیہ زمینوں میں، قوافی اور ردیف کے استعمال میں، موضوعات و مضامین کی تلاش میں اور ادائیگی بیان میں جا بجا دکھائی دیتی ہے اس کی وجہ اُن کی ذاتِ رسالتمابؐ سے محبت و عقیدت ہے وہ اس بارے میں جیسے محسوس کرتے ہیں اسی طرح اپنے قارئین تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں ان کے نعت کے وہی موضوعات ہیں جنہیں کم و بیش تمام شاعروں نے برتا ہے مگر انجم کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے کہیں بھی اپنے اظہار کو بوجھل نہیں ہونے دیا اسی سبب ان کے کلام میں کہیں فکری ثقالت اور اظہار میں کہیں ابہام نہیں ہے۔ اس سادگی و سلاست کے سبب ان کے نعتیں پڑھنے والے کو متاثر کرتی ہے سادگی ہی کے سبب ان کے ہاں جذباتی وارفتگی کا بیان زیادہ کھل کر ہوا

ہے ان کی حمد کے درج ذیل اشعار دیکھئے۔

ہر اک ذرّے کے لب پہ ہے ثنا تیری
کہ ہے درکار سب کو ہی رضا تیری
ذرّے ذرّے میں ہیں ملتے ترے آثار مجھے
جو بھی دیکھا ہے، ملا تیرا طلب گار مجھے

انجم تابانی نے کہیں کہیں قرآنی آیات کے ٹکڑوں کا برمحل استعمال کیا ہے ایسی تلمیحات نعت کے مضامین کو وقیع اور بلیغ بتاتی ہیں اسی طرح انہوں نے احادیث رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نعتیہ مضامین کشید کئے ہیں ان کے مضامین میں آپؐ سے محبت' آپ کے فرمودات اور فیضان کا تذکار، معجزات، مدینہ شریف، عقیدہ ختم نبوت اور شفاعت طلبی کے مضامین جس سلیقے سے استعمال ہوتے ہیں وہ نا صرف قاری کے دل پر اثر انداز ہوتے ہیں بلکہ نعت کی صنف کی روز افزوں مقبولیت کی عکاسی بھی کرتے ہیں۔

انجم تابانی کی نعت میں ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام نمایاں ہے اس امر کی (جو نعت کا لازمہ ہے) نشاندہی اس لئے کی جارہی ہے کہ عام طور پر عوام کی سطح پر آ کے سادہ نعت نگاری میں کبھی کبھار کوئی ایسی بات ہو جاتی ہے جس میں آنحضورؐ کی ذات، شخصیت، کردار، فرمودات اور پیغامات و فیضان کے حوالے سے لکھتے ہوئے کہیں استخفاف کا پہلو نکل آتا ہے عوام الناس میں مقبول ہونے والی نعتوں کا بغور جائزہ لیں تو ایسے احتمال اور اشتباہ کے حامل کئی مضامین مل جاتے ہیں انجم تابانی نے نعت کے تقدس اور اس صنف کے فنّی لوازمات اور تقاضوں کا خیال رکھا ہے وہ اپنی نعت کو احترام کی فضا میں رکھتے ہیں مضمون یا موضوع کوئی ہواُن کی کوشش ہوتی ہے کہ نعت کے مضامین اور اظہار میں ادب اور احترام کو ملحوظ رکھا جائے عقیدہ کی طرح عقیدت کے اظہار میں بھی وہ آداب کے قرینوں کو ملحوظ رکھتے ہیں۔

مولینا سید ابوالحسن ندوی نے نعت کی صنف میں صداقت اور اخلاص کی تعریف کرتے ہوتے لکھا ہے کہ:

> ’’ادب کا ایک اہم عنصر جس کو اکثر ناقدین فن نے نظر انداز کیا ہے اور جو ادب میں حقیقی روح اور طاقت پیدا کرتا ہے اور اس کو بقائے دوام بخشتا ہے، صداقت اور خلوص ہے اور اس عنصر کی جیسی نمود ’’دعا ومناجات‘‘ میں پائی جاتی ہے، ادب کی کسی اور صنف میں نہیں پائی جاسکتی ہے۔ پھر جب صاحبِ دعا، صاحبِ درد بھی ہو اور اس کو اپنے دردِ دل کے اظہار پر اعلیٰ درجہ کی قدرت بھی ہو تو پھر اس کی زبان سے نکلے ہوئے لفظ ادب کا معجزہ بن جاتے ہیں اور وہ الفاظ نہیں ہوتے بلکہ دل کے ٹکڑے اور آنکھ کے آنسو ہوتے ہیں اور وہ صدیوں تک ہزاروں انسانوں کو تڑپاتے رہتے ہیں، پھر جب ان مطالب کو ادا کرنے والی زبان وہ ہو جو وحی کی گزرگاہ اور فصاحت و بلاغت کی بادشاہ ہو، تو پھر ان کی تاثیر و اعجاز کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔‘‘

انجم تابانی کے مضامین نعت میں صداقت اور اظہار میں خلوص کے عنصر نے ان کی نعت گوئی میں دلچسپی اور جذب کی کیفیت پیدا کر دی ہے ان کی نعتوں میں مضامین تو وہی ہیں جو گزشتہ کئی صدیوں سے نعت میں استعمال ہو رہے ہیں انجم تابانی کا کمال ان کے اظہار کی سادہ روی اور سلاست ہے انہوں نے اس کا خاص خیال رکھا ہے کہ اردو خواں طبقے کے ہر سطح کے قاری کے مزاج اور ذہنی استعداد کو ملحوظ رکھا جائے اسی سبب ان کی نعتوں میں، ردیف و قوافی کے استعمال اور الفاظ و تراکیب کی دروبست میں سادہ کاری کے عناصر نمایاں ہیں اسی سادگی کے سبب ان کی نعتوں کا آہنگ دلکش اور زیادہ مترنم ہے ان کی نعتوں میں موجود غنائیت اسی آہنگ کی عطا ہے نعت خوانوں کے لئے خاصی طور پر انجم تابانی کی نعتیں میں ایک کشش ہے یوں ان کا استعمال مجلسی انداز نعت

کے لئے بھی بہت موزوں ہے۔

انجم تابانی کی نعتوں کے مضامین وموضوعات میں قرآنی واحادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عبارتیں اور حوالے نمایاں میں انہوں نے اپنے اشعار میں ان ماخذات سے فکری عناصر کشید کئے ہیں کہیں قرآنی الفاظ اور کہیں ایسے مختصر حصّے آتے ہیں کہ قاری کا ذہن ان آیات قرآنی کی طرف منتقل ہوجاتا ہے یہ ان کے قرآنی مطالعے اور معلومات کے سبب ہے قرآن سے رجوع نہ صرف نعت کو مزّین کرتا ہے بلکہ نعت کے فکری پہلو کو بھی اعتبار بخشتا ہے اسی طرح احادیث کی نشاندہی ہے نعت اصل میں آپؐ کی سیرت و کردار اور فضائل ومحاسن بھی کا بیان ہے لہٰذا نعت میں احادیث کے حوالے لفظاً یا معناً نعت کے مضامین وموضوعات کو وقار عطا کرنے میں انجم کی نعتوں میں قرآنی عبارتوں اور حوالوں کے کچھ نمونے دیکھئے:

قرآنی عبارتیں/حوالے:

''سَوفَیُعطِیکَ فَتَرضٰی'' کی یہی تفسیر ہے
آپؐ کا جنت میں جانا عاشقانِ مصطفےؐ

ترا ''والشّمس'' چہرہ ہے تری ''والّیل'' ہیں زلفیں
تجھے یکتا کیا رب نے شہاؐ ثانی کہاں تیرا

کوئی عمل مقبول نہیں ہے
آقاؐ کی سنت سے بڑھ کر

کیا بشر کی حیثیت خیر البشر کے سامنے
اور بصر کی شان ''مَا زَاغَ البُصر'' کے سامنے

قرآن نے فرمایا یہ ’’اُمّتِ وسطیٰ‘‘ ہے
چھوڑی ہے جو دنیا میں اُمت مرے آقاؐ نے

ہیں آپس میں رحیم و مہرباں وہؓ
’’اَشِدَّآءُ عَلَی الکُفَّارْ‘‘ سارے

بتلا رہی ہے آیہ ’’اَنَا بَشَرٌ ، مِثْلُکُمْ‘‘
ایسے بشر ہیں آپؐ جو ہیں بے نظیر بھی

اسی طرح انجم تابانی کی نعتوں میں احادیث کی نشان دہی کس طور ہوئی ہے اس کی کچھ مثالیں ملاحظہ ہوں

اُحد تھا جھوم اُٹھا چوم کر نعلین پا تیرے
اِسے ہے یاد ’’قُوْلُوْا لَااِلٰہ‘‘ کا وہ بیاں تیرا

اگر ہوتا میں کنکر ہاتھ پر کلمہ ترے پڑھتا
مَیں ہو کر بے زباں بھی کاش ہوتا ترجماں ترا

کہا ہے ’’رَبِّ ھَبْ لِیْ اُمَّتِیْ‘‘ رو رو کے غاروں میں
اُٹھے لے کر معافی آپؐ اُمت کی خطاؤں کی

جسے چاہیں ''لواء الحمد'' میں لے لیں
اُنہیں رب نے دیا اِذنِ شفاعت ہے

''مَنْ زَارَ تُرْبَتِی'' ہے بشارت رسولؐ کی
روشن نوید دیتے ہیں عاشق کو مصطفےٰ

درود وسلام کے عناصر ہر زبان کی نعت کا حصہ ہیں سورہ 'احزاب' میں درج فرمان الٰہی کی تکمیلیعنی یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْماً (56) سورہ احزاب کی بجا آوری میں امتِ مسلمہ نے درود سلام کو اپنے مستقل وظائف میں شامل کیا ہُوا ہے نعت نگار اپنے شعروں میں درود وسلام کا اعادہ کرتے ہیں نعت میں درود کی روائت آغازِ نعت ہی سے عربی و فارسی نعت گو شاعروں نے اپنی نعتوں میں درود وسلام کے جو نذرانے پیش کئے ہیں وہ ہمارے نعتیہ ادب کا اہم سرمایہ ہیں اردو شاعروں نے بھی مختلف انداز میں اپنی نعتوں میں درود وسلام کا اظہار کیا ہے کہیں ردیف کے طور پر اور کہیں نعتیہ اشعار کے آغاز اور درمیان میں ____ انجم تابانی کی نعتوں میں بھی یہ روایت لو دیتی ہے درج ذیل اشعار دیکھئے۔

درود وسلام:

ہو سدا وردِ زباں صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ
اِس نے تم کو ہے بچانا عاشقانِ مصطفےؐ

مسلماں پہ مرے اللہ کی رحمت ہے
درودِ مصطفےؐ کی دی جو نعمت ہے

درودِ پاک کی سجی ہیں محفلیں قدم قدم
تلاش میں ہیں عاصیوں کے رحمتیں قدم قدم

آپؐ پر میں درود پڑھ پڑھ کر
زندگی باوقار کرتا ہوں

کتنا ارفع ہے مقامِ مصطفےٰؐ صَلِّ علیٰ
آپ پڑھتا ہے خدا، صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ

زباں پر ورد جو صَلِّ علیٰ کا ہے
کرم سارا یہ محبوبِ خداؐ کا ہے

دوسرے مضامین نعت میں چند موضوعات کی نشاندہی اور ان کے حوالے سے ملے جلے اشعار کی مثالیں دیکھیے۔

○ اسمائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

بلاغت سے جو پُر ہے اور سلاست سے مزّین ہے
قلم کی سب کی سب شائستگی عشقِ نبیؐ سے ہے

مری ہر سانس وقفِ نعتِ احمدؐ ہے
ہے ہر دم آنکھ رہتی با وضو میری

آ گئے ہیں بن کے رحمت، رحمۃ للّعالمینؐ
لے کے وہ اذنِ شفاعتِ رحمۃ للّعالمینؐ

جس نے رسولِ پاکؐ سے دنیا میں کی وفا
اُس کو خدائے پاک نے جنت ہے کی عطا

وہؐ ہیں محبوبِ خدا سیّدِ مکی مدنیؐ
اور ہیں بحرِ عطا سیّد مکی مدنیؐ

ہے محمدؐ کے صدقے میں دنیا بنی
آپؐ کے دم سے ہے رونقِ زندگی

جنت کی دی نوید ڈرایا ہے آگ سے
تب ہی لقب ہے اُنؐ کا ''بشیر نذیر'' بھی

○روضہ رسول اور تذکار مدینہ

اِس کائنات میں ہے فقط روضۂ رسولؐ
دن رات جس پہ رحمتِ حق کا نزول ہے

خواہش ہے مرے دل کی جاکے نہ میں پھر لوٹوں
خوش طالع ہیں رہتے جو انسان مدینے میں

رحمت کے سبھی دریا طیبہ سے نکلتے ہیں
جاری ہمہ رہتا ہے فیضان مدینے میں

مجھ کو طیبہ کی حاضری ہو نصیب
یہ دعا بار بار کرتا ہوں

حسرت ہے مری بنتا مہمان مدینے کا
جبریلؑ امیں سا ہے، دربان مدینے کا

کہیں طیبہ بنا دیکھے نہ مر جاؤں
دلِ بے تاب کو یہ بے قراری ہے

○اہل بیت اور صحابہ کرام کا ذکر

سبز گنبد دیکھنے کی جستجو
زندگی بھر کی ہے آقاؐ آرزو

نہ آلِ محمدؐ سے رکھنا کدورت
دلوں کی کدورت خدا جانتا ہے

سرکارؐ ترے بگڑے سب کام سنواریں گے
تُو آلِ محمدؐ کی اِس دل میں وفا رکھنا

ہیں آپس میں رحیم و مہرباں وہؓ
''اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارْ'' سارے

ویسے تو بہت ہوں گے اخلاص کے یاں پیکر
دُنیا میں صحابہؓ سا ایثار نہیں دیکھا

○ متناسبات و متعلقات رسالت مآب

قدم جس 'جا' لگے میرے نبیؐ کے
وہاں اک نور ہے اک روشنی ہے

اب سوزنِ مدینہ سے سینا مرا کفن
حیرت سے دیکھتے ہیں منکر نکیر بھی

فنّی طور ہر سادگی بیان کے علاوہ انجم تابانی کی نعتوں میں جو قوافی اور بحور استعمال ہوئے ہیں وہ ان کی فن نعت سے رغبت اور محبت کی عکاسی کرتی ہیں انہوں نے اپنی کئی نعتوں میں جو بحور استعمال کی گئی ہیں وہ کتاب میں پڑھنے سے بڑھ کر لحن و ترنم سے سننے میں زیادہ مؤثر نظر آئی ہیں یہ مثالیں دیکھئے:

قوافی / بحور

درودِ پاک کی سجی ہیں محفلیں قدم قدم
تلاش میں ہیں عاصیوں کے رحمتیں قدم قدم

دھرتی تری گلاب اے شہرِ جمال و نور
ذرّے ہیں آفتاب اے شہرِ جمال و نور

درودوں کو لب پہ سجاتے سجاتے
کٹی زیست نعتیں سناتے سناتے

ردیفیں:

واسطہ شانِ کریمی کا ، غلاموں کو نہ اب
رکھے قدموں سے جدا، سیّدِ مکی مدنیؐ

دل میں حسرت ہے کہ ناموسِ رسالت پہ یہ جان
کروں سو بار فدا، سیّدِ مکی مدنیؐ

آپؐ کا ہو کے جیوں، آپؐ کی قدموں میں مروں
ہے یہی دل کی صدا، سیّدِ مکی مدنیؐ

ہر چیز بن چکی تھی، آدمؑ کو جب بنایا
میرے نبیؐ ہیں انجم ارض و سما سے پہلے

دنیا کی فضا اور ہے ، طیبہ کی فضا اور
لپٹی جو درودوں میں ہو، ہوتی ہے دعا اور

کب بلاتے ہیں مدینے مری سرکارؐ مجھے
دن میں یاد آتی ہے اُس شہر کی سو بار مجھے

آ گئے مصطفیٰؐ ، کھل اُٹھے گلستان مرحبا مرحبا
نُور سے ہو گیا سارا روشن جہاں مرحبا مرحبا

سادگیٔ بیان کی خصوصیت (جس کی پہلے بھی نشاندہی کی گئی ہے) کے حوالے سے ان کے بیسوؤں اشعار خلد طیبہ میں موجود ہیں مثلاً

سادگیٔ بیان:

درودوں کو لب پہ سجاتے سجاتے
کٹی زیست نعتیں سناتے سناتے

ہے عشقِ محمدؐ کا بھی اک سلیقہ
سلیقہ یہ آتا ہے بس آتے آتے

ہے محمدؐ کے صدقے میں دنیا بنی
آپؐ کے دم سے ہے رونقِ زندگی

کہیں طیبہ بنا دیکھے نہ مر جاؤں
دلِ بے تاب کو یہ بے قراری ہے

جو سو جائے لے کر نبیؐ کا تصوّر
مُقدّر اُسی شخص کا جاگتا ہے

''مدینہ مدینہ'' وظیفہ ہے میرا
سدا دل مدینے میں رہتا ہے میرا

خَلق میں بے مثل صورت آپؐ کی
دو جہانوں پر ہے رحمت آپؐ کی

اب ہے بجھنے کو چراغِ زندگی
اب تو ہو جائے زیارت آپؐ کی

انجم تابانی کی یہ فکری وفنی خصوصیات ان کی صنف نعت سے محبت کی گواہ میں انہوں نے نعت کی صنف کے حوالے سے اپنی محبت وعقیدت اور اس صنف کے شرف کا بھی اظہار کیا ہے درج ذیل شعر دیکھیے

وہ مجھ سے نعت لکھواتا ہے یوں انجم
خدا سے جس طرح ہو گفتگو میری

قرطاس پہ مدحت کی اک قوسِ قزح اُتری
انجم کے قلم پر کیا، اشعار کی آمد ہے

قلم کے بخت ہوتے ہیں بلندی پر
جب اُنؐ کی شان میں اشعار ہوتے ہیں

قلم کا کام ہے لکھنا ، سدا وہ لکھتا رہتا ہے
ثنائے مصطفیٰؐ لیکن جو کرتا ہے مبارک ہے

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ انجم تابانی کو توفیقات مزید سے نوازے (آمین)

مَیں ان تاثرات کو ایک رباعی پر ختم کرتا ہوں:

خُلدِ طیبہ کی روشن نعتیں
تابندہ تاروں کا درپن نعتیں
صفحہ صفحہ جگمگ جگمگ کرتیں
انجم تابانی کی کندن نعتیں

❖......❖......❖......❖

مطافِ حرف: مقصود علی شاہ

اردو نعت کے معاصر منظر نامے میں معیار اور مقدار دونوں حوالوں سے روز بروز اضافہ ہو رہا ہے نہ صرف برصغیر پاک و ہند میں جہاں اردو کا چلن عام ہے نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں نادرہ کاری کے نمونے سامنے آ رہے ہیں بلکہ اُردو کے مراکز سے دُور اُردو سے محبت کرنے والوں نے جو بستیاں آباد کی ہیں اُن میں بھی نعت کی صنف مقبول ہو رہی ہے۔ بقول میرزا عبدالقادر بیدل

؎ بہ ہر نظارہ حسنش شوخیِ رنگ دگر دارد
تصوّر چوں تواں کردن جمالِ بے مثالی را

نعت اور صاحبِ نعت کے کردار و سیرت کے جمال کی گونا گوں پرتیں نعت نگاروں کے محسوسات و مشاہدات کا حصہ بن رہی ہیں جیسے جیسے شاعر 'جمال بے مثالی' کی دنیا میں داخل ہوتے ہیں لب ولہجہ کی بوقلمونی اور زبان و بیان کے نئے نئے قرینوں کی تلاش اس سیّد الاصناف سخن جسے نعت کہتے ہیں کی نیرنگیوں سے شاعر کو متعارف کراتی ہے آپ اس صنف کے موضوعات و مضامین پر جتنا غور کرتے ہیں آپ اُس صنف کی بیکرانی اور زیادہ آشنا ہوتے جاتے ہیں۔

نعت کا موجودہ بیانیہ قریب قریب سارے کا سارا بغیر کسی خارجی تحریک کے چونکہ غزل کی صنف سے وابستہ ہو رہا ہے (بلکہ ہو چکا ہے) لہٰذا غزل کے علائم و رموز، اس کے معنوی میلانات اور طرز ہائے ادا غیر محسوس طور پر آج کی نعت میں پوری تابانی کے ساتھ جھلک رہے ہیں۔

اردو شاعری میں غزل کی صنف اور ہیئت جن تخلیقی محرکات اور فنّی سہولیات و روایات کے باعث آج کی سب سے زیادہ مستعمل، پسندیدہ اور مقبول عام صنف قرار پائی ہے اس کا سراغ ایک طویل تحقیقی و تجرباتی مطالعے کا متقاضی ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ آج کے تخلیقی منظرنامے میں سب سے زیادہ اظہار اسی ہیئت اور صنف میں ہو رہا ہے آج حمد، منقبت، سلام اور نعت کے جذبات و خیالات کا اظہار نظم، رباعی، مثنوی اور دوسری کلاسیکی اصناف سخن کے مقابلے میں اگر کسی صنف میں نمایاں ہُوا ہے تو وہ صنف غزل کی ہے۔

مقصود علی شاہ کی نعت پر اپنے تاثرات قلم بند کرتے ہوئے یہ تمہید از خود اس لئے زبان پر آ گئی کہ اور مقصود نے بھی آج کے دوسرے شاعروں کی طرح اپنے نعتیہ خیالات و جذبات کا اظہار غزل ہی کی صنف میں کیا ہے غزل کی ہیئت تخلیق کار سے جو مسلسل توجہ مانگتی ہے اس کا تعلق ردیف و قافیہ اور آہنگ و اوزان کے شمول سے برتی جانے والی شعری زمینوں سے ہے یہ زمینیں جتنی نادر الوقوع، ندرت خیز اور جدّت آمیز ہوں گی ان میں اظہار کے تنوع کے اتنے ہی امکانات زیادہ ہوں گے مقصود کے درج ذیل مطلعے دیکھئے:

لفظ، خاموش ہے اور دیدۂ حیرت چپ ہے
مرے محبوب مرا صیغۂ مدحت چُپ ہے

اُبھر رہی ہے پسِ حرف روشنی کی نوید
کہ تیری نعت ہے سرکارؐ زندگی کی نوید

حبس کے شہر میں اِک تازہ ہَوا کا جھونکا
بخدا نعت ہے بس اُن کی عطا کا جھونکا

چوم آئی ہے ثنا جھوم کے بابِ توفیق
کس سے ممکن ہے کرے کوئی حسابِ توفیق

گرفتِ حیرت و بہجت میں ہے وصال گھڑی
کہ میری زیست نے دیکھی ہے اِک کمال گھڑی

شبِ دیجور کو دے خوابِ کرم کا جلوہ
آنکھ کے طاق میں رکھ نقشِ قدم کا جلوہ

آپ کی رحمتِ بے پایاں کے اظہار کے رنگ
رنگ تو جیسے ہوئے گردِ رہِ یار کے رنگ

آپ کی آمدِ رحمت کے سبب ہیں قائم
حضرتِ آدم و حوا کے نسب ہیں قائم

مقصودعلی کی نعت نگاری کا نمایاں پہلواُن کی ایسی ہی نعتیہ زمینیں ہیں انہوں نے اپنے نعتیہ مضامین کے اظہار کے لئے نئی زمینیں تخلیق کی ہیں اہل نظر اس راز سے بخوبی واقف ہیں کہ اظہار میں خوبی اور ندرت کا سارا سحر ان زمینوں ہی کی عطا ہوتا ہے آپ کسی ایسے انداز، طرز، سانچے یا زمین میں کوئی نئی بات کر ہی نہیں سکتے جو سالہا سال سے استعمال ہو رہی ہو اور جسے اب تک سینکڑوں شاعروں نے برتا ہو جدّت و ندرت کی تلاش میں جب ہم مقصود کے نعتیہ کلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ان کے اس تخلیقی وصف کا احساس ہوتا ہے نعتیہ کلام میں ندرت کا بڑا

انحصار جس وصف اور اسلوب پر ہے مقصود اس سے بخوبی واقف ہیں ان کی انفرادیت کی تشکیل میں ان دوسرے عوامل کے ساتھ جن کا تعلق ان کی افتادِ طبع، طرز فکر و احساس اور مشاہدہ و مطالعہ سے ہے بڑا سبب ان کی جدت کوشی پر ہے۔ کچھ اور مثالیں دیکھئے:

شافعِ روزِ جزا، والیٔ جنت تُو ہے
مالکِ ہر دو سَرا، قاسمِ نعمت تُو ہے

اذن ہو جائے تو تدبیر سے پہلے لکھ لوں
نعت کے نور کو تنویر سے پہلے لکھ لوں

وہ میری نعت میں ہے، میری کائنات میں ہے
حیاتِ محوِ سفر اُس کے التفات میں ہے

ہاتھ میں تھامے ہوئے اُن کی عطا کا دامن
رشکِ ایجاب ہُوا حرفِ دُعا کا دامن

مقصود کی نعتیہ شاعری میں تراکیب کا استعمال بھی جدّت لئے ہوئے ہے انہوں نے اپنے نعتیہ خیالات کی ترجمانی میں کئی نئی تراکیب بھی وضع کی ہیں چند مثالیں دیکھئے:

صیغۂ مدحت، خامۂ عجز، حیطۂ فہم، رنگینیِ ترحیب، صوتِ خیر، چراغِ مدحت، عکسِ مضافاتِ حرم، رفعت میم، ظلِ انصاف، ثروتِ شوق، نثار شان و شرف، گمانِ تمثل، بحرِ بے اطراف، حیطہ فکر، کاسۂ تعلق، خیراتِ ثنا، قاسمِ حرف، قاسمِ اذن، سپردِ حرف، ربیعِ نور، ساعتِ نور، جادۂ بے سمت، چہرۂ کارگہہ حسن، صورتِ حیرتِ پیہم، حاصل صیضکن، غریب حرف، نسبت خیرالوریٰ، کمالات حمیدہ، شانہ نور، گرفت شوق سفر، مال عرصہ، ہجراں، جواد گنبد خضریٰ، رشکِ

ایجاب، سوار عرصہ وحشت، درایجاب وکرم، بابِ توفیق، غار ادراک، دعائے شکستہ حرف، رائق و نازک، شہود خالق مطلق، وجود خلق دو عالم ــــــ بعض جگہ انہوں نے اضافت کے بغیر الفاظ کے زوج بنائے ہیں انہوں نے اپنی خوبصورت ترکیب سازی سے بڑے خوبصورت شعر تخلیق کئے ہیں درج ذیل مثالیں دیکھئے:

خامہِ عجز سے ہوتی نہیں مدحت تیری
شوق بیتاب ہے ، جبریل کا پَر چاہتا ہے

حیطۂ فہم سے آگے کا سفر ہے معراج
اور معراج سے آگے کی حقیقت چُپ ہے

کاسۂ نطق میں خیراتِ ثنا مِل جائے
قاسمِ حرف مجھے حرفِ عطا مِل جائے

نکہت و رنگ کو ہے نسبتِ گُل کی حاجت
یعنی معراج تھی حیرت، پسِ حیرت تُو ہے

ترے اوصاف و کمالاتِ حمیدہ، واللہ
حمد کے رنگ میں لکھی گئی مدحت تُو ہے

انہوں نے اپنی نعتوں میں بعض نسبتاً کم مستعمل الفاظ کو بھی قرینے سے برتا ہے ان کا یہ مصرع دیکھئے

ے کیا تری زلف کو تفجیر سے پہلے لکھ لوں

اس میں تفجیر کا لفظ کتنی خوبصورتی سے استعمال ہُوا ہے اسی طرح اُن کے بعض شعروں میں تلازموں نے معنی آفرینی اور مفہوم کی گہرائی میں اضافہ کیا ہے مثلاً اُن کے یہ شعر دیکھئے:

جو اذن یاب ہوئے ہیں انہیں مبارک ہو
ہم ایسے خواب گروں کے سلام حاضر ہیں

کاش رہ جاؤں مدینے کا مقامی ہو کر
کاش تقدیر میں ایسی کوئی ہجرت آئے

ایک ہی لے میں ہیں سب لالہ و گُل مدح سرا
نعت تو جیسے ہوئی پورے چمن کی خواہش

حدیثِ قولی ہو، فعلی ہو یا کہ تقریری
زمانہ ان سے ہی لیتا ہے آگہی کی نوید

نثار شان و شرف پر ترے کہ جن کے سبب
غلام جسم نے پائی تھی خواجگی کی نوید

اِک دُعائے شکستہ حرف کو بھی
اُس کی بخشش نے محتشم رکھا

خود خطاؤں نے آنکھ جھپکا دی
اُس نے پیہم مگر کرم رکھا

یہ الگ بات کہ حیرت کرے، حسرت نہ کرے
دیدۂ شوق کہاں جائے جو مدحت نہ کرے

اُن کی مدحت نے دیا مجھ کو اجالا ایسا
بس مقدر سے عطا ہوتا ہے رستہ ایسا

دل کی حالت تو ہے ایسے کہ بتائے نہ بنے
سامنے آنکھوں کے ہے کعبے کا کعبہ ایسا

لب کا پیرایہ تو بے حد ہے ثقیل و جامد
مَیں ترا اسم کہیں بوسے کے اندر باندھوں

ترے جمال کے پہرے میں کائناتِ خیال
مَیں نعت کہنا تو چاہوں، کہوں تو کیسے کہوں

تمہارا اسم ہے آقا یا کوئی اسمِ طلسم
لبوں سے چوم نہ پاؤں، قلم سے لکھ نہ سکوں

آپ کا ذکر ہو اور صبح کی کرنیں جاگیں
آپ کی نعت ہو اور شام کا منظر مہکے

سیّدہ آپ کی تطہیر کی رحمت کے سبب
میری بیٹی کو ملے شرم و حیا کا دامن

مقصود کی نعت نگاری کی بنیاد جس جذبہ اور اپج پر ہے وہ تازگی سے عبارت ہے یہ تازگی اس کے محسوسات وخیالات سے لے کر اس کے لب ولہجہ اور اسلوب واظہار تک پھیلی ہوئی ہے جیسا کہ پہلے نشاندہی کی گئی ہے انہوں نے نعت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کئی تازہ زمینیں برتی ہیں غزل کی صنف اپنے برتنے والے سے تقاضا کرتی ہے کہ وہ ردیف وقافیہ کے سلسلے میں محتاط اور متوجہ رہیں غزل کی طرح نعت میں بھی قافیہ کلیدی کردار ادا کرتا ہے اور مضامین وموضوعات اور مشاہدات جذبات کی تمام پرتوں اور سطحوں کا انعکاس اسی کے ذریعے ہوتا ہے مختلف سمتوں سے آئے ہوئے مفاہیم، افکار اور ان کے تلازمے قافیے کے عدسے ہی سے مرتکز ہو کر نہ صرف اپنی تکمیل کرتے ہیں بلکہ شعر کے پورے معنوی منظر نامہ کو منضبط اور مربوط(Sizeable) کرتے ہیں لہذا فکری سلسلے کو قافیہ تک بخیر وخوبی پہنچانا شاعر کی ذمہ داری ہے بخیر وخوبی سے میری مراد ہے کہ اس بیانیے میں قافیہ رکاوٹ کی بجائے مہمیز ثابت ہو اس کا استعمال پرمحل، صحیح اور Introjective ہو یعنی خیالات کو مجتمع کرنے کا سبب ہو نہ کہ اس کا منتشر کرنے کا، یہی وجہ ہے کہ ایک ماہر اور باکمال شاعر قافیہ کے استعمال میں صرف تشویق نہیں تشویش اور فکر مندی میں مبتلا رہتا ہے وہ قافیے تک خیال کو اس نزاکت اور مہارت کے ساتھ لاتا ہے کہ قافیہ اس کے معنوی سلسلے پر توثیقی مہر کا سا کام کرتا ہے۔

ردیف کی اہمیت نعت میں قافیے کی طرح بلکہ بعض شکلوں میں اس سے بھی اہم ہے ردیف جتنی بڑی ہوگی تین لفظی، چار لفظی، یا پانچ لفظی ____ وہ نعت کی کیفیت اور مضمون میں اتنی

زیادہ کیفیت آفرینی کا سبب ہوگئی بعض شاعروں کے ہاں ردیف ہر شعر میں نعت کی معنوی فضا سے ہم آہنگ نہیں ہوتی آج کل میڈیا پر دیکھی یا سنی جانے والی کئی معروف نعتوں میں یہ بے توجہی کھٹکتی ہے جو خیال کی تفہیم اور تاثیر میں حارج ہوتی ہے ردیف مطلع اور دو دو تین شعروں تک تو نعت کی فضا سے ہم آہنگ ہوتی ہے پھر کئی شعروں میں وہ غیر متعلقہ حصہ شعر لگتی ہے اور ’بروزن بیت‘ ہر شعر میں ساتھ ساتھ چلتی ضرور ہے مگر اس کے خیال میں اضافہ نہیں کرتی۔

ان کی خوبصورت ردیفوں اور قافیوں سے اظہار پذیر ہونے والے چند خوبصورت اور مؤثر شعر دیکھئے:

خامہ و نطق پہ ہے کیسی عنایت تیری
مجھ سے بے ساختہ، ہو جاتی ہے مدحت تیری

رفعتِ میم سے اِک دال کی رعنائی تک
چار حرفوں کی ہے مقصود سخن کی خواہش

رُخ کو رکھا بہ روئے کعبہ، مگر
دل کو سُوئے مدینہ خَم رکھا

جو اذن ہو تو حضوری کے شہر جا پہنچے
مَیں آنکھ میں لئے پھرتا ہوں ایک خواب، حضور

شعر ہوتا تو کسی روپ میں ڈھل ہی جاتا
نعت تو نعت ہے رہتی ہے خیالوں سے پرے

روشنی ساتھ لئے جاتا ہوں سُوئے محشر
ساتھ رکھتا ہوں مَیں نعتوں کا حوالہ ایسا

زندگی قریۂ بے نام میں کھو ہی جاتی
آپ نے نام دیا، آپ نے تھاما آقا

شایانِ شان کچھ نہیں نعتوں کے درمیاں
اِک بے بسی سی ہے مرے حرفوں کے درمیاں

مقصود کی نعتوں کی مجموعی فضا ردائف وقوافی کے استعمال کی عمدہ مثالیں پیش کرتی ہے مگر کہیں کہیں انہیں اس بارے میں زیادہ محتاط بلکہ احوط ہونے کی ضرورت ہے مجھے امید ہے ان کا دوسرا مجموعہ ان کی نعت گوئی کے رجحان ساز منظر نامے کی صورت میں سامنے آئے گا۔

بقول شاعرِ نقاش نقشِ ثانی، بہتر کشد زا، دل

مجھے یقین ہے کہ آئندہ وہ اپنی تنہائیوں کا زیادہ حصہ نعت کو دیں گے، توقع ہے کہ ان کے ماہرانہ اسلوب اور تخلیقی وابستگی سے اردو نعت کو ایک باکمال شاعر نصب ہوگا میں اُن کے لئے دعا گو ہوں اور اپنے تاثرات اس رباعی پر ختم کرتا ہوں۔

صد شکر ثناؤں میں ہوئے ہیں صرف اب
الفاظ ہوئے سبھی کُشادہ ظرف اب
احباب کی انجمن میں لے کر آئے
مقصود علی شاہ مطافِ حرف اب

ان کے نعتیہ مجموعہ 'مطافِ حرف' کی اشاعت پر کچھ تاریخیں بھی درج ذیل ہیں۔

❖……❖……❖……❖

محراب نعت: خورشید بیگ میلسوی

’محرابِ نعت‘ خورشید بیگ میلسوی کا نعتیہ مجموعہ ہے۔ خورشید ان نعت کاروں میں ہیں جو نعت لکھنے کے علاوہ اس صنف کے فروغ و تشہیر کے لئے بھی مقدور بھر کوششیں کرتے رہتے ہیں مختلف ثنا کاروں کے درمیان ایک مدحتی سفارت کار کے طور پر ان کی مساعی لائقِ تحسین ہے انہوں نے مختلف علاقوں کے نعت لکھنے والوں میں ایک رابطے کے طور پر جو کام کیا وہ ایک خداداد خیر سگالی (بلکہ نعت سگالی کا لفظ زیادہ موزوں ہے) کے روّیے کی آئینہ دار ہے۔

حفیظ تائب مرحوم کو جس کسی کا نعتیہ شعر اچھا لگتا اسے دوسروں تک پہنچاتے اکثر محافل میں اس کا ذکر کرتے اور اسے دہراتے نعت سگالی کا یہ روّیہ وِلا دوستوں میں ہوتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے بارے میں کسی فرد کی کہی ہوئی بات، خصوصاً منفرد بات کو عام کیا جائے تا کہ انؐ کی سیرت و کردار سے وابستگی اور شیفتگی بڑھے اور نعت کے جذبے کی ترسیل اور اس کی سفارت کاری میں مہمیز ہو ثنا طینتی یہ جذبہ خورشید کی طبیعت کا بھی خاصہ ہے۔ بقول علامہ اقبال:

؎ محبت چوں تمام افتد رقابت از میاں خیزد
طواف شعلۂ پروانہ با پروانہ می سازر

محبت کی تکمیل کا ایک اثر یہ ہوتا ہے کہ محبت کرنے والوں کے درمیان سے حسد اور رقابت کے جذبات ختم ہو جاتے ہیں جیسے بہت سے پروانے مل کر ایک شعلے کا طواف کرتے ہیں (آپس میں متصادم نہیں ہوتے بلکہ) ان کی محبت کا مرکز اور مرجع ایک ہوتا ہے۔ اسی طرح سچے نعت کار بھی

دوسروں کے نعتیہ تذکار کی آگے ترسیل کے بغیر رہ ہی نہیں سکتے ان کے رویوں میں بھی نعت سگالی اور نعت اندیشی اس طرح در آتی ہے کہ وہ اپنے پسندیدہ نعت پاروں کی آگے ترسیل کو اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں مگر جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا یہ رویے خداداد ہوتے ہیں بات خورشید کی اس خداداد صلاحیت سے چلی تھی کہ وہ نعت کے معاصر منظر نامے میں نعتیہ سفارت کاری کا یہ فریضہ بھی بخوبی سرانجام دے رہے ہیں۔

’محرابِ نعت‘ خورشید کی نعت نگاری غزل کی صنف و ہئیت پر مشتمل ہے آج کی نعت (بلکہ حمد و منقبت بھی) کا بڑا حصہ غزل ہی کی ہئیت میں تخلیق ہو رہا ہے خصوصاً قیام پاکستان کے بعد کی نعتیہ شاعری زیادہ غزل کے پیرائے میں تخلیق ہوئی یہ موضوع اردو ادب کی تحقیقی و تنقیدی تاریخ میں ایک جداگانہ مقالے کا متقاضی ہے کہ غزل کی صنف نے اردو کی دیگر بیسوؤں شعری اصناف میں یہ محبوبیت، مرجعیت اور ہر دلعزیزیت کیسے حاصل کی؟ اس کے تہذیبی، معاشرتی، لسانی اور غنائی محرکات کیا ہیں؟ خصوصاً اپنے علائم و رموز اور اسلوبیاتی اوصاف کے سبب یہ صنف اور ہئیت طرز اظہار کا سب سے بڑا وسیلہ بن گئی اور گزشتہ صدی میں خصوصاً ترقی پسند تحریک کے زیر اثر نظم کو (غزل کے مقابلے میں) آگے لے جانے کے شعوری تحریک بھی خاطر خواہ نتائج نہ پیدا کر سکی۔ جب کہ عقیدت نگاری (حمد، نعت اور منقبت) کا قریب قریب سارا اظہار غزل کی ہئیت میں ہو رہا ہے؟ خورشید کی نعت نگاری کے مطالعے میں جو بات نمایاں طور پر قاری کو متاثر کرتی ہے وہ ان کی غزل دوستی ہے انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی محبت و شیفتگی کے اظہار اور ان کی سیرت و کردار کے تذکار کے لئے غزل ہی کا وسیلہ استعمال کیا وہ غزل کے علائم و رموز اور اس کی تخلیقی صلاحیت سے آشنا ہونے کے باعث اس میں کامیاب رہے۔

ان کی نعت گوئی کے مطالعہ کا آغاز ہم ان کی نعتیہ زمینوں سے کرتے ہیں مجھے معاصر نعت میں سب سے زیادہ جو چیز متاثر کرتی ہے وہ نعت نگار کی جدت اور ندرت ہے جس کا اولین سراغ اس کی شعری زمینوں ہی سے ملتا ہے اہل فن اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ شعر کے پیرایہ اظہار

کا بڑا تعلق اس زمین (بحر، ردیف اور قافیہ کے ہم آہنگی) سے ہوتا ہے جس میں وہ اپنے محسوسات، مشاہدات، تجربات، جذبات اور خیالات کا اظہار کرتا ہے یہ زمین جتنی نادر، تازہ اور جدّت آمیز ہوگی شاعر اس میں اتنی ہی موثر شاعری کرے گا خورشید بیگ کے درج ذیل مطلعے دیکھئے یہ اپنے اندر تازہ کاری کے کیا امکانات رکھتے ہیں۔

بصد تکریم اپنے شوق کی تجدید کرتا ہوں
درُودِ پاک سے میں نعت کی تمہید کرتا ہوں

جب تلک تیراؐ حوالہ نہیں لکھا جاتا
رُوئے قرطاس پہ مطلع نہیں لکھا جاتا

آپؐ ہی کو اقتضائے شش جہت لکھا گیا
آپؐ ہی کو مُبتدائے معرفت لکھا گیا

؎ کرم کی بھیک عطا ہو درِ سخاوت سے
تراؐ غلام ہے حاضر ترےؐ حضور، حضورؐ

ان تازہ زمینوں میں نعت نگاری کرتے ہوئے خورشید نے اپنے جذبات عقیدت کو جس طرح آمیز کیا ہے اس سے کئی تازہ شعر سامنے آئے ہیں یہ شعر نہ صرف خورشید کی نعت بلکہ معاصر اردو نعت میں اپنی تازہ کاری کے سبب قابل توجہ ہیں خصوصاً ان کے پیرایہ اظہار اور طرز ادا نے اس میں ندرت اور تاثیر کے عناصر کو نمایاں کیا ہے۔ درج ذیل اشعار دیکھئے:

سر پر ہو تیریؐ چادرِ رحمت تنی ہوئی
جب حاضری ہو داورِ محشر کے سامنے

طالبِ دید ہیں مدت سے سوالی آنکھیں
جانے کب دیکھیں ترےؐ روضے کی جالی آنکھیں

لالہ و گُل کا پیرہن ترےؐ نام
حسن و رعنائیء چمن ترےؐ نام

دیارِ نور مجھے اے خدا میسر ہو
مجھے مدینے کی آب و ہوا میسر ہو

ہوکر تریؐ سُنت سے بہ ہر گام گریزاں، ہیں ششدر و حیراں
گرداب میں ہے اُمتِ عاصی کا سفینہ، اے شاہِ مدینہؐ

خورشید بیگ میلسوی کا مجموعہ نعت ہے معاصر نعت کے اسلوبیاتی پیرائے میں غزل کی صنف وہئیت کو جو انفرادیت حاصل ہے یہ مجموعہ بھی اس پیرایۂ اظہار میں ہے نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بظاہر ایک موضوع ہے اور اس کے ساتھ کوئی ہئیت مخصوص نہیں یوں ساری صنفیں اور ہئتیں اسی مبارک موضوع کے اظہار کے لئے ہیں ہر صنف کے کچھ ہئیتی تقاضے اور اوصاف ہوتے ہین اس حوالے سے نعتیہ افکار و موضوعات کے اظہار میں شاعری کے تمام محاسن در آئے ہیں قصیدہ، مثنوی، رباعی ___ نعت جس صنف میں بھی تخلیق ہوئی اس صنف کے مخصوص اوصاف نعت میں بھی سمٹ آئے، آج کا نعتیہ بیانیہ کم وبیش (پچانوے فی صد) نعت کی صنف پر مشتمل ہے لہٰذا اس صنف میں غزل کے محاسن از خود ایک تخلیقی شائستگی سے آ گئے ہیں خورشید غزل کی روائت سے آشنا شاعر ہیں لہٰذا ان کی نعتوں میں غزل کے علائم و رموز ایک قرینے (اور نعتیہ مضامین کے

اظہار کے لئے مطلوب شائستگی) اور احترام سے آ گئے ہیں۔

نعت کے موضوع کو غزل کی ہئیت سے بہت فائدہ پہنچا واضح رہے کہ یہاں بات صرف نعت کی صنف کی ہو رہی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ غزل کی ہئیت مشرف بہ نعت ہو کر ایک اور کمال اور مہارت سے متصف ہوئی یوں حقیقت، تاثیر، واقعیت نگاری اور عقیدت نگاری کے کئی محاسن غزل کی روائت کا حصہ بنے اور ان کا شمول نعت کی صورت میں سامنے آیا بقول شاعر

؎ خوشا نصیب یہ ہجرت سخن کے یثرب سے
بنی ہے نعت جب آئی غزل مدینے میں

اسی خیال کو خورشید نے دیکھئے کس خوبصورت پیرائے میں ادا کیا ہے وہ کہتے ہیں

؎ صنعت نعت نے دی حسن ادا کی جدّت
اک نیا باب بلاغت کا' ادب میں اترا

اس شعر میں صنعت، نعت، حسن ادا، جدت، بلاغت اور ادب کے الفاظ کی تلازماتی وسعتوں پر غور کریں تو اس حقیقت کا اندازہ ہوتا ہے کہ غزل کی روایات میں جو ایک 'نیا باب' کھلا ہے وہ اپنے اندر کیسے کیسے امکانات رکھتا ہے اب اس شعر کے ساتھ خورشید کے ان شعروں کو بھی دیکھئے:

؎ مری نوائے شاعری کو معتبر بنا دیا
شعور نعت نے مجھے عظیم تر بنا دیا

؎ نعت لکھنے کو نئی طرز ہنر ہے درکار
روشنائی کی جگہ خون جگر ہے درکار

ان شعروں میں خورشید نے نعت کی صنف کے آداب، احترامات، اس موضوع کے اظہار کے لئے جدّت اور نادرہ کاری کی ضرورت کے ساتھ اس صنف کا شعور رکھنے والوں کو اس کے

ثمرات، برکات اور اس اعتبار و وقار کی آ گاہی بخش دی ہے محرابِ نعت کا بین السطور مطالعہ کریں تو اس میں اس انداز کے کئی خیالات بالواسطہ یا بلا واسطہ نظر آئیں گے جس سے خورشید کی نعت کی صنف سے عقیدت و وابستگی کے ساتھ شاعری کے فن، ہنر اور دوسری مہارتوں کا سراغ بھی ملتا ہے خورشید کے تخلیقی شعور پر اس صنف کی اہمیت واضح ہے اور وہ عقیدت و محبت کے پیرایہ ہائے اظہار کے لئے اس صنف کی اہمیت اور تاثیر سے بخوبی واقف ہیں۔

جیسا کہ پہلے نشاندہی کی گئی ہے کہ غزل کے علائم و رموز جب نعتیہ بیانیے کا حصہ بنے تو انہوں نے شاعر اور شاعری دونوں کو شرف آشنا اور عظمت شناس کیا خورشید چونکہ غزل کی روایت سے بخوبی واقف ہیں لہٰذا ان کے نعتیہ اظہار میں کم و بیش ان تمام فنّی محاسن اور اوصاف کی جھلک ملتی ہے جو غزل کی روائت سے خاص ہیں دوسرے معاصر نعت نگاروں کی طرح انہوں نے اپنی نعتوں میں ان اوصاف اور محاسن کا بھر پور فائدہ اٹھایا ہے بلکہ انہیں ایک نئی جہت عطا کی ہے ان کے درج ذیل نعتیہ شعر اپنی تخلیقی اٹھان میں غزل کے علائم و رموز ہی سے منسلک ہیں۔

ے جس کو اک بار حضوری کا شرف مل جائے
اس کو ہر بار یہی بارِ دِگر ہے درکار

ے مجھ پہ کھل جاتے ہیں اسرارِ جہان معنی
جب بھی لفظوں میں سراپا ترا تحریر کروں

ے دیتا نہیں ہے مجھ کو بھٹکنے ترا خیال
آداب آشنا مرا وجدان نعت ہے

؎ ترؐا دھیان قصرِ گماں میں ہے، تریؐ یاد حجرۂ جاں میں ہے
ترؐا ذکر وجہءِ قرارِ دل تُوؐ مکین دل کے مکاں میں ہے

؎ اب آپؐ کی سیرت ہی بچا سکتی ہے مجھ کو
دُنیا سے پڑا ہے مرا پالا ، شہِ والاؐ

اظہار کے ان اسالیب کے عقب میں اردو غزل کی روایت کی جھلک بہ آسانی دیکھی جا سکتی ہے۔ خورشید کی نعت میں منقبتی عناصر بھی جس قرینے سے اظہار پذیر ہوئے ہیں وہ قابل توجہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک، آپ کے اہل بیت اطہار، اصحاب مکرم کے حوالے سے یہ شعر دیکھئے:

حسن پیکر میں ڈھلا اور عرب میں اُترا
مہِ کامل بنو ہاشم کے نسب میں اُترا

خاندانِ بنو ہاشم کو چُنا ہے ربّ نے
آپؐ سے بڑھ کے کہاں عالی نسب ملتے ہیں

اُن کے قدموں پہ دل و جان نچھاور کر دوں
مجھ کو مل جائیں اگر تیرےؐ گھرانے والے

جاں دے کے تریؐ آلؑ نے یہ کر دیا ثابت
ہے سب سے گھرانہ ترؐا اعلیٰ شہِ والاؐ

وہ فقرِ بوذریؓ سے شناسا ہو کس طرح
خورشیدؔ احتیاج جسے مال و زر کی ہے

صداقتوں کا علم ہاتھ سے نہیں چھوٹا
یہی ہے وصفِ جلی آلِ بُوترابؓ کے بیچ

رشک کرتے ہیں ملائک جن کے اوجِ بخت پر
کس قدر عالی صفت ہے پنجتن کا سلسلہ

تیرےؐ اصحابؓ کی توصیف بیاں ہو کیسے
ہر صحابیؓ ہے ترؐا آنکھ کا تارا مجھ کو

نعتیہ شاعری (بلکہ شاعری کی ہر قسم) کا ایک حوالہ تمثال کاری ہوتا ہے۔ شاعر جتنے بڑے کینوس اور وژن سے شعروں میں لفظی تصویریں بناتا ہے اتنا ہی اس کی شاعری دلپذیر اور کشش آور ہو جاتی ہے خورشید نے اپنی نعتوں میں امیجز اور محاکات سے ترسیل جذبات کا جو کام لیا ہے وہ نہ صرف پُر تاثیر ہے بلکہ بلیغ اور بامعنی بھی ہے خصوصاً حِس آمیزی کے ذریعے جہاں اس نے حسیات کے مختلف شکلوں کو ملا کر اپنی عقیدت نگاری کو مصوّر کیا ہے۔ وہ مقامات قابل قدر ہیں ایسی جگہوں پر خورشید سمعی اور بصری امیجز کی آمیزش سے لفظوں سے صورت گری کا کام لیتا ہے اور اپنے قاری کو اس فضا میں لے جاتا ہے جہاں شعر تخلیق ہو رہا ہوتا ہے قاری کی حس جتنی تیز ہوں گی وہ سعی تخلیق مکرّر سے محاکات سے اتنا ہی زیادہ لطف اندوز ہوگا۔ مثلاً یہ شعر دیکھئے:

عالمِ خواب میں ترؐا گنبدِ سبز دیکھ کر
ایسے لگا کہ جس طرح اِذنِ وصال مل گیا

دلوں کے بند دریچے اُجال دیتا ہے
تراؐ کلام ہے اس درجہ پُر اثر آقاؐ

پُھول جھڑتے ہیں مرے نطق سے مہکار کے ساتھ
حظ اُٹھاتی ہے زباں نعتیہ اشعار کے ساتھ

فلک بھی دیکھتا رہتا ہے چشمِ حیرت سے
ہیں سجدہ ریز ملائک جہاں عقیدت سے

آپؐ کے سامنے سب ماند نظر آتے ہیں
حُسنِ یوسفؑ ، دمِ عیسیٰؑ ، یدِ بیضا مجھ کو

جب تصور میں تراؐ گنبدِ اخضر، باندھا
دیدۂ شوق نے فردوس کا منظر باندھا

دل میں جب اُتری محمدؐ مصطفےٰؐ کی روشنی
عرش تک پہنچی مرے حرف و صدا کی روشنی

بہ حیثیت مجموعی محراب مدحت معاصر نعت میں ایک خوشگوار اضافہ ہے غزل کی کلاسیکی شائستگی کے حامل اسلوب میں خورشید نے جس ندرت و جذت سے اپنے نعتیہ محسوسات کا اظہار کیا

ہے نہ صرف ان کی متاعِ سخن بلکہ اردو نعت کے اثاثے میں ایک منفرد اضافہ ہے ان کی نعتیہ زمینوں اور پیرایہ تحریر میں ایک رجحان ساز کشش ہے ان کے نعتیہ آہنگ میں اندرونی قوافی دل پذیر تاثر پیدا کرتے ہیں ان کی زمینوں میں تازگی ہے الفاظ کی دروبست میں ایک ماہرانہ شان ہے مجھے امید ہے نعت دوستوں میں ان کا نعتیہ مجموعہ عقیدت و محبت سے پڑھا جائے گا خورشید کے حوالے سے ایک نعتیہ رباعی پر میں اپنے تاثرات ختم کرتا ہوں۔

خورشید کا طرز کیا کہیں ہے کیسا؟
ہے خاص نئے ثنا نگاروں جیسا!
عکس آج کی نعت کے ہیں روشن جس میں
’محرابِ نعت‘ آئینہ ہے ایسا

◆……◆……◆……◆

مینارۂ رنگ ونور: نصیر احمرؔ

کی نعت گوئی کے سفر کا ایک اہم اور تازہ پڑاؤ

ارضِ پاک کے دوسرے شہروں کی طرح ساہیوال کے شاعروں نے بھی نعت کے معاصر منظر نامے میں حضورِ اکرمؐ سے عقیدت ومحبت کے لازوال نمونے پیش کیے ہیں نصیر احمر اسی طیّب کارواں کے فرد ہیں جنہوں نے اپنی تخلیقی کارکردگی کا نمایاں حصہ صنفِ نعت میں صرف کیا ہے۔ ''مینارۂ رنگ ونور'' اُن کا نعتیہ مجموعہ ہے اس سے پہلے ان کی تصانیف میں ______ ''جاگ رہی ہے چاندنی'' (غزل ونظم) ''سفر پلِ صراط کا'' (حمد ونعت) ''سجدۂ شوق'' (حمد ونعت) ''تیرے نشاں شام وسحر'' (حمدیہ کلام) ''حرفِ سکوں'' (نعت ومنقبت) شائع ہو چکے ہیں۔

ان کا سلسلۂ تلمّذ معروف نعت گو حضرتِ بہزاؔد لکھنوی اور مشہور شاعر شبنم رومانی سے ملا ہوا ہے وہ تصوف کے ایک اہم سلسلۂ نسبت سے بھی منسلک ہیں قبلہ پیر سید چراغ النبی شاہؒ صاحب گیلانی نقشبندی، جماعتی سے ان کا انسلاک فخر ومباہات کا باعث ہے خصوصاً نقشبندیہ میلانِ تصوّف کے اثرات ان کے ثنائیہ کلام میں بہ آسانی تلاش کیے جا سکتے ہیں۔

''مینارۂ رنگ ونور'' (آغازِ کتاب کی ایک دو حمدوں کے علاوہ) تمام تر نعتیہ کلام پر مشتمل ہے یہ نعتیہ کلام بھی ایک دو نظموں کے علاوہ غزل کی ہئیت میں ہے۔ معاصر نعت گوئی کا ایک انتہائی اہم حصہ غزل کی صنف ہی میں اظہار پذیر ہوا ہے۔ اس کی متعدد وجوہات ہیں اولاً غزل کی مقبولیت کہ کم وبیش تمام شاعر اسی صنف سے آغازِ شاعری کرتے ہیں دوم غزل کا خاص مزاج جس کی روایت ہمارے ہاں نظم کی نسبت زیادہ گہری جڑیں رکھتی ہے۔ غزل کے مخصوص علائم

ورموز اسالیب انداز نعت کی صنف میں آ کر بہتر اظہار گر ثابت ہوئے غزل کی ریزہ کاری قافیہ و ردیف کا اہتمام اس کی مخصوص بحروں اور زمینوں نے جدید نعت کو جس تسلسل اور قوت کے ساتھ متاثر کیا یہ ایک جداگانہ تنقیدی و تحقیقی مقالے کا موضوع ہے۔ سرِ دست یہ نشاں دہی ضروری ہے کہ ''مینارۂ رنگ و نور'' کے شاعر نے بھی حضورِ اکرمؐ سے اپنی عقیدت و وابستگی اور فرویت و جاں سپاری کے لیے غزل ہی کو اختیار کیا۔ نصیر احمؔر کی نعت کے فن کے مطالعے میں پہلی توجہ اُن کی نعتوں کی زمینوں اور بحروں کی طرف جاتی ہے۔ نصیر احمؔر کے ہاں ان کے استعمال میں ایک فکری بے تکلفی ہے اُن کا اندازِ بیاں سہل و سادہ ہے۔ انہوں نے حضور اکرمؐ سے اپنی محبت کے اظہار میں جس تخلیقی جوہر کو پیشِ نظر رکھا وہ ان کی یہی سادگی ہے اس سادگی کے سبب ان کی نعتیہ زمینوں میں غنا اور آہنگ کے دلآویز کیفیات بھی پیدا ہوئیں۔ اُن کا نعتیہ کلام نعت خوانی کے لیے نہ صرف ممد و معاون بلکہ تاثیر کے عناصر بھی رکھتا ہے۔

خصوصاً اُن کی یہ نعتیں:

عمر جتنی بھی ہے، اسی دُھن میں گزاری جائے
آپؐ کے ذکر سے ہر رات سنواری جائے

نصیؔر آلِ احمدؐ پہ قربان ہو جا
ہے جن کی قرابت درخشاں درخشاں

لب و لہجہ اور نعت خوانی کے اعتبار سے متاثر کرتی ہیں۔ نعت گوئی کا منصب اور مقام ویسے بھی فطری بے ساختگی کا خواستگار ہوتا ہے شاعر جس عظیم ہستی کی بات کر رہا ہوتا ہے اور جس ہستی سے مخاطب ہوتا ہے وہاں زورِ سخن اور تکلّف و تصنع کی بجائے عاجزی اور انکساری کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے نصیر احمؔر کی نعتوں میں بھی یہ وصف نمایاں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت، اُن سے شفاعت طلبی کی درخواست اُن کی فیضان کا تذکرہ، آپؐ کی ذاتِ ستودہ صفات اور آپؐ کی سیرتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کا بیان نصیر احمؔر کی نعتوں کے موضوعات ہیں۔ نعت گوئی اُن کا ایک ایسا شرف ہے جسے وہ اپنی زندگی کا حاصل سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں:

نعت گوئی مری پہچان بنا دے یا رب!
سرِ محشر یہ مری کار گزاری جائے

مِلے گا نعت گوئی کا بھی انعام
سرِ محشر پکارا جب نبیؐ نے

نعتِ نبویؐ کے دوسرے موضوعات میں اُن کی اوّل و آخر توجہ اور محبت حضورؐ اور ان کے متناسبات سے ہے جس میں مدینہ سرِ فہرست ہے جس کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے کہا ہے۔ ''آں خنک شہرے کہ آنجا دلبر است'' نصیر احمؔر کہتے ہیں۔

مدینہ دیکھ لوں یا رب! مری تمنا ہے
یہی ہے پہلی، یہی آخری تمنا ہے

نعت پھر ہونے لگی تصویرِ گنبد دیکھ کر
کر لے احمؔر اب تُو دل کا بُوستاں آراستہ

اس شہرِ پُر بہار کے جلوے ہیں ہر طرف
آنکھوں کو مُوند لُوں تو وہ دل میں دکھائی دے

مدینہ منورہؐ اور روضہ مبارک کی تصویر سے اُن کی طبیعت کو نعت گوئی کی تحریک ملتی ہے اس لپک نے اُن کی تنہائیوں کو مدینہ رُو کر رکھا ہے۔ اُن کے خواب و خیال میں مدینہ ایک بابرکت مہمیز اور طیّب تحرّک کا کام کرتا ہے سرکارِؐ مدینہ سے ان کی نسبت کو جِلا بخشتا ہے اور اُن کی طبیعت کو نعت گوئی کی طرف راغب رکھتا ہے۔ اس لپک، مہمیز اور تحرّک سے انہوں نے اپنی نعتوں میں کئی دلآویز نمونے تخلیق کیے ہیں وہ فیضانِ محمدیؐ سے نہ صرف آپ متاثر ہیں بلکہ وطن عزیز میں بھی اس کی خیر پاشی سے ماحول میں بہتری کے خواستگار ہیں اُن کی دعا ہے کہ

غارت گری کا ہر سُو، ہے آج دور دورہ
ظلمت کا اس وطن سے ہر نقش تُو مٹا دے

انہوں نے نعتوں کی کئی خوبصورت زمینیں بھی تخلیق کی ہیں درج ذیل مطلع دیکھیے ۔

جب ہُوا میں اُنؐ کے در پر شادماں پہلے پہل
میرے اندر کِھل اُٹھے صد گلستاں، پہلے پہل

آپؐ کی خاطر ہُوا سارا جہاں، آراستہ
یہ زمیں آراستہ، یہ آسماں، آراستہ

نصیر احمر کے مزاج کی نادرہ کاری اُن کی زمینوں میں نمایاں ہے شادماں، گلستاں کے قافیے کے ساتھ 'پہلے پہل' اور آراستہ' کی ردیف تازہ نعت گوئی کے کئی امکانات کے دِروا کرتی ہے۔ یہ شعر دیکھئے

خوشبو اُتر رہی ہے مرے جسم و جاں میں
کیا لطف آ رہا ہے سحر کی اذاں میں

جھُک رہے ہیں درخت بہرِ سلام
وجد میں سبزہ زار، دیکھتا ہوں

مدینہ شریف سے اُن کی محبت مسجدِ نبویؐ کی ازاں اور مدینہ منورہ میں صبح و شام کے مناظر وہ نعتیں جوانہوں نے ماحولِ مدینہ اور اپنی حاضری کے حوالے سے لکھی ہیں سچے تجربات اور واردات کے تاثرات لیے ہوئے ہیں ایسی نعتوں میں آورد کی بجائے ''آمد'' اور ''شنیدہ'' کی بجائے ''دیدہ'' کی کیفیات قاری کو بہت متاثر کرتی ہے ان کے یہ شعر دیکھئے:

نعتیں پڑھیں حضورؐ کے روضے کے سامنے
پیش نظر سلام کئے، جو بھی تھے لکھّے

احمؔر ہر اک تھا موئے بدن وجد آفریں
جب نعت پڑھ رہا تھا مواجہ کے سامنے

یہ مدحِ خاص ہم کو ودیعت ہوئی نصیؔر
آئے ہیں جب سے لوٹ کے اُس آستاں سے ہم

اک نظر دید کی خیرات عطا ہو آقاؐ
مطمئن ہو کے وطن کو یہ بھکاری جائے

مدینہ دیکھ لوں یارب! مری تمنا ہے
یہی ہے پہلی، یہی آخری تمنا ہے

چُومے شاہوں نے اُنؐ کے
نقشِ پا، سبحان اللہ

ان اشعار میں مدینے کی حاضری کے ساتھ نصیر احمؔر کی دلی کیفیات کا بیان بہت متاثر کن ہے۔ روضہ مبارک کے سامنے اور ماحولِ مواجہ میں نعت پڑھنے میں جو بہجت اور سرشاری ہے اس نے شاعر کو جس طرح اپنی گرفت میں لے رکھا ہے اس سے نعت پڑھنے والا بھی متاثر ہوتا ہے وہ تصورات میں اپنے آپ کو شاعر کا ہم جذبہ اور احساس پاتا ہے اور شاعر کے اظہار کی دلآویزی اور شیفتگی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

''مینارۂ رنگ ونور'' میں کچھ نعتیں داخلی جذبات اور کیفیات سے بھرپور ہیں اُن کی درج ذیل مطلع کی ایک نعت ایسے ہی اسلوب کی حامل ہے یہ ایک خاص کیفیت کا مسلسل بیان ہے یوں محسوس ہوتا ہے نصیر احمؔر نے سادگی سے جیسے ایک ہی سانس میں زیرِ لب سرگوشی کے انداز میں یہ نعت مکمل کی ہے۔

سر بسر جرم و خطا ہوں آقاؐ
دست بَستہ میں کھڑا ہوں آقاؐ

اس نعت میں شاعر نے جس شیفتگی اور محویت کا اظہار کیا ہے وہ متاثر کن ہے نصیر احمؔر نے مولانا جامیؒ سے منسوب نعت نسیما جانب بطحا گزر کن کی خوبصورت تضمین بھی کی ہے۔ اُن کی ایک نظم ''گزارش'' کے نام سے ہے جو بہت متاثر کرتی ہے۔

معاصر نعتیہ منظر میں جیسا کہ پہلے نشاندہی کی جا چکی ہے۔ زیادہ تر نعت غزل کی ہئیت میں ہوئی ہے لہٰذا آج کی نعت کا ایک بڑا حصہ غزل آمیز ڈکشن کے اجتماعی دھارے میں اظہار پذیر ہوا ہے کبھی کبھار نظم میں نعت نظر آتی ہے تو ایک جداگانہ لطف دے جاتی ہے ''گزارش'' آزاد نظم کی ہئیت میں ہے سطر بہ سطر سرشاری میں گندھی ہوئی یہ نظم ایک کامیاب تاثیر کا حامل اختتام رکھتی ہے۔

بہ حیثیت مجموعی ''مینارۂ رنگ و نور'' نصیر احمؔر کی نعت گوئی کے سفر کا ایک اہم اور تازہ پڑاؤ ہے۔ اُمید ہے مستقبل میں وہ اپنے اس مبارک سفر کو جاری رکھیں گے اور اپنی تخلیقی تنہائیوں کا بڑا حصہ نعت گوئی کے مبارک فن میں صرف کریں گے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نعت کے باب میں ان کی مزید توفیقات سے نوازے آمین۔

آخر میں نصیر احمؔر کے لیے ایک رباعی:

وقت آج سرور کا مبارک ہو وے
ہنگامِ حضورؐ کا مبارک ہو وے
احباب کی سمت سے نصیر احمؔر کو
''مینار یہ نور کا مبارک ہو وے''

❖……❖……❖……❖

طیبہ لے چلو! اخلاق گیلانی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے جھلکتی ہوئی کتاب 'طیبہ لے چلو' ڈاکٹر اخلاق گیلانی کا نعتیہ مجموعہ ہے نعت کی صنف کا فکری دائرہ ہزاروں موضوعات کو محیط ہے مختلف شاعروں نے اپنے مزاج، میلان اور اپنی تخلیقی صلاحیتوں کی مناسبت اور اعتبار سے اپنی نعتوں میں ان موضوعات کو برتا ہے ذات سے کائنات تک پھیلے ہوئے مضامین و افکار نعت کا حصہ بنے اور بن رہے ہیں ان مضامین و موضوعات کو نعت آشنا کرنے اور رکھنے میں اس صنف کا بنیادی تقاضا انہیں مائل بہ نسبت رکھنا ہے یہی ہی وہ قرینہ ہے جو دنیا بھر کے مضامین کو نعت کے مضامین بناتا ہے یہ نسبت جتنی واضح، موثر اور قوی ہوگی مضمون اتنا ہی نعت افزا اور نعت آور ہوگا اور نعت کے مرکزی موضوع کے قریب ہوگا۔

نعت کا مرکزی موضوع اور بنیادی خیال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی ذاتِ والا تبار سے شیفتگی اور والہانہ پن کا اظہار ہے نعت کے فکری دائرے میں بار پانے والے دوسرے تمام ذاتی، معاشرتی، سیاسی، نفسیاتی، عمرانی، تہذیبی، ۔۔۔۔، خیالات، جذبات، مشاہدات اور محسوسات اسی مرکزی موضوع سے آمیز ہوکر، بالواسطہ یا بلاواسطہ منسلک ہوکر اظہار پذیر ہوتے ہیں نعت کا موضوعاتی دائزہ جس قدر بھی وسیع ہو جائے اس کا تعلق اپنے مرکز سے ضرور رہنا چاہیے اگر کوئی موضوع یا مضمون اس مرکز سے کٹ جائے یا اس تخاطب اس محور سے ہٹ جائے تو نعت کا وہ شعر اپنی صنف کے حوالے سے زیادہ موثر نہیں رہے گا۔

اخلاق گیلانی کی نعت کی دو نمایاں خوبیاں ان کے اظہار کا نعت کے مرکزی موضوع سے جڑے رہنا اور اسلوب کی سادگی ہے ان خوبیوں کا اندازہ کتاب کے نام 'طیبہ لے چلو' ہی سے

ظاہر ہے یہ نام ان کے ایک نعت کی ردیف سے ماخوذ ہے جس کا مطلع ہے۔

بے تاب و بے قرار ہے دل طیبہ لے چلو
دلدادۂ بہار ہے دل طیبہ لے چلو

ردیف کی تکرار نہ صرف مضمون کے تاثر کو قائم کرتے ہیں ایک فضا تیار کرتی ہے بلکہ اس فضا کو موثر بھی بناتی ہے اس نام کے اثرات اور اس آرزو کی تکرار 'طیبہ لے چلو' کی نعتوں میں بین السطّور شدّت کے ساتھ جھلکتی نظر آتی ہے اخلاق گیلانی کے سینکڑوں اشعر اسی تمنا کی توسیعات سے عبارت ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی قدر سے محبت شہر مدینہ سے عقیدت، اس شہرِ خنک آثار کے ماحول، فضاؤں میں زندگی بسر کرنے کی آرزو کا بھرپور اظہار ان کی شاعری میں ملتا ہے۔ اس بے پایان عقیدت کا اظہار ان کی نعتوں کی ردیفوں سے بھی ہوتا ہے انہوں نے اپنی کئی نعتوں کی ردیفوں میں اسمائے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا استعمال کیا ہے ردیف میں ایسے اسما کے آنے سے اشعار کے مضامین ہیں نہ صرف آپؐ کی ذاتِ مبارک سے وابستگی کا اظہار مستحکم ہوتا ہے بلکہ ان اسمائے مبارک کے مختلف مناسبات، متعلقات اور تلازمات سے بھی مضامین آفرینی کے امکانات پیدا ہوتے ہیں۔

اخلاق گیلانی کی کچھ نعتوں کے مطلعے دیکھئے۔

نبیؐ کے گھر پہ کبھی ہم بھی جائیں گے اک دن
تو حالِ دل بھی وہاں پر سنائیں گے اک دن

محمدؐ کا وہ روضہ ہم بھی دیکھیں گے
وہاں پر کر کے سجدہ ہم بھی دیکھیں گے

بے تاب و بے قرار ہے دل، طیبہ لے چلو!
دلدادۂ بہار ہے دل، طیبہ لے چلو!

عرش کا استعارہ لگتا ہے
ایک روشن ستارہ لگتا ہے

میں نور والی ندی میں نہا کے آیا ہوں
میں اپنے روح و بدن جگمگا کے آیا ہوں

عرشِ اعظم سے ہوئی بارانِ رحمت جلوہ گر
تھی جلو میں سب صحابہؓ کے رسالت جلوہ گر

یہ زمین و آسماں بے کنار و بے کراں
آپؐ کا سارا جہاں، بے کنار و بے کراں

حق نما، حق ادا، آگہی کی ہوا
خوب ہے خوب، پیغمبری کی ہوا

آدم کی پیشانی میں تھا، نورِ ازل
اور نبیؐ کی ذات سراپا، نورِ نازل

اخلاق گیلانی کی نعتوں کا غالب حصہ سادگی اظہار سے عبارت ہے یہ سادگی آہنگ و مجور، قوافی وردیف اور لہجہ ولفظ ہر حوالے سے ظاہر ہوتی ہے ان کی اکثر نعتوں کا آہنگ مختصر بحروں سے تشکیل پاتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی بحریں ایسی بحریں جو عموماً مناجات اور دعائیہ نظموں کی ہوتی ہیں ایسی نعتوں میں اظہار کا لب و لہجہ بھی سادہ ہے تراکیب بہت کم ہیں بات کرنے کا انداز واضح، سلیس اور لجاجت آمیز ہے علامہ اقبال کے مصرع

؎ صحبت مادر میں طفلِ سادہ رہ جاتے ہیں

ہم علامہ اقبال کے مصداق آدمی کسی بھی عہدے، منصب یا عمر کے کسی حصے میں ہو کسی عظیم المرتبت نسبت کی حامل شخصیت کی موجودگی میں اپنے آپ کو بچّہ ہی محسوس کرتا ہے تخلیق نعت کی ساعت تو ویسے بھی اہلِ جذب کے لیے ایک گراں مایہ حضوری کی ساعت ہوتی ہے جہاں منصب و مرتبہ، زور و زر۔۔۔ کوئی دنیاوی حوالہ کام نہیں آتا ہے بس عجز نژاد سادگی اور اخلاص سرشت روّیے ہی کام آتے ہیں گیلانی کے ہاں نعتیہ اظہار میں یہ سادگی فراوانی کے ساتھ ظاہر ہوئی ہے ان کی یہ نعتیں دیکھئے جو آہنگ اور اسلوب دونوں حوالوں سے سادگی کی مظہر ہیں۔

کسی معصوم بچّے کی طرح شاؐہ
مدینے کے حسیں کُہسار دیکھو

عرش کا استعارہ لگتا ہے
ایک روشن ستارہ لگتا ہے

جالی نور کی چلمن
اور وہؐ جلوہ افگن

پھر سے وہ دور پرانا مانگوں
آج بھی انؐ کا زمانہ مانگوں

ان سادہ اسلوب آہنگوں میں بعض ایسے عروضی آہنگ بھی ہیں جو ہماری نعتیہ شاعری میں کم کم استعمال ہوئے ہیں گیلانی نے ان آہنگوں کو خوبصورتی اور نفاست سے برتا ہے اور ان چھوٹی منفرد زمینوں میں بھی عمدہ نعتیہ اشعار نکالے ہیں مثلاً یہ شعر دیکھئے۔

جو صبح مدینہ کو کرتی ہے بیدار
اذانِ مؤذّن ہے چڑیوں کی چہکار

مجھ کو سنبھالو شاہِ اُممؐ
دکھ سے نکالو شاہِ اُممؐ

مجھ کو اپنی رِدا دیجیے
اس طرح سے جزا دیجیے

ذکرِ حضورؐ ہے
ہر سمت نور ہے

سجدوں میں قربت درکار ہے
ہر لمحہ رحمت درکار ہے

جب بھی آئی یادِ رسولؐ
کِھلنے لگے افکار میں پھول

جو آمنہ کا لعل ہے
وہؐ کتنا باکمال ہے

ہماری نعتیہ شاعری میں جو اسلوب مستعمل ہیں ان میں ایک اسلوب خاص طور پر نعت خوانی سے تعلق رکھتا ہے یہ اسلوب بلیغ مضامین کی حامل نعت گوئی سے مختلف ہے اور علمی انداز نعت سے تعلق رکھتا ہے ایسی نعتیں عام میلا دیہ محافل میں کم کم پڑھی اور سنی جاتی ہے مثلاً علامہ اقبال کی 'ذوق و شوق' کی بجائے ظہوری قصوری کی نعت ؎ مسجد نبویؐ کے مینار نظر آئے وغیرہ۔ عوام الناس کے لیے عام فہم ہوتی ہے۔ چاہے عظیم ادبی عناصر شعری کے حوالے سے چاہے وہ بلند معیار کی حامل نہ ہوں۔

مقبولیت کے لحاظ سے جو نعتیں زیادہ پسند کی جاتی ہیں وہ سادہ ہوتی ہیں اور ان کی تاثیر۔۔۔ از دل خیز و بر دل ریزد والی ہوتی ہے ایسی نعتیں کسی معاشرے میں نعت کی فضا سازی میں بڑی ممد معاون ہوتی ہیں ہر شاعر کا اپنا مزاج، اسلوب اور میلان ہے۔ گیلانی صاحب کے اسلوب کا بڑا حصہ بھی اسی پُر تاثیر سادگی سے عبارت ہے۔

رکھا ہے چاک پہ اور پھر کھنکتی مٹی سے
عجیب طرح کے نقش و نگار اُبھارے ہیں

حاصل یہاں ہمیں بھی ہو رحمت درود سے
ہر سمت ہی جہاں میں ہے برکت درود سے

سامنے ہے حرم، اور کیا چاہیے
انؐ کا ہی ہے کرم، اور کیا چاہیے

مرحبا! طیبہ سے آئی تازگی
ہم نے بھی دل میں بسائی تازگی

کوئی بھی چاہے زمانہ ہوتا
آپؐ کا در ہی ٹھکانہ ہوتا

گونجیں گی چار سمت فضاؤں میں ایک دن
نعتیں مری پیمبرِ مشہور کی صدا

گونجتی ہے صدا اذانوں کی
اور ان میں مگر بلالؓ نہیں

ان کی بہت سی نعتوں کو ردیفیں اسمائے رسول مقبولؐ کی حامل ہیں یہ نعتیں دیکھئے:

لطف و کرم کی ہو نظر یا مُجتبیٰؐ یا مُصطفےٰؐ
بول اُٹھے ہیں ہر سو بشر یا مُجتبیٰؐ یا مُصطفےٰؐ

مجھ کو سنبھالو شاہِ اُممؐ
دکھ سے نکالو شاہِ اُممؐ

جو ہر سمت بکھرا ہے نورِ نبیؐ
ہمیں جاں سے پیارا ہے نورِ نبیؐ

کرم ہے خدا کا عطائے محمدؐ
کریں رات دن ہم ثنائے محمدؐ

عطا ہو ہمیں بھی وفائے رسولؐ
کہ ہم بڑھ کے چھو لیں عصائے رسولؐ

نبیؐ کا نام اب سجا لیا ہے
مدینہ دل کو بنا لیا ہے

جب بھی آئی یادِ رسولؐ
کِھلنے لگے افکار میں پھول

بہ حیثیت مجموعی آج کے نعتیہ منظر نامے میں اخلاق گیلانی نے جن رنگوں سے اپنی نعتوں کو مزین کیا ہے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وفور سے پیدا ہوتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کی نعتوں کو قبول عام عطا فرمائے۔

◆……◆……◆……◆

توصیف پیمبر: علی رضا

بہت سال پہلے نعت کا ایک شعر کہا تھا:

موسم حبِّ نبیؐ میں پھلیں غنچے میرے
ذکر سُن سُن کے ترا نسل جواں ہو میری

نئی نسل کا صنفِ نعت کی طرف والہانہ جھکاؤ دیکھتے ہیں تو بہت خوشی ہوتی ہے۔ علی رضا تازہ لب ولہجہ کا وہ نعت گو شاعر ہے جسے آغازِ سخن ہی سے نعت کا وہ زمانہ ملا جس کی تشکیل میں جناب عبدالعزیز خالد، حفیظ تائب، حافظ لدھیانوی، حافظ مظہر، صوفی فقیر افضل اور دوسرے مشاہیرِ نعت نے نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ یہ کارکردگی محض شعری نہیں فنّی طور پر پختہ اور تخلیقی کارکردگی تھی صنفِ نعت کے آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے انہوں نے نعت میں اپنے شائستہ اور پُروقار لب ولہجہ سے اِس صنف کو جسے ''موضوعِ محض'' کہا جاتا تھا فنّی رفعتوں سے آشنا کیا اور وطنِ عزیز میں نعت کے لئے ایک بابرکت، خوشگوار اور سازگار فضا تیار کی۔

رضا کی نعت اسی نعتیہ عہدِ تجمّل آثار کی پروردہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے ان کی ارادت ومحبت کی کئی مظاہر گزشتہ سالوں میں سامنے آئے۔ انہوں نے تخلیق نعت کے ساتھ نعت کی جمع آوری کا مقدّس فریضہ بھی سرانجام دیا اور منتخبات نعت میں ایک معیاری انتخاب نعت کا اضافہ بھی کیا یہ انتخاب نعتِ جہاں اردو کے اہم نعت گو شاعروں کی تخلیقات کا ترجمان ہے وہاں علی رضا کے ذوقِ نعت کا ثبوت بھی! اب ان کا نعتیہ مجموعہ شائع ہو رہا ہے ان کی نعت جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے تازہ لب ولہجہ کی نعت ہے ان کی شعری زمینوں سے ان کے محاکات تک میں یہ تازہ کاری نمایاں ہے انہوں نے ذاتِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے پہلوؤں کے

ساتھ ان کے فرمودات اور فیضان کو بھی اپنی نعتوں کا موضوع بنایا ہے آپؐ کے متناسبات اور متعلقات کے تذکار کو شیفتگی اور شائستگی کے ساتھ اپنی نعت کا حصہ بنایا ہے ایسے عوامل نعت کی فضا سازی ہی نہیں کرتے اس کی تاثیر میں بھی اضافہ کرتے ہیں درج ذیل اشعار دیکھئے۔

کچھ اس لئے بھی مدینے کی رہ گزر میں ہوں
کہ مجھ کو لذتِ کیفِ دوام چاہیے ہے

؎اس گھڑی دید کے لائق تھا مرا جذبِ دروں
منہمک جب میں وہاں نعت کے اشعار میں تھا

؎میری بجھتی ہوئی نگاہوں کو
روشنی بخشتا ہے نام اُنؐ کا

؎ہو مرے حال پر کرم آقاؐ
بے بسی حد سے اب گُزر گئی ہے

؎میری سوچوں میں نور پھیل گیا
دل میں اک یاد کیا اُتر گئی ہے

؎جنھوں نے دنیا کی تیرگی میں محبتوں کے دیے جلائے
وہ مہر و اخلاص کا نشاں ہیں درود اُنؐ پر سلام اُنؐ پر

؎حبس جاں میں اُترنے لگتا ہے
آپؐ کے شہر کی ہوا کے بغیر

؎ مغفرت کا مری وسیلہ حضورؐ
کاش میری یہ چشمِ تر ہو جائے

؎ مدحت کا ہنر مجھ کو آقاؐ نے عطا کر کے
رستہ مری بخشش کا کیا خوب نکالا ہے

؎ میں خاک بہ سر عرش کے زینے سے کہیں دور
مدت ہوئی بیٹھا ہوں مدینے سے کہیں دور

؎ ثنا نبیؐ کی ہے حرف و بیان سے باہر
فضائل اُنؐ کے ہیں حدِ گمان سے باہر

جمالِ احمد مرسلؐ سے مستنیر ہیں جو
جہان اور بھی ہیں اِس جہان سے باہر

؎ میں یہ بات کہتا ہوں برملا نہیں چاہیے
مجھے کچھ بجُز درِ مصطفیٰ نہیں چاہیے

؎ جہاں ذکرِ صلِ علیٰ سے دل نہ مچل سکیں
مرے قلب و روح کو وہ فضا نہیں چاہیے

؎ شوقِ بے حد کو آگہی بخشی
قلبِ مضطر کو دل کشی بخشی

؎ بابِ مدحت میں آپؐ نے کیسی
کیفیت مجھ کو دائمی بخشی

؎ اپنی توصیف کے لئے آقاؐ!
ہم کو تابِ سخنوری بخشی

؎ جب سے وہ شہر دل و جاں میں بسایا ہوا ہے
سبز گنبد مری آنکھوں میں سمایا ہوا ہے

؎ نبیؐ کی توصیف نے سخن کو سجا دیا
کرم خدا کا ہے جس نے اِذنِ ثنا دیا ہے

؎ مرے خیالوں کا زاویہ ہی بدل گیا ہے
کسی نے باطن سے ایسا پردہ ہٹا دیا ہے

؎ میں کہ دنیا کا ستایا تھکا ہارا آقاؐ
آ گیا آپؐ کی چوکھٹ پہ دوبارا آقاؐ

؎ سنا ہے جس نے بھی، اُس نے اِسے سراہا ہے
مرے سخن میں عجب آپؐ نے اثر رکھا

؎ مجھ کو شعور نعت عطا کر دیا گیا
شکر خدا کہ وقف ثنا کر دیا گیا

؎ دربار مصطفیٰؐ میں پہنچنے کی دیر تھی
ہر ایک غم سے مجھ کو رہا کر دیا گیا

؎ اُس دن سے میری کوئی دعا رد نہیں ہوئی
جس روز سے زبان پہ جاری ہوا درود

ان اشعار کے فکری و جذباتی تلازمات قاری کو بھی اس فضا میں لے جاتے ہیں جو ان نعتوں کی تخلیق کا محرک بنی یوں قاری اپنے آپ کو اس ماحول کے حصّے کا ناظر اور مکین سمجھتا ہے اور اس سے جذب و گداز حاصل کرتا ہے اس کی آنکھیں ایسے اشعار کی امکانی معنوی وسعتوں کا سوچ کر بھیگ جاتی ہیں نعت کے مضامین و موضوعات میں ایسی فکری فضا سازی نئی نعت کا خاصہ ہے رضا نے اپنی کئی نعتوں میں جذب و ندرت کے ایسے کرشمے دکھائے ہیں ۔

صنفِ نعت سے علی رضا کی وابستگی نے اپنی شاعری میں کئی خوبصورتیاں پیدا کی ہیں قافیہ و ردیف کا موزوں استعمال، نئی زمینیں کچھ ایسی زمینیں جن میں غزل سے منسوب ریزہ کاری، غزل مسلسل میں ڈھل کر ایک ہی کیفیت کو موثر طور پر ابھارتی ہے ان کی کئی نعتوں میں شیفتگی اور سرمستی کے اظہار کا تسلسل نمایاں ہے شوق کا ایسا بیان ہے جو ایک مرکزی موضوع میں علی رضا کی محبت و عقیدت کو جوڑے رکھتا ہے۔ ایسی نعتوں کے شعروں کے درمیان ایک جذباتی انسلاک ہے جو قاری کے دل کو بھی حبّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبے سے گرمائے رکھتا ہے ۔

تخلیقی نعت نگاروں کی طرح علی رضا کی نعت کا بڑا اثاثہ بھی حضور اکرمؐ کی ذاتِ گرامی اور سیرت مبارکہ سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار ہے، ظواہر پرست نعت نگاروں کے برعکس نعت سے اُن کی وابستگی رسمی اور نمائشی نہیں (دلوں کی نیتوں کی خبر اللہ تعالےٰ جانتا ہے مگر فی زمانہ بہت سی نعتیہ محافل کا احوال سن کر دکھ ہوتا ہے جہاں نعت نگاری، نعت نمائی اور نعت فروشی نظر آتی ہے) علی رضا کی نعت نام و نمود، شہرت طلبی اور کسی خاص مذہبی یا مسلکی وابستگی کے لئے نہیں ہے نعت نگاری ان کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خالص اور سچّی محبت کا اظہار ہے اظہار کے عام رویّوں اور بیانیوں سے مختلف یہ اظہار ان سے جن آداب کا تقاضا کرتا ہے وہ اس کے لئے نہ صرف کوشاں

ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا گو بھی ہے کہ اُسے مدح نبیؐ کے شایان شایاں لب ولہجہ مل جائے۔ وہ ایک جگہ کہتا ہے:

خدائے لوح وقلم! مدحت نبی کے لئے
سخن کے باب میں کچھ اہتمام چاہیے ہے

علی رضا کی نعتوں میں بعض مصرعے بڑے موثر دعائیہ انداز کے ملتے ہیں جن سے اس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت وارادت کا گہرا لگاؤ ملتا ہے یہ مصرعے دیکھئے۔

دل مدینے کی رہگزر ہو جائے
ہمہ وقت ذکرِ نبی میں آنکھیں یہ نم رہیں ؎
اے شہرِ نبی! میرا ٹھکانہ یہیں بن جائے ؎
ہو مرے حال پر کرم آقا! ؎
کوئی اچھا عمل عطا ہو جائے ؎
مجھ سے عاصی کا بھرم رکھیئے خدارا آقاؐ ؎
اُن کی چوکھٹ پہ زندگی گزرے ؎
روز محشر مرا بھرم رہ جائے ؎
ہو عطا ______ نعت کا ہنر، آقاؐ ؎

علی رضا نے اپنی نعت میں جو شعری زمینیں استعمال کی ہیں ان میں اظہار کی تازہ کاری کے امکانات ہیں۔ باہنر نعت گو جانتے ہیں کہ نعتیہ مضامین کے بیان میں جہاں کہیں حدّت کی لو نمایاں ہے اس کا بڑا سبب آہنگ اور زمینیں کی تازگی ہوتی ہے۔

علی رضا نے بھی آج کل تازہ لب ولہجہ کے حامل شاعروں کی طرح بعض خوبصورت زمینوں میں نعتیں کہی ہیں یہ مطلعے دیکھئے

میں خاک بہ سر، عرش کے زینے سے کہیں دور
مدت ہوئی بیٹھا ہوں مدینے سے کہیں دور

؎ ثنا نبیؐ کی ہے حرف و بیان سے باہر
فضائل اُنؐ کے ہیں حدِ گمان سے باہر

؎ نور کا ایسا سلسلہ اٹھا
سارا عالم ہی جگمگا اٹھا

؎ معمورۂ مداحِ سرکار سے گُزرا
کچھ ایسے لگا عالم انوار سے گُزرا

؎ جمال گنبدِ خضرا نظر کے سامنے ہے
مرے حضور کا روضہ نظر کے سامنے ہے

؎ کوئی منصب نہ مال و زر مرے پاس
ہے اگر کچھ تو چشمِ تر مرے پاس

اچھی شاعری کا ایک وصف محاکات آفرینی بھی ہوتا ہے شاعر کی تمثالیں جتنی موثر ہوں گی اس کے شعر اتنے ہی پُر تاثیر ہوں گے۔

علی رضا کی نعتوں میں جہاں کہیں امیجز نے جادو جگایا ہے وہاں اس کی اظہار میں فنکاری کا جوہر نمایاں ہوا ہے ایک حوالے سے دیکھا جائے تو نعت میں فنی پختگی اور مہارت اسلوب کی ندرت اور تازگی کی مرہونِ منت ہے موضوع کی یکسانیت کو اظہار کی بوقلموتی اور نو بہ نو پیرایہ اظہار ہی سے معاصر شعری میلانات سے ہم آہنگ کیا جا سکتا ہے ___ علی رضا کے یہ شعر دیکھئے جن میں ساکن اور متحرک محاکات نے بیان کو اور خوبصورت بنا دیا ہے۔

جب مدینے کو رختِ جاں باندھا
خود قدم لینے راستہ اٹھا

؎ پھر اس کے بعد تو جیسے میں آسمان پہ تھا
جب اپنے سر کو مدینے کی خاک پر رکھا

؎ دل کے ظلمت کدے میں روشن ہے
آپ کا اسم جا بجا آقاؐ

؎ روشنی کا وجود کچھ بھی نہیں
گنبدِ سبز کی ضیاء کے بغیر

توصیف پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صوفی حافظ محمد افضل فقیر نے بجا فرمایا کہ

؎ نے فکر کی جولانی ، نے عرضِ ہنر مندی
توصیفِ پیمبر ہے ، توفیقِ خداوندی

علی رضا خوش قسمت ہیں کہ انہیں نعت کا ذوق اور اذنِ حاصل ہوا ہے اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی توفیقات میں اور اضافہ فرمائے اور وہ اپنے اس شعر کے مصداق ہو جائیں

میری پہچان اگر ہے تو ثنائے سرورؐ
میں نے دنیا میں یہی نام کمایا ہوا ہے

اللہ ان کے ذوق نعت اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اضافہ فرمائے اور وہ اردو کو ایسے کئی نعتیہ مجموعے عطا کرے میں دعاؤں کے ساتھ اس مجموعے کا خیر مقدم کرتا ہوں اور ایک رباعی پر ان تاثرات کا اختتام کرتا ہوں۔

جو سعی کی اس نے ہو ثنا کی مقبول
ہر نعت ہو یوں علی رضا کی مقبول
سرکار کے دربار میں، خلقت میں ہو
توصیف ___ پیمبر خدا کی مقبول

❖……❖……❖……❖

ذکرِ خیرالانامؐ: سیّد عبداللہ شاہ مظہرؔ

مظہر صاحب ادب کے ان خاموش کارکنوں میں سے ہیں جو گزشتہ کئی عشروں میں شہرت و ناموری کی خواہش کے بغیر شاعری کر رہے ہیں۔ ’’بے انتساب‘‘ اور ’’بے صدا آوازیں‘‘ جیسے غزلیہ مجموعوں کے بعد اب ’ذکرِ خیرالانام‘ کے نام سے ان کا نعتیہ مجموعہ شائع ہو رہا ہے پروفیسر ڈاکٹر اور ارشاد شاکر اعوان کے حلقہ ارادت میں مظہر کی شاعرانہ صلاحیتوں کو جلا ملی۔ سیرت کمیٹی بقہ کے تاریخ ساز سالانہ اجتماعات اور سیرت کانفرنسوں کی محوری شخصیت ہونے کے سبب ان کا رابطہ ملک کی معروف معاصر مذہبی شخصیات سے ہے۔ سادات سے خاندانی نسبت اُن کے شعری سفر میں قدم قدم فیضان رساں رہی ان کی ذات میں جن بابرکت خوبصورت قرینوں نے موثر کردار ادا کیا ہے ان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا اتبار سے محبت (جو سفرِ نعت کا ضروری رخت ہے) سب سے نمایاں رہی ہے۔

ان کی نعتیں سادہ اور رواں اسلوب کا حامل ہیں ’’از دل خیز، بر دل ریزد‘‘ کے مصداق ان کا نعتیہ آہنگ دل آویز اور پُر تاثیر ہے شاعری کا یہ عہد جو گزشتہ تین چار دہائیوں سے رواں ہے بلاشبہ اردو میں نعت کا عہد یا نعت کا زمانہ ہے سال بہ سال بیسوؤں نعتیہ مجموعے شائع ہو رہے ہیں اس چراغاں میں ’ذکرِ خیرالانام‘ کا چراغ لے کر مظہر شاہ صاحب بھی شامل ہو رہے ہیں امّی لقبؐ کی اس محبت کا جو انہیں اپنے ہر امتی سے ہے کا قرض ہر اہل ہنر امتی کے سر ہے جو اس بات کا متقاضی ہے کہ فنکارانہ مساعی کا بہتر سے بہتر استعمال پوری شائستگی اور خوش شیفتگی سے صنف نعت میں استعمال ہو مظہر صاحب کا ذوق نعت دیدنی اور حضور ختمی مرتبت سے ان کی شیفتگی لائق ستائش ہے نعت نہ زورِفن کی نمائش کا نام ہے نہ جدّت اظہار کے کام لانا نام ہے۔ عجز و

اخلاص اس کے لوازمات ہیں جو قدرت نے مظہر کو وافر عطا کئے ہیں ان کی نعت گوئی اسی تناظر میں مطالعہ کی جائے تو بین السطّور اثر پذیری کی کئی جہات واضح ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نعت کے باب میں ان کی مساعی قبول فرمائے اور انہیں مزید توفیقات سے نوازے۔ (آمین) اس رباعی پر اپنے تاثرات ختم کرتا ہوں:

’ذکرِ خیرالانعام‘ لے کر آیا
مدّاح و ناعتِ پیمبرؐ آیا
مقبول ہو سعی اِس ستائش گر کی
سرکارؐ! سلام کو ہے مظہؔر آیا

❖……❖……❖……❖

دست طلب: سیّد خواجہ قطب الدین فریدی

قطب صاحب کا نیا مجموعۂ کلام زیر ترتیب ہے جو حمد و نعت اور مناقب پر مشتمل ہے اس میں کچھ تراجم اور قطعہ وسہرا بھی شامل ہے مولینٰا جامی کے نام سے منسوب نعت ؎ نسیما جانبِ بطحا گزر کن ___ معروف فارسی شاعر مولینٰا عبدالرحمٰن جامی کی نہیں ہے یہ سبک بندی کے کس شاعر کی ہے؟ اس کا تعین نہیں ہوسکا 'فرہنگ سخن وران فارسی' ___ میں جامی نام کے کئی شاعر ہیں مولینٰا جامی کے کلیات کامل مطبوعہ ایران میں کئی ایسی نعتیں ہیں جو برصغیر پاک و ہند میں مولینٰا جامی کے نام سے معروف نہیں اور اکثر محافل میں پڑھی جاتی ہیں مثلاً

نسیما جانب بطحا گزر کن
؎ بلبل زتو آموختہ شریں دہنی را
؎ پریشانم پریشانم زعصیاں یا رسول اللہ

اور وہ نعت جس کا مقطع ہے

؎ منم جامیٔ بندۂ کم ترینت
؎ تو جبریل بسیار دارے غلامے

یہ نعتیں معروف شاعر مولینٰا جامی (شواہد النبدۃ والے) کی نہیں ہیں ___ قطب صاحب کی عقیدت نگاری (Devotional Poetry) پر اظہار خیال کرتے ہوئے یہ چند باتیں ہو گئیں ___ یہ تحقیق کے مسائل یہاں چھیڑنے شاید مناسب نہیں تھے لیکن ایک جملہ مقرضہ کے طور پر اس لئے آ گئے کہ قطب صاحب نے مولینٰا صاحب سے منسوبِ نعت (جس کی میں اوپر نشاندہی

کر چکا ہوں اور جواب تک کی گفتگو کا سبب ہے) کا سرائیکی زبان میں بڑا دلپذیر ترجمہ کیا ہے مثال کے طور پر یہ شعر دیکھئے:

؎ صبا توں اج مدینے دا سفر کر
میڈے غم دی محمدؐ کوں خبر کر

ایہہ سِکدی جان منڈی نال لئی ونج
نبیؐ دے پاک روضے دی نذر کر

اور

جیویں حاصل شرف جامی کوں ہے پھر
اوہیں ایہہ قطب تے مولا نظر کر

قطب صاحب نے ؎ زمن بری بہ مدینہ صبا‘ سلام علیک
کا ترجمہ بھی خوب کیا ہے ؎ شہہ مدینہ سے کہنا صبا سلام علیک

ان کے ترجمے لفظی نہیں معنوی ترجمانی کے ذیل میں آتے ہیں۔ ترجموں کی کئی قسمیں ہیں لفظی ترجمہ، بامحاورہ ترجمہ، منظوم ترجمہ، شعر سے شعر میں ترجمہ اور اب مشینی ترجمہ بھی جو حال ہی میں اردو سے متعارف ہُوا ہے۔ انہوں نے ترجمے میں اپنے جذبات واحساسات کو بھی آمیز کیا ہے اور لفظی ترجمانی کی بجائے ترجمہ کی جانے والی شاعری کے مضمون کو پیش نظر رکھا ہے یوں بھی شاعری کا ترجمہ نثر کی نسبت مشکل ہوتا ہے۔ شاعری کی ترجمانی میں پہلا مقصد قطب صاحب کے نزدیک اپنی زبان میں ان محسوسات وخیالات اور مشاہدات وتجربات کی بازآفرینی ہے جن سے شاعر گزرا ہے قطب صاحب کے ترجمہ میں ان کی سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و شیفتگی کا شامل ہونا فطری بات ہے قطب صاحب نے دونوں شعر پاروں کا ترجمہ کھلے ڈھلے انداز میں کیا ہے اور محسوسات کی ترجمانی میں اپنے جذبات کی آنچ بھی شامل کر دی ہے۔

قطب کی نعتیہ شاعری کی نمایاں خصوصیت اُس کی سادگی ہے انہوں نے حبّ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار میں سادگی کو ملحوظ رکھا ہے مضامین وموضوعات سے اظہار بیان تک

میں قاری کو کہیں تعقیدِ لفظی یا معنوی سے واسطہ نہیں پڑتا قطب کی نعتوں میں سلاست اور سادگی نے جو تاثیر پیدا کی ہے وہ لائق تحسین ہے یہ شعر دیکھئے۔

تو ایک اپنے کرم سے ہی بخش دے مجھ کو
کہ ہو چکا ہے مرا نامہ عمل کالا

؎ تری جناب میں دستِ طلب کیا ہے دراز
کہ دَر سے تُو نے سوالی کبھی نہیں ٹالا

؎ طے کیا کرتا ہوں یوں شہر مدینہ کا سفر
کارواں کے ساتھ گردِ کارواں ہوتا ہوں میں

؎ سب تاجدار تاجِ شہی کو اتار کر
پیشِ حضورؐ اپنی جبینوں کو خم کریں

؎ جس ذات کے صدقے ہیں کرم کی بھی امیدیں
مخدومۂ کونین ہے وہ سیّدہ زہراؓ

؎ ہے اک حسن جہاں پر خط کشیدہ
جمالِ مصطفےٰ میرا عقیدہ:

اردو شاعری میں نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صنف کی مقبولیت کا بڑا سبب اس محبت کا شائستہ اظہار ہے جو ہر امتّی آپؐ سے رکھتا ہے نعت نگار اس صنف کے آداب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے جب اپنے جذبات ومحسوسات کا اظہار کرتا ہے تو اس سے شاعری میں تاثیر کے ساتھ دلآویزی از خود پیدا ہو جاتی ہے یہ محبت جتنی سچی ہوگی اظہار اتنا دلآویز اور پُر تاثیر ہوگا اردو

نعت کے معاصر منظر نامے میں دوسرے شاعروں کے ساتھ قطب کی سعیٔ جمیلہ بھی شامل ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اظہار کے کئی مضامین ان کی نعتوں میں نمایاں ہیں۔ مدینہ شریف سے محبت، وہاں حاضر کی تمنا اور زندگی بسر کرنے کی آرزو، آپؐ کی پیغام، فیضان اور آپؐ کی ذات اور سیرت کے مختلف پہلو قطب کی نعتوں میں بیان ہوئے ہیں۔

نعت کی صنف ذات وسیرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سے متعلق ہے اس مدح کا باعث آپؐ کا اسوۂ حسنہ ہے جو انسانیت کے لئے ایک کامل نمونہ ہے نعت کے اس مرکزی موضوع میں آپؐ کے فرمودات، آپؐ کا پیغام، آپؐ کی احادیث، آپؐ کا کردار، سیرت طیبہ کے ساتھ، امتّیوں کے لئے آپؐ کی فکرمندی، اصلاح کے لئے کی جانے والے سعیٔ مبارکہ ___ سب کچھ آجاتا ہے نعت نگاری ایک حوالے سے آپؐ کی مساعیٔ جمیلہ، دین اسلام کے لئے آپ کی خدمات (اپنے امتیوں کے لئے آپ کی مخلصانہ تگ ودو ہے جسے قرآن 'حریصٌ علیکم' سے یاد کرتا ہے) کے حضور خراج عقیدت پیش کرنے کی کوشش ہے __ نعت نگاری کی انتہا بھی ایک کوشش ہی ہے کہ نعت کا صحیح حق کون ادا کرسکتا ہے؟ قطب صاحب نے نعت کے ذیل میں جو مخلصانہ کوشش کی ہے اللہ تعالےٰ اسے قبول کرے اور انہیں مزید توفیقات سے نوازیں (آمین) ایک رباعی پر اپنے تاثرات ختم کرتا ہوں۔

اشعار ترے نبیؐ کی الفت کے امین
افکار ترے شہرِ مدینہ کے مکین
مبروک! تری سعی، ترا دستِ طلب
وا حضرت سیّد خواجہ قطب الدین

❖……❖……❖……❖

مجلسی اندازِ نعت اور شبیر حسین ساجد کی نعت گوئی

نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی قسمیں ہیں یہ قسمیں مضامین وموضوعات اور اسالیبِ بیاں کے حوالے سے ہیں مثلاً موضوعات نعت میں ایک موضوع آپ کی دنیا میں تشریف آوری کے حوالے سے ہے اس موضوع پر لکھی گئی نعتوں کو میلادیہ نعتیں کہا جاتا ہے۔ ان کی ردیفوں میں عام طور پر......(آمد آمد ہے...... رحمت للعالمین پیدا ہوئے ...... جہاں میں تشریف لا رہے ہیں) ایسی ہوتی ہیں جن سے آپؐ کے ظہور قدسی کے مضامین ہوتے ہیں جیسا کہ اہلِ سخن جانتے ہیں ہر فن پارے کا موضوع اور مواد اپنا ہیئتی ڈھانچہ ساتھ لاتا ہے میلادیہ نعتوں میں اس خوشی کا تذکار ہونا ہے جو آپ کے فیضان مبارک سے زمانے کو حاصل ہوئی۔

اسی طرح آپ کے معجزات، غزوات، تعلیمات، شوقِ حج وزیارت، مدینہ شریف سے دُوری، مدینہ میں حاضری کی تمنا، مدینے میں آمد، مدینے میں قیام کی بہجت، وہاں کے آثار و زیارات کا ذکر، پھر وہاں سے وداع ہونے کی کیفیات کا بیان____ اور اس انداز کے سینکڑوں موضوعات ومضامین ایسے ہیں جنہیں ہمارے نعت نگاروں نے اپنے اپنے انداز سے قلمبند کیا ہے یہ سلسلہ تذکار آپ کی ولادت مبارک (بلکہ اس سے بھی پہلے دیگر مذہبی کتابوں میں 'رسولِ موعود' کے مبشرات کی صورت میں ملتا ہے) سے آج تک کی مذہبی، نعتیہ شاعری اور عقیدت نگاری میں ہے۔

نعت کے حالیہ سفر کے تناظر میں اگر اردو کی گزشتہ شاعری کا سرسری جائزہ اقسام نعت کے حوالے سے لیا جائے تو اصلاحی انداز نعت، سیرتی انداز نعت، تاریخی انداز نعت، سماع کے

حوالے سے لکھی گئی نعتیں وغیرہ، کئی اقسام کی نعتیں تخلیق ہوئی ہیں نعت کی ایک طرز ایسی بھی ہے جس کا لب ولہجہ مجلسی ہوتا ہے جو عموماً نعت خوانوں کے لئے لکھی جاتی ہیں جن میں الفاظ کا استعمال ان کے آہنگ، لے، ترنم اور موسیقی کی بنیاد پر ہوتا ہے ایسی نعتوں میں نغمگی سے لبریز لفظ ملتے ہیں، زبانوں پر چڑھ جانے والی آسان بحریں اور شعری زمینیں، سادہ مگر عقیدت سے بھرے ہوئے مضامین جو عام فارسی اور سامع کی سمجھ میں آجائے اور زبان پر فوراً چڑھ جائیں۔ یہ انداز علمی انداز لغت سے مختلف ہوتا ہے اس کی مثال یوں سمجھئے کہ عبدالعزیز خالد اردو ہی نہیں عربی فارسی اور دوسری زبانوں کے نعت گو شاعروں میں ایک مخترع نعت نگار ہیں سب سے مختلف اور منفرد ڈکشن کے حامل ــــ جن کی شاعری اعلیٰ علمی حوالوں سے مزیّن ہوتی ہے اپنے منفرد اسلوب کے لحاظ سے جن کا کوئی ثانی نہیں اور جن کی یک کتابی طویل نعتیہ نظمیں فارقلیط، منحمنا، عبدہ، طاب طاب، حاط حاط اور حمطایا وغیرہ اردو ہی نہیں پوری تاریخِ نعت کا اعلیٰ سرمایہ ہیں ان نعتوں کا تذکار تحقیق وتنقید نعت اور اہلِ علم میں ہوتا ہے نعت کا ذوق رکھنے والے عام قارئین اور سامع بلاغت اور مضمون آفرینی کی اس سطح پر نہیں پہنچ سکتے جو ان نعتوں کے تخلیقی پس منظر میں نمایاں ہے ــــ دوسری طرف ہمارے معاشرے میں اعظم چشتی، ظہوری قصوری اور صائم چشتی جیسے بیسوؤں نعت گو شاعر ایسے ہیں جن کی نعتیں لاکھوں لوگوں کو نہ صرف ازبر ہیں بلکہ وہ ان کے معمولات کے تذکار کا حصہ ہیں۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ یہ سارے انداز نعت کے نمایاں اور ضروری انداز ہیں اسالیب کے اسی تنوّع میں نعت کا حسن ہے لکھنے والوں کی سینکڑوں قسمیں ہیں جس طرح مختلف لوگ مختلف طرح محسوس کرتے ہیں اسی طرح ان کے بیان کے پیرائے بھی مختلف ہے۔ ایک شاعر کے اندر وقت اور موقع ومناسبت کے لحاظ سے بیسوؤں پیرایہ ہائے بیاں کارفرما ہوتے ہیں ؎ 'یزداں بہ کمند آور اے ہمت مردانہ' کہنے والے علامہ اقبال ؎ ٹہنی یہ کسی شجر کی تنہا ــــ کے لب ولہجہ میں بھی بات کرتے ہیں فی نفسہ کوئی اسلوب نعت کے لئے خاص نہیں ہے۔ ہر نعت نگار

موقع ومحل اوراپنے مزاج کے اعتبار سے اپنا ایک اسلوب رکھتا ہے۔

معذرت خواہ ہوں کہ شبیر حسین ساجد کی نعت پر گفتگو سے پہلے تمہید ذرا طویل ہو گئی ہے دراصل ان کی نعت کا جو اپنا ایک خاص انداز ہے اوراس کا تعلق مجلسی انداز نعت کے اس رخ سے تعلق رکھتا ہے جو مجالس سماع میں پسندیدہ ومرغوب ہوتا ہے۔

مَیں نے اپنے مقالہ 'اردو میں نعت گوئی' (برائے پی ایچ ڈی) کے آخر میں ایک مختصر ضمیمے کے عنوان 'فلمی وغیر فلمی نعتیہ ریکارڈ اور فلمی طرزوں پر لکھی گئی نعتوں کا جائزہ' میں اس انداز کی نشاندہی کی ہیں۔

ایسا اندازِ نعت عوام الناس میں زیادہ مقبول ہوتا ہے معروف ومقبول طرزوں پر جو نعتیں لکھی جاتی ہیں ان کے آہنگ، طرزیں اور دھنیں ریڈیو، ٹیلی ویژن پر پیش کی جانے والی غزلوں اور فلمی گانوں سے بھی اخذ کی جاتی ہیں ــــــ اس انداز کا چلن قریب قریب ایک صدی پرانا ہے۔ پرانے لوک گیت، ٹھمریاں، بھجنوں کے بول اور فلمی گانوں کی طرز پر لکھا ہوا یہ نعتیہ کلام آج سے قریباً آٹھ دہائیاں قبل ذرائع ابلاغ عامہ کی پسند کے بہت قریب تھا کسی فلم کا جو گیت معروف ہوتا مارکیٹ میں فوراً اسی دھن میں ''نعت بطرز گیت'' قسم کے کتابچے آجاتے اس سے نعت خوان نعت کی دھن بنانے کی ریاضت سے بچ جاتے انہیں بنی بنائی دھن مل جاتی اس آہنگ پر آسانی کے ساتھ نعتیہ مضامین وموضوعات آمیز کر دیئے جاتے اور یوں دو چار مجلسوں میں پڑھنے کے بعد فلمی گانے کی طرح وہ نعت بھی دور دور تک عوام میں پھیلی جاتی اس کی ایک مثال میں نے اسی اوپر دیئے گئے ضمیمے میں کندن لال سہگل کے معروف فلمی گانے

غم دیئے مستقل
کتنا نازک ہے دل
یہ نہ جانا ــــــ ہائے ہائے یہ ظالم زمانہ

(فلم شاہجہان)

کی طرز پر لکھی ہوئی اس نعت کا حوالہ دیا تھا

یا حبیب خدا
یا نبی مصطفیٰ
للہ آنا ____ میری بگڑی ہوئی کو بنانا

واضح ہو کہ ایسا اندازِ نعت اتنا معروف تھا کہ گزشتہ صدی کی تیس یا چالیس کی دہائی میں گرامون ریکارڈنگ کمپنی کی طرف سے ایسی بطرز فلاں فلمی پر لکھی ہوئی تازہ نعتوں کے اشتہار علمی و ادبی رسائل میں شائع ہوتے تھے۔ گزشتہ صدی کی چالیس کی دہائی میں شائع ہونے والے معروف اخبار روزنامہ 'انقلاب' لاہور کی اشاعتوں میں ایسی اشتہار دیکھے جا سکتے ہیں۔

یہ انداز نعت کسی نہ کسی صورت میں آج بھی جاری ہے اس انداز میں نعت لکھنے والے __ نعت پڑھنے والے اور ایسی نعتوں سے لطف اندوز والوں کی تعداد سینکڑوں ہزاروں میں نہیں لاکھوں میں ہے ایسی نعتوں کے انداز اور مضامین و موضوعات پر شرعی اور فقہی حوالے سے ہمیشہ بات ہوتی رہی ہے۔ سنجیدہ اہلِ نظر اس طرح کے فلمی لب و لہجہ کو نعت کے موضوع کے آداب و احترام کے منافی سمجھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب نعت فلمی طرز کی کسی مقبول دھن کے درجہ پر آئے گی تو غیر شعوری طور پر اس میں فلمی گانوں سے وابستہ تاثرات بھی شامل ہو جائیں گے اور یوں نعت کی فضا میں کئی غیر سنجیدہ تلازمات در آئیں گے ____ یہ خدشات اپنی جگہ صحیح ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ''نعت بطرز......'' کی قسم نے نعت کی صنف کو معروف کرنے میں ایک نمایاں کردار ادا کیا۔

ایسے انداز نعت سے وابستہ شاعروں میں سے بعض نے ایک درمیانی راستہ بھی نکالا اور وہ یہ تھا کہ قوالیوں اور سماعی مجالس کے لئے بعض عوامی دھنوں میں نعتیں لکھیں ____ یا یوں کہئے کہ قوالی کرنے والوں نے اپنی آسانی کے لئے بعض نعت نگاروں کے کلام کو فلمی یا قوالی کی طرز پر گا کر مقبولیت حاصل کر لی۔ ریکارڈوں کی جگہ مجالس سماع میں ایسے اندازِ نعت کو نسبتاً آسانی سے قبول کر لیا گیا۔

شبیر احمد ساجد کی نعتیہ شاعری اپنے جملہ اوصاف کے ساتھ اس لحاظ سے بھی نمایاں ہے کہ ان نعتوں کا انداز بیاں گلوکاری، قوالی یا یوں کہئے مجلسی اسلوب نعت کے قریب ہیں۔ ساجد کی نعت کا نمایاں وصف اس کے پیرایہ اظہار کی سادگی ہے یہ سادگی یک رخی نہیں ہمہ پہلو ہے جو اُن کے الفاظ، تراکیب، ردیف وقافیہ اور بحور و اوزان تک میں پھیلی ہوئی ہے جیسا کہ پہلے نشاندہی کی گئی ہے عوام کے ذوقِ نعت میں جو عناصر کارفرما ہوتے ہیں ان سب کا تعلق سادگی سے ہوتا ہے 'از دل خیزد'، 'بر دل ریزد' کے مصداق دل سے بات نکلے اور دل میں بیٹھ جائے ایسا اندازِ نعت عوام الناس کا پسندیدہ ہے اور عوامی حلقوں میں بہت موثر____ اس سادگی کے نمونے ان کی شعری زمینوں میں دیکھئے چند مطلعے درج ذیل ہیں۔

جب مدینے کی بات ہوتی ہے
رقص میں کائنات ہوتی ہے

اے سیّدِ لولاک تری ذات کے صدقے
سچ بات تو یوں ہے تری ہر بات کے صدقے

کرم کی اک نظر سرکار عالی یا رسول اللہ
کھڑے ہیں آپ کے در پر سوالی یا رسول اللہ

سرور کونین کی کیا بات ہے
کیا خوب کیا حسین مدینے کی بات ہے

ان نعتوں میں ردیف کی سادگی و سلاست ساجد کی نعتوں میں تاثیر کا باعث بنی ہے جب ایسی نعتیں لحن سے مجالس میں پڑھی جاتی ہیں تو محفل بھی شاعر کے ساتھ ہم آواز ہو جاتی ہے ذات

کے صدقے ___ کیا بات ہے مدینے کی اور خصوصاً سرکارِ عالی یارسول اللہ میں 'یارسول اللہ' کے الفاظ ہر سامع کی زبان پر آجاتے ہیں یوں محفل کے ماحول میں ایک اجتماعی آہنگ پیدا ہو جاتا ہے جو تمام سامعین کو ہم آواز و ہم لحن کر دیتا ہے 'محفل کا رنگ پر آنا' کا محاورہ ایسی ہی کیفیات کی ترجمانی کرتا ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے مجلسی اندازِ نعت میں ایسی کیفیات پیدا کرنا از حد ضروری ہے ورنہ یوں لگتا ہے کہ جیسے سٹیج پر اکیلا شاعر یا نعت خواں، نعت پڑھ رہا ہے مگر مجلسی اندازِ نعت میں سامعین کا نعت خواں سے ہم آہنگ ایک طرفہ تاثر ابھارتا ہے۔

بحروں، زمینوں کی سادگی اور روانی کے ساتھ ساجد کے اسلوبِ نعت کا دوسرا وصف جو دراصل پہلے وصف ہی کی توسیع ہے اُن کی نعتوں کا سادہ لب و لہجہ ہے۔ معاصر نعت میں قرآنی آیات، احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، آپؐ کے اسمائے گرامی کا عام استعمال ملتا ہے۔ ساجد کے ہاں عربی تراکیب الفاظ، اسمائے مبارکہ اور قرآنی حوالہ جات کے براہ راست استعارے کی بجائے ان کے مفاہیم اور ان سے متعلقہ تلازمات نے ان کی نعت کی فضا کو عمومی اندازِ نعت کے قریب رکھا ہے اُن کی نعت گوئی کا مقصد بھی یہی ہے کہ ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کی عقیدت ان کے سامعین کے دلوں تک بھی ویسے ہی پہنچے جیسے وہ محسوس کر رہے ہیں یوں ساجد کی نعت گوئی جذبات کی ترسیل اور عشق رسولؐ کی روشنی کو دوسروں تک پہنچانے کی مبارک سعی ہے مثلاً یہ شعر دیکھئے:

یوں سارے نبی صاحب اعجاز ہیں لیکن
اے سرور دیں تیرے کمالات کے صدقے

ملتی نہیں حضور کے اخلاق کی مثال
دیتے ہیں دشمنوں کو دعا، سن کے گالیاں

غلاموں کی خبر رکھتے ہیں آقا
وہ آقا ہی نہیں، جو بے خبر ہو

جبریل چھو سکا نہ تری گرد راہ کو
ادراک و عقل دنگ ہیں تیری اڑان پر

نہ تم سے کوئی اوّل تھا نہ تم سے کوئی آخر ہے
مسلّم ہے تمہاری بے مثالی یا رسول اللہ

ساجد کی سادگی بیان سے شائقین نعت کے لئے کئی ایسے سیرتی خصائص عام فہم ہو گئے ہیں جنہیں ہمارے بعض نعت نگاروں نے بڑے شکوہ اور بلیغ انداز میں پیش کیا ہے یہ صنف نعت کی برکت ہے کہ اسے ہر اسلوب اور انداز بیان کے شاعر دستیاب ہیں اور تمام محبان رسولؐ اپنے اپنے ذہن اور ذہنی استعداد، مہارت و تجربہ کے مطابق نعت گوئی کر رہے ہیں۔

ساجد کی نعت میں اہل بیت، صحابہ کرام اور اولیائے عظام کا تذکار بھی ملتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی محبت وعقیدت کا ذکر کرتے ہوئے وہ اس ماحول اور ان شخصیات مبارکہ کا بھی ذکر کرتے ہیں جن میں آپ نے تبلیغ اسلام کے سفر کا آغاز کیا اور جن کی رفاقت میں اپنی عمر مبارک گزاری اور جو دین اسلام کی سربلندی اور عظمت کے لئے ساری عمر کوشاں رہے درج ذیل اشعار دیکھئے جن میں ساجد نے صحابہ کرام، اہل بیت اطہار اور اولیائے کرام کے تذکار کے ساتھ نعتیہ جذبات وخیالات کو آمیز کیا ہے۔

صدقہ حسنؓ حسینؓ کا خیرات دیجئے
در پر کھڑے ہیں آپ کو منگتے پکار کے

کرم ہو مجھ پہ حضرتؐ صدقہ مقبولانِ داور کا
ابوبکرؓ و عمرؓ کا حضرتِ عثماںؓ کا حیدرؑ کا

میرے عیبوں پہ پردہ ڈال دیجے یا رسول اللہ
حسیں کملی کا صدقہ واسطہ زینبؓ کی چادر کا

دنیائے ہست و بود میں تو نور کا شجر
زہراؑ ، علیؑ ، حسینؑ وحسنؑ تیری ڈالیاں

صدقہ حسن حسین کا خیرات ڈال دے
بھر دے مراد سے مرے ہاتھوں کی تھالیاں

گنجِ شکر کے عرس میں آتے ہیں جب حضورؐ
کھلتا ہے در بہشت کا بجتی ہیں تالیاں

شہنشاہ مدینہ ہو عطا حسنینؓ کا صدقہ
کہ مدت سے مری جھولی ہے خالی یا رسولؐ اللہ

ان اشعار میں ایک حوالے سے منقبت صحابہ واہل بیت اور مدح اولیا بھی ساجد کے نعت گوئی کا حصہ بن گئی ہے۔

ساجد کی نعت میں محاکات کا انداز بھی قابل ذکر ہے انہوں نے اپنی نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ومحبت کے اظہار میں تمثال گری سے بھی کام لیا ہے اور لفظوں کے

ذریعے نعتیہ خیالات ومحسوسات کی تصویریں پیش کی ہیں یہ چند مثالیں دیکھیے: ان اشعار کو دیکھیے جنہیں پڑھتے ہیں ہمارے ذہن میں وہ مناظر پھر جاتے ہیں جن کا ذکر ان اشعار میں گیا گیا ہے۔

دونوں جہاں کی نعتیں ہیں اس کے ہاتھ میں
ہیں جس کے ہاتھ میں ترے روضے کی جالیاں

کرم کی اک نظر سرکارِ عالی یا رسولؐ اللہ
کھڑے ہیں آپؐ کے در پر سوالی یا رسولؐ اللہ

ساجد نے ہندی اصناف سخن اور موسیقی کے بعض آہنگوں میں بھی نعت کہی ہے مجالس نعت اور محافل میلاد میں ایسا پیرایہ نعت بھی بہت معروف اور پسندیدہ رہا ہے ان کے مجموعہ نعت میں درج ذیل مصرعوں سے شروع ہونے والی نعتوں میں یہ انداز نعت نمایاں

کالی کملیا والے سارے عالم سے نرالے
دو جگ کے سلطان

جاؤں میں تیرے قربان
کملی والے پیا___ تیرے در کا گدا ہوں میں

تاجدارِ حرم، ہو نگاہِ کرم
کب سے در پر پڑا ہوں میں

لاگی جو توسے نجریا مدینے والے
اپنی راہی نہ کھبریا یا مدینے والے

من کی بگیا میں آئی بہار
پیا مورے آج آئے رے

کر کے ناچوں میں سولہ سنگھار
پیا مورے آج آئے رے

واضح ہو کہ ساجد کے گیتوں کا آہنگ ایسے کلام میں عروض کی بجائے لے اور دھن کے مطابق ہے انہوں نے ایک معروف گیت ...... میں نے پوچھا چاند سے کہ دیکھا ہے کہیں' میرے یار سا حسیں

میں نے پوچھا چاند سے کہ دیکھا ہے کہیں' میرے یار سا حسیں
چاند نے کہا چاندنی کی قسم، نہیں......نہیں......نہیں

ساجد نے مکھڑے میں یوں تبدیلی کر کے اس کو نعت کا رنگ دیا ہے:

میں نے پوچھا حُسن سے کہ دیکھا ہے کہیں، سرکار سا حسیں
حُسن نے کہا دلبری کی قسم ، نہیں......نہیں......نہیں

ایسے کلام کا وزن لے اور دُھن کے مطابق ہے۔ ہندی آمیز ایسی دھنوں کے علاوہ ساجد کی نعت میں بعض ایسے خیالات بھی در آئے ہیں جو اہل شریعت کے نزدیک محل نظر میں مگر کہیں کہیں جن کا بعض صوفیانہ اور عارفانہ شخصیات کے فرمودات، مکاتیب، افکار اور اشعار میں عکس ملتا ہے مثلاً یہ شعر دیکھئے:

یہ بھید وہ سمجھا ہے کہ جو اہل نظر ہے
باطن میں وہی آپ ہے ظاہر میں بشر ہے

میں خود حجاب ہوں انہیں کس منہ سے میں کہوں
جلوہ دکھاؤ میم کا گھونگھٹ اتار کے

احمد کے احد میں کا سمجھوں
یہ کون ہے میم کی چلمل میں

ہماری گزشتہ صدی کے آغاز کی نعتیہ روایات میں ہمیں ایسے افکار کہیں کہیں ملتے ہیں ’ہمہ اوست‘ اور ’وحدت الشّہود‘ سے تعلق رکھنے والے بعض اولیائے کرام سے ایسے ارشادات موسوم ہیں لیکن نعت کے ادب واحترام کے تقاضے کے تحت ایسے خیالات جس میں عقیدہ کے مجروح ہونے کا احتمال ہواُن سے اجتناب ضروری ہے۔ نعت کے سنجیدہ قارئین نے ایسے طرز اظہا کے بارے میں ہمیشہ اپنے تحفظات کا اظہار کیا ہے۔

بہ حیثیت مجموعی ساجد کی نعت گوئی آج کی مجالس نعت میں پڑھی جانے والی پسندیدہ اور معروف طرزوں میں کی جانے والی شاعری ہے بطور نعت گو شاعر ساجد نے اپنی نعتوں کو جو شعری آہنگ دیا ہے نعت خواں ان کا صوتی رشتہ معروف فلمی گانوں سے بھی جوڑ سکتے ہیں اور عوام کو خوش کرنے کے لئے اس کلام کو اسی لہجہ ولحن میں بھی بڑھ سکتے ہیں ____ مگر کتاب کی اشاعت کے وقت اس کلام کی پیشکش چونکہ عروضی آہنگ کے مطابق ہوئی ہے اس لئے قارئین کا اسے بطرز فلمی کے لحن میں پڑھنا ضروری نہیں ____ ساجد نے سادہ لحن وآہنگ میں آج کی مجلسی انداز نعت میں اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کیا ہے مجھے یقین ہے کہ ان کی کتاب کی پذیرائی کی بھی اس طرح ہوگی جس طرح مجالس میں ان کی نعتوں کو نعت خوانوں کے لب ولہجہ میں سنا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ شبیر احمد ساجد کی نعت کے ضمن میں کی جانے والی مساعی کو مشکور فرمائے ان کی بشری کمزوریوں سے درگزر کرتے ہوئے انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے (آمین)۔ آخر میں دو رعبایاں ایک اس کتاب کی مرتبہ عزیزی میمونہ ثاقب کے لئے اور ایک شبیر حسین ساجد مرحوم کے لئے:

تکریم کرے جہاں تری خواہش کی
مقبول ایزدی ہو جو کاوش کی
ساجد کے فکر و فن کے بارے میں
میمونہ ثاقب نے جو کوشش کی

شائستہ طرزوں سے جینے کی بات
بہجت زا، دل خواہ، قرینے کی بات
شبیر حسین ساجد آتا ہے یاد
جب ہوتی ہے دوست! مدینے کی بات

❖……❖……❖……❖

معجزہ معجزات سے پہلے: اعجاز فیروز اعجاز

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت اور تاریخ کئی صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ ہر زبان اور ہر دَور کے نعت نگاروں کی یہ کوشش رہی ہے کہ وہ نعت کی صنف میں اپنی تخلیقی جوہر کا بہتر سے بہتر استعمال کریں۔ عربی، فارسی اور اردو نعت نگاروں کی روائت میں ندرت اور جدّت کی سینکڑوں مثالیں ملتی ہیں۔ موضوع اور مضامین کے اظہار میں مختلف شاعروں کے اسالیب اور انداز بیاں میں طرح طرح کی کوششیں کارفرما رہی ہیں۔ ایسی کوششوں میں ایک کوشش آپؐ کے اسمائے مبارکہ کو منظوم کرنے اور انہیں نعت میں استعمال کرنے کی ہے اس کوشش کو اظہار عام طور پر یوں ہُوا ہے۔

۱۔ آپؐ کے اسماء کو مسلسل کسی نظم، غزل کی ہیئت، رباعی یا کسی دوسری صنف میں منظوم کر دیا گیا ہے اس میں نعت نگار اپنی طرف سے کوئی لفظ شامل نہیں کرتا۔ سوائے 'و'، 'ال' (الف لام) اور 'یا' وغیرہ کے جو مصرع کی ساخت کو برقرار رکھنے کے لیے ہوتا ہے (یعنی ضروریات شعری کے لئے) ورنہ آپؐ کے اسمائے مبارک کی جمع آوری ہی نعت کے اس اسلوب اور قرینہ کو پورا کر دیتی ہے۔

مثلاً:

مزّمل و مدّثر و یٰسین و تہامی
امّی و رحیم' احمد و محمود و محمّد

وغیرہ ____ اس طرح آپؐ کے اسمائے گرامی کم وبیش تمام منظوم ہو سکتے ہیں۔

۲۔ آپ کی اسمائے مبارک کو منظوم کرنے کی دوسری کوشش یہ ہوئی ہے کہ آپؐ کے کسی نام کو ردیف بنا کر اس پر نعتیہ اشعار (قطعہ یا غزل کی صورت میں) لکھ دیئے جاتے ہیں۔

۳۔ ایک قسم یہ ہے کہ آپ کے کسی اسم مبارک کو ردیف رکھ کر اس کی تشریحات کو منظوم کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً آپؐ کا ایک اسم مبارک ختم رُسل ہے تو اس کو ردیف بنا کر نعت لکھ دی جاتی ہے تو ہر شعر میں آپ کا یہ اسم گرامی بھی آ جاتا ہے اور دوسرے مصرعوں میں اس اسم مبارک کے تلازمے اور دوسری معنوی پرتیں آ جاتی ہیں۔

شافع محشر کے نام کا ایک مطلع دیکھئے:

جیسے

؎ چشم کرم، رحمت لقب اے شافع محشر
تکتے ہیں تری سمت سب اے شافع محشر

یوں ہر شعر کے آخر میں شافع محشر آئے گا اور اس نام کی برکت اور معنویت کی تکرار ہوتی رہے گی۔

۴۔ ایسی نعتوں کا ایک انداز یہ ہے کہ آپؐ کے اسم مبارک کی تشریح کر دی جاتی ہے۔ قطعہ یا غزل کی صورت میں ____ شعر وار اسی اسم صفت کی مختلف معنوی پرتوں کو نعت کا موضوع بنا دیا جاتا ہے یا یوں سمجھے کہ رحیم، کریم، روف، یٰسین وغیرہ کسی ایک اسم کو عنوان بنا کر چھ سات شعروں کی نظم لکھ دی جاتی ہے۔

۵۔ پانچویں صورت یہ ہے مختلف مضامین و موضوعات کی حامل نعتوں پر آپؐ کے اسمائے مبارک میں سے کسی ایک کو عنوان کے طور پر اوپر درج کر دیا جاتا ہے۔ اس نام کے مفہوم و مطلب کا پوری نعت کے مضمون و موضوع سے ہم آہنگ ہونا ضروری نہیں یعنی رحیم کے عنوان والی نعت پر شاہدؐ بھی درج کر دیا جائے تو اس سے کچھ فرق نہیں

پڑتا اگرچہ معنوی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اسمائے مبارکہ کے تلازمات میں ایک معنوی ربط بالواسطہ یا بلاواسطہ، بظاہر یا بین السطور موجود ہوتا ہے۔ مگر پوری نعت کے عنوان کے طور پر کسی اسم مبارک کی موجودگی کا زیادہ تعلق برکت وفضیلت کے خدمات ہی کی ترجمانی کرتا ہے۔

اردو نعت میں آپؐ کے اسمائے گرامی کو مذکورہ بالا اسالیب و انداز ہی میں استعمال کیا گیا ہے ____ گزشتہ ایک دو دہائیوں میں کئی ایسی کتابیں شائع ہوئی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اور حضور اکرمؐ کے اسمائے مبارکہ کو حمد و نعت کا موضوع بنایا گیا۔ مثلاً

○اسماء النبیؐ (ع س مسلم) لاہور
○اسماء النبیؐ (صدفِ ضمائر میں) (ع س مسلم) لاہور
○اللہ (نسیم خاں سیما) ماہوزا، فیصل آباد، ۲۰۱۸

معجزہ ____ معجزات سے پہلے ____ اعجاز فیروز اعجاز کا نعتیہ مجموعہ ایسی کتابوں میں ایک تازہ اضافہ ہے۔

اعجاز کی نعتیہ کلام کا یہ مجموعہ ایک حمد، آٹھ دعائیہ، حمد یہ اردو رباعیات و فارسی قطعات اور ۹۹ نعتوں پر مشتمل ہے ____ یہ نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں اور کم و بیش چھ چھ سات سات نعتیہ اشعار پر مشتمل ہیں ____ ان نعتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جن اسمائے گرامی کو عنوان نعت بنایا گیا ہے وہ یہ ہیں

مَحمُود ﷺ	لکھنے تھے معجزات، قلم بولنے لگا
حامِد ﷺ	یہ زندگی ہے ذرا احتیاط سے گزریں
شَاھِد ﷺ	ہر سمت احتشامِ محمدؐ کی بازگشت
ھادِ ﷺ	عظمت کے سلسلے ہیں، محبت کے سلسلے
یٰس ﷺ	بندگی کی سربلندی آپؐ کی سطوت سے ہے

کَلِیم ﷺ چمک سے بڑھ کے، کسی آفتاب سے بڑھ کر
حَرِیص ﷺ میم، ح، میم، دال، لکھتا ہُوں
طَاھِر ﷺ بنا رحمتوں کا شجر اُنؐ کا روضہ
مُتَّقی ﷺ سبقتِ کامل کہوں یا رحمتِ کامل کہوں
حَقّ ﷺ ذکرِ نبیؐ ہے دِل میں تلاوت لبوں پہ ہے
مَکّیِ ﷺ درُود کا ہے وظیفہ زبان پر ہردم

اسی انداز میں ننانوے نام میں جن کی نشاندہی اس کتاب کی فہرست میں کی گئی ہے

چند اسماء کی فہرست کو درج کرنے کی ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ قرآن مجید، احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ملّت اسلامیہ کی علمی و مذہبی روایات، کتب اور صوفیانہ ملفوظات و آثار سے ملنے والے اسمائے محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ننانونے سے کہیں زیادہ ہیں۔ اس حوالے سے فیصل آباد کی معروف شخصیت صوفی برکت صاحب کی مرتب کردہ کتاب 'اسمائے نبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم' جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے اس میں آپؐ کے اسماء کی تعداد اٹھارہ سو سے زیادہ ہے۔ یہ کتاب بڑے سائز میں نفیس میٹ کاغذ پر چار رنگوں میں چھپی ہے اس کی خطاطی معروف خطاط یوسف سدیدیؒ کی ہے ہر اسم کو ایک طغرا کی طرح عنوان بنا کر نیچے اس سے منسوب احادیث و کتب آثار کا حوالہ دیا گیا ہے۔ عربی، فارسی اور اردو میں اس انداز کی متعدد چھوٹی بڑی کتابیں ہیں جن میں آپؐ کے اسمائے گرامی کو معمولات کے وظائف کے لئے بھی مرتب کیا گیا ہے۔

اردو نعت میں آپؐ کے اسماء کا موضوع خوبصورت اور دلپذیر موضوع ہے آپؐ کے اسماء دراصل خود چھوٹی چھوٹی بلیغ مفاہیم کی حامل نعتیں ہیں ایک ایک نام کی تشریحات وتوضیحات پر مفسّرین نے مضامین ومقالہ جات لکھے ہیں جن میں اس اسم کے لغوی مفہوم سے لے کر اس سے وابستہ تلازمات، کیفیات، مشاہدات اور اس اسم کے ذکر واذکار کے اثرات تک تفصیل سے ذکر ملتا ہے۔ صوفیائے کرام کے ملفوظات میں ان سے وابستہ کئی ایسی تحریریں ہیں جن میں ان اسمائے

مقبول کی مشاہداتی کیفیات بھی بیان کی گئی ہے۔ ان اسمائے کے وِرد، گردان، تسبیح اور ان کے نتائج واثرات کو ہمارے نعت نگاروں نے اپنی نعتوں کا موضوع بھی بنایا ہے، پیشتر کے کہ میں 'معجزہ معجزات سے پہلے' پر اظہار خیال کروں میں اپنی ایک نعت مثال کے طور پر پیش کرتا ہوں____[مَیں اس مداخلت کے لئے معذرت خواہ ہوں لیکن اسم رسول اکرمؐ کے خیال سے پیدا ہونے والے تلازمات کے وہ فیض و برکات (جو نعتیہ اظہار کا حصہ بن جائیں) کی نشاندہی یہاں شاید اتنی غیر متعلقہ بھی نہیں]۔ یہ نعت دیکھئے:

مراقب ہو کے جب صلِّ علیٰ کا ورد کرتا ہوں حد امکان تک اسمِ محمدؐ پھیل جاتا ہے
سراپا روشنی میں ڈوب جاتا ہے ہر اک جانب فضا میں یوں جمالِ نورِ احمدؐ پھیل جاتا ہے!

وجود اپنا ہواؤں میں، فضاؤں میں، خلاؤں میں، مجھے یوں چاروں جانب پھیلتا محسوس ہوتا ہے
کہ جیسے دائرہ در دائرہ ہر سو کوئی نقطہ خود اپنی ذات کے مرکز سے بے حد پھیل جاتا ہے

طراوت، حسن، زرخیزی، سبھی الفاظ اس اک نسبتِ نورانیت سے معتبر محسوس ہوتے ہیں
زمانے بھر کی شادابی نظر کو ڈھانپ لیتی ہے، مرے احساس پر یوں سبز گنبد پھیل جاتا ہے

''نفخت فیہِ من روحی'' کی خوشبو کا سمندر گھیر لیتا ہے، بُن ہر مُو پکار اٹھتا ہے ''یا اللہ''
مہکتا ہے ازل کی صبح کا مستور نافہ، جسم کے زندان کا نور مقید پھیل جاتا ہے

تجلی کے ذخائر ہیں، سکینت کے جزائر ہیں، عجب نوری مناظر ہیں، بڑے روشن دوائر ہیں
یہ کس ہستی کے ناظر ہیں؟ یہ کس محفل میں حاضر ہیں؟ جہاں اعصاب تک میں نورِ احمدؐ پھیل جاتا ہے

گنہ مٹتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں، رگ و پے میں سکینت کے سکوں پرور اجالے تیر جاتے ہیں
تصور میں ترے نعلینِ پا کو چومتا ہوں جب، مرے ہر سانس میں اک نورِ سرمد پھیل جاتا ہے

وہ کیسا سائباں ہے؟ جس کی رحمت بار چھاؤں کی اماں میں رفتہ و امروز و آئندہ کی نسلیں ہیں؟
خیال آتا ہے جب محشر کی گرمی کا، دل و جاں پر گھٹا بن کر شفاعت کا وہ برگد پھیل جاتا ہے

سمٹ جاتا ہے دنیا کا ہر اک منظر، رسولِ پاکؐ کے اسمِ گرامی کے تجلی بار حرفوں میں
زمیں کی وسعتوں اور آسماں کی بے کراں پہنائیوں میں ہر طرف میمِ مشدّد پھیل جاتا ہے

وہ کیسا در ہے؟ جس پر مانگنے والا بحمداللہ جہاں سے بے نیاز اور صاحبِ توقیر ہوتا ہے
صدا دینے سے بڑھ جاتی ہے عزت مانگنے والے کی، سائل کی انا کا قامت و قد پھیل جاتا ہے

خدائی تیرتی ہے نورِ احمدؐ کی سیاہی میں، سیاہی وہ جو روشن ہے کروڑوں سورجوں سے بھی
ہمہ موجود و امکاں کو وہ نورانی سیاہی ڈھانپ لیتی ہے کچھ ایسے نورِ احمدؐ پھیل جاتا ہے

وہ جس پل چشم بند و گوش بند و لب بہ بند اعلان ہوتا ہے تہِ جاں کی کسی اقلیمِ حیرت سے
بن ہر مُو مشاہد ہو رہا ہوتا ہے اس پل سرّ حق کی ذات کا حسنِ مجرد پھیل جاتا ہے

فضا کو ڈھانپ لیتی ہے کسی نادیدہ پُراسرار جنت کی خوشی، حرفوں کے نافے یوں مہکتے ہیں
لبوں پر یا محمدؐ جس گھڑی آتا ہے اس لمحے درودِ پاک کا نور و ماحول پھیل جاتا ہے

قریب اپنے کوئی نورانیت بہتی ہوئی محسوس ہوتی ہے تہجد کے سکینت خیز لمحوں میں
شفاعت آشنا ماحول دل کو گھیر لیتا ہے محیط روح تک احسان ایزد پھیل جاتا ہے

غلاف کعبہ کی خوشبو اترتی ہے خیالوں میں، ملائم ہونے لگتے ہیں اندھیرے ثورِ باطن کے
مجھے دیوار کعبہ اپنے رخ پر جھکتی لگتی ہے، مرے ہونٹوں پہ لمسِ سنگِ اسود پھیل جاتا ہے

اعجاز کی نعتیہ شاعری کے مضامین و موضوعات کم و بیش وہی معروف موضوعات ہے جو ہر دور کی نعتیہ شاعری کا فکری اثاثہ ہیں انہوں نے چونکہ نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کے اسمائے گرامی سے موسوم کیا ہے اس لئے شعوری یا لاشعوری بلکہ ارادی یا غیر ارادی طور پر آپؐ کے اسماء کی معنویت، ان کا معنوی سیاق و سباق، ان سے وابستہ تلازمات و متناسبات کی جھلک ان کی نعتوں میں آ گئی ہے۔

آپ کی سیرت و کردار کا تذکار، شہر مدینہ سے والہانہ محبت کا اظہار، اس شہر کے متناسبات، مدینہ کی حاضری کی شدید آرزو، قرآن کریم کے حوالے سے اسلامی تعلیمات کا ذکر، آپؐ کی رحمت و شفاعت طلبی کی تمنا، آپؐ کی ختم رسالت، آپؐ کی شریعت مطہرہ کا فیضان، آپؐ کی عظمت، نسبت کی گفتگو، درود سلام کی کیفیات۔ صنفِ نعت کے آداب، اس صنف کے حوالے سے اپنی پہچان، زندگی نعت کے فن سے وابستہ کرنے کی خواہش، آپؐ کی شان رسالت، انسانیت کے لئے آپؐ کی خدمات و رہنمائی کا فیضان و برکت، آپؐ کی مبارک آمد سے دنیا میں ظاہر ہونے والا انقلاب، آپؐ کی بندگی آثار روّیے۔ یہ ____ اور اس انداز کے دیگر سینکڑوں مضامین، اعجاز کی نعتیہ شاعری میں قرینے سے بیان ہوئے ہیں ان کے درج ذیل اشعار ملاحظہ ہوں۔

اعجازِ مصطفیٰؐ سے زمانے کو یُوں لگا
اللہ نے جہان کو دارُالاماں دِیا

شفیع المذنبیں، خیرالوریٰ، خیرالبشر ہیں وہؐ
گواہی کے اِسی اعجاز کا اقرار ہو جائے

جو ندامت سے جھُکا، وُہ معتبر ہو کر اُٹھا
دِل سے جو رویا، مقدّر کا سکندر ہو گیا

چشمِ گریہ میں ندامت کے سِوا کچھ بھی نہیں
خود شفاعت ہیں نبیؐ اور مسیحا ہیں نبیؐ

میرے اللہ عطا حُسنِ رقم کر دے مجھے
ایسے اشعار کہوں جیسے ستارا ہیں نبیؐ

جو ندامت سے اشکبار ہُوا
اُس کو حاصل نبیؐ کی قربت ہے

کیا جمالِ والیٔ طیبہ کی اب تعریف ہو
رحمتیں ہیں، عظمتیں ہیں، برکتیں ہیں مرحبا

مُراد اُن کی اطاعت سے منزلیں پائے
نمازِ حق سے کوئی بڑھ کے انتخاب کہاں

اللہ مجھ حقیر کو یُوں پارسا بنا
ہر سانس وِردِ اسمِ محمدؐ کرے سَدا

تیریؐ رحمت ہے سب رحمتوں سے الگ
تیریؐ اُمّت ہے سب اُمّتوں سے جُدا

گُناہ پر جِسے سچّا ملال ہو جائے
وہ خوش نصیب بشر با کمال ہو جائے

مکمّل کروں زِندگی نعت کہہ کر
یہ تحفہ بصد احترام اُنؐ کو بھیجوں

سب کے دِل میں محبت اُنؐ کی
یہ محبت ہے عنایت اُنؐ کی

جِس سے منشُورِ کائنات ملا
آپؐ کا آخری وُہ خُطبہ ہے

شاہِ کونین کی محبت میں
نعت شامل ہے میری عادت میں

سیرتِ مصطفےٰ پہ چل کر ہی
رحمتِ ربؑ ثواب دیتی ہے

سانس چلتی ہے مِرے سینے میں
شہرِ طیبہ کی ہوائیں لے کر

فنّی محاسن کے حوالے سے بھی اعجاز کی کتاب نعت لائق تحسین ہے انہوں نے ذات رسالت مآب سے اظہار عقیدت کے لئے کئی تازہ زمینوں کو استعمال کیا ہے واضح رہے کہ بلیغ اور پُرتاثیر اظہار زمینوں کی تازہ کاری ہی سے ممکن ہے اعجاز نے اپنی نعتیہ زمینوں میں ردیف کا بھی خوبصورت استعمال کیا ہے اور اس مناسبت سے کئی خوبصورت شعر نکالے ہیں جدّت و ندرت لئے ہوئے ہیں۔ اوزان بحور میں بھی دو تین جگہوں پر اعجاز نے نادرہ کاری کے نمونے پیش کئے ہیں بہ حیثیت مجموعی اعجاز کے نعتیہ کلام پر تازگی اور روائی کا احساس ہوتا ہے ان کی نعتوں کے یہ مطلع دیکھئے:

؎ خوشبو کے نام خدا پھیلی
آپؐ آئے تو شفا پھیلی

؎ امت پر احسان نبیؐ کا
افضل ہے قرآن نبیؐ کا

؎ عظمت کا مینار نبیؐ
امت کا غمخوار نبیؐ

؎ شان محمدؐ ، شانِ رسالت
نعت نے بخشا ذوقِ عقیدت

؎ حکمت و عرفاں کے موتی
رحمتِ یزداں کے موتی
یہ کیسی رواں دواں، موثر اور سلیس لب ولہجہ کی حامل نعتیں ہیں۔

معجزہ، معجزات سے پہلے قریب قریب ساری غزل کی ہیئت اور صنف ہے۔ چند نعتیں بندوار نظموں کی طرح ہیں جیسے تھامی، فتاح، کے عنوانات کے تحت لکھی جانے والی نعتیں ـــــ لیکن ان کے اندر کا شعری نظام اور مصرعوں کی ساخت بھی غزل جیسی ہے اعجاز نے ان نعتوں میں ٹیپ والے مصرعوں کی تکرار سے خوش آہنگی پیدا کی ہے۔ اسمائے حضور سید کونین اور رحمتِ عالم کے شمول سے مَیں نے اس کتاب کی اشاعت کی ہجری اور عیسوی تاریخیں یوں نکالی ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

سیّدکونین
معجزہ معجزات سے پہلے
اعجاز فیروزاحمد
۱۴۴۵ھ

رحمتِ عالم

معجزہ معجزات سے پہلے

اعجاز فیروز اعجاز

۲۰۱۹ء

اعجاز فیروز کے لئے ایک رباعی پر مَیں نے اپنے تاثرات ختم کرتا ہوں:

احساس و روح کو جگاتی نعتیں
کیا خوب ہیں سرمدی یہ نوری نعتیں
اعجاز! تمہیں بہت مبارک ہوں یہ
اسمائے حضرتؐ پر لکھی نعتیں

◆……◆……◆……◆

سدرہ سے آگے: غلام فرید نقشبندی (مریدِ اقبال)

غلام فرید کی نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معاصر نعتیہ منظر نامے میں منفرد حیثیت رکھتی ہے یہ حیثیت نعت کے موضوعات اور مضامین کے حوالے سے ہے اس کا تعلق طریقت اور صوفیائے کرام کے سلاسل میں پڑھی جانے والی نعتوں سے ہے اسلامی تصوف میں صوفیائے کرام کے کئی سلاسل میں بعض سلسلوں میں سماع اور عارفانہ طرزِ نعت کی بڑی اہمیت ہے ۔ جے سپنسر ٹرمنگھم (J.Spencer Triningham) نے اپنی معروف کتاب اسلام میں صوفیہ کے سلاسل (Sufi Orders In Islam) میں ایسے بیسوؤں سلسلوں کا ذکر کیا ہے جنوبی ایشاء میں تصوف کے چار بڑے سلسلے ہیں جن میں نقشبندی سلسلہ بہاؤ الدین نقشبند بخاریؒ ، قادری سلسلہ عبدالقادر جیلانیؒ ، چشتی سلسلہ خواجہ مودود چشتیؒ اور خواجہ معین الدین چشتیؒ اور سہروردیؒ سلسلہ شہاب الدین سہروردیؒ سے منسوب ہے ان میں بعض سلاسل برّصغیر پاک و ہند میں زیادہ مصروف ہیں مثلاً قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ سلسلہ وغیرہ ۔ کئی ایسے ہیں جو مشرق وسطٰی، ترکی ، مراکش اور دوسرے ممالک میں اپنا خاص تعارف رکھتے ہیں مثلاً مولویہ اور شاذلیہ وغیرہ ____ پھر ان سلاسل کی کئی ضمنی اور ذیلی قسمیں بھی ہوتی گئیں اور بعض میں دوسری نسبتیں بھی شامل ہوتی گئیں کوئی سلسلہ اپنے کسی مقدّم (شیخ سلسلہ) کے سبب کسی علاقے میں زیادہ معروف ہوا تو اس کے نام کی نسبت بھی سلسلے کی مرکزی شناخت میں شامل ہوگئی جیسے قادریہ چشتیہ، قادریہ صابریہ اور چشتیہ نقشبندیہ وغیرہ ___ یوں سلاسل کی شاخ در شاخ نسبتیں ہزاروں تک پہنچ جاتی ہیں۔

ان سلاسل میں سے کچھ سلسلے اپنی نعت نگاری کے حوالے سے اظہار اور محبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جداگانہ رنگ اور آہنگ لئے ہوئے ہیں خصوصاً صوفی شاعروں کے ہاں

آپؐ کی ولادتِ مبارکہ، آپؐ کا ظہور، اللہ تعالیٰ سے آپؐ کا تعلق، نسبت اور آپؐ کے فیض و برکات کے اظہار کی انفرادیت اور نوعیت عام نعت نگاروں سے بہت مختلف ہے ہماری نعت گوئی کے مضامین میں عام طور پر دوریٔ مدینہ، سفرِ مدینہ، آپ کے شمائل، غزوات فیضان اور فرمودات کا زیادہ ذکر ہے مگر عارفانہ نعت گوئی میں آپؐ کے باطنی فیوض و برکات آپ کی ذات اور صفات کے صوفیانہ تصور کا تذکار زیادہ ملتا ہے فرید صاحب کے ان اشعار سے مَیں آگے چل کر شائد اپنی بات کی وضاحت کرسکوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات، اس ذات کا اللہ تعالیٰ سے تعلق اور نوعیت اور آپؐ کی شان و رفعت کی ایک صورت وہ ہے جو ہمیں سیرت کی کتابوں میں ملتی ہے اس ذات گرامی کا ایک دوسرا رخ وہ ہے جسے صوفیائے کرام اپنے مشاہدات میں محسوس کرتے ہیں وہ کائنات کے نظام میں روح محمدی کے فیوض و برکات کا مشاہدہ مختلف انداز سے کرتے ہیں نیز اپنے ملفوظات، کتابوں اور شاعری میں اس کا اظہار بھی عام شاعروں کی نسبت زیادہ گہرائی میں جا کر جدگانہ طرز سے کرتے ہیں۔

غلام فرید کے یہ شعر دیکھئے:

ادا ہوتی ہیں سب رسمیں جہاں بانی کعبہ کی
تری شانِ ثوابت کے وہاں اظہار ملتے ہیں

اس پیار و محبت کی اب تک نہ سمجھ آئی
محبوبؐ و محبّ ہر اک الفت کا ہے شیدائی

بزم آرائیِ ہستی میں ہے واضح اعتدال
جس طرف دیکھا ہیں محبوبؐ و محبّ ہی ہم خیال

لب پہ درودِ پاک کی گردان جس طرح!
پھر آج اُنؐ کی دید کا امکان جس طرح!

محبت میں محبّ نے دے دیے تجھ کو جہاں سارے
تجھی کو وقف کر ڈالے مکان و لا مکاں سارے

فرید کی نعت میں شریعت وطریقت کے بعض نازک پہلوؤں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے تناظر میں دیکھا گیا ہے ان کے نعتیہ مجموعے 'سدرہ سے آگے' کا نام ہی حیرت آثار مضامین نعت کی نشاندہی کرتا ہے ان کی نعتوں کے مضامین میں سرفہرست یہی موضوع ہے جو مطالعہ سے زیادہ مشاہدہ کی عطا سے تعلق رکھتا ہے مَیں یہاں 'قال' اور 'حال' کی تفصیلات میں نہیں جاؤں گا لیکن اس مجموعہ نعت کا خالق تصوّف کے ان مسائل سے آشنا ضرور ہے اہل علم جانتے ہیں کہ ان مسئلوں کا اظہار زبان کے مروجہ سانچوں میں ممکن ہی نہیں بھگت کبیر نے اپنے کسی دوہے میں اس کیفیت کو گونگے کے گڑ کھا اس کا مزہ بیان کرنے کی (ناکام یا لکنت آمیز ترجمانی کی) کوشش سے تعبیر کیا ہے۔ جو بندہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت ومعرفت سے باخبر ہو جاتا ہے پھر اس کی خبر نہیں ملتی۔ بقول شاعر

؎ آں را کہ خبر شد خبرش باز نہ آئد

جس کو ذاتِ حقیقی کی خبر (معرفت) ہو جاتی ہے پھر اس کی اپنی خبر نہیں ملتی

فرید نے نعت گوئی کے جاری و ساری اور مستعمل مضامین و موضوعات کی بجائے صاحب نعت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور مقام و مرتبہ کو ہی اپنی نعت گوئی کا محور بنایا ہے۔ انہوں نے نعت میں کئی خوبصورت شعر نکالے ہیں یہ شعر ملاحظہ ہوں:

کچھ نہ تھا ہستی میں جب تُو نے اسے بخشا وجود
کھول دی بندے پہ تُو نے دونوں عالم کی کشود
آدمؑ سے مسیحاؑ تک تخلیق اُسی کی تھی
اِس نام کو اُن سب پہ سلطان کیا اُس نے

کس کی نگاہِ ناز سے مخمور ہے جہاں
مستی میں محوِ رقص ہیں لاہوت و لامکاں

ہستی کے زیر و بم سبھی تیری طبع کے پیچ وخم!
شام وسحر کی کروٹیں تیری ادائیں دم بدم!

فرید کی کتاب میں بعض ایسے نعت پارے بھی ہیں جو سماع کے لحاظ سے متاثر کن ہیں ان نعت پاروں میں مصرعوں کی ترتیب وتکرار کا آہنگ زیادہ تاثیر لئے ہوئے ہیں اگر ان اشعار کو لحن کاری سے آمیز کیا جائے تو سامعین پر اس کے خوشگوار اور دیرپا اثرات مرتب ہوں گے ان کی یہ نعتیں ملاحظہ ہو۔

رسالت تو ہے شکلِ اظہارِ وحدت، مگر بندگی ایک اسرارِ وحدت
جو میری ادا ہے وہ اس کی ادا ہے، ادائے خدا ہے ادائے محمدؐ

جلوۂ نور کی تاب سہہ نہ سکے! حسن جتنے تھے سب رُوبرو جب ہوئے
بے نیازی کی یہ رمز بھی کھل گئی!! چہرۂ الضّحیٰ اُس کو مرغوب ہے

تختِ رف رف کو پھر یہ سعادت ملی! اُس کی منزل بھی بس لامکاں تک ہی تھی
عرض کی اُس نے بھی اے شہہِؐ دوسرا! میری پرواز کا اختتام آ گیا

حسن بولا، ہے اُلفت کا یہ مرحلہ! ایک محبوب ہو گا محبّ دوسرا
ماسوا دو کسی کو اجازت نہیں! ساقیٔ بزم کا ہے پیام آ گیا

اتنا مولا کو ہے پیار محبوبؐ سے! جلوے مولا کے محبوبؐ کے معجزے!
دونوں ہی رُوپ مولا کے اپنے ہیں یہ! آشکارا بھی ہے آشکارا نہیں

پوری خلقت تو ہے حسن اُس کا مگر! حسن یہ تھا فریدؔ اُس کے پیشِ نظر!
ماسوا حسنِ محبوبؐ زوّار نے! حسن شیشے میں کوئی اُتارا نہیں

بہ حیثیت مجموعی فرید صاحب نے نعت میں کئی منفرد اور دلآویز شعر نکالے ہیں یہ شعر ان کی ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے گہری عقیدت و محبت کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ان کا اندازِ محبت مختلف بھی ہے اور منفرد بھی ــــــ اسی سبب اُن کے اشعار میں عشقِ رسالت مآب کا بیان بھی مختلف انداز میں ہوا ہے واضح ہو کہ محبت، نعت کا مشترک موضوع ہے اور عربی، فارسی، اردو اور دوسری زبانوں کے شاعروں نے اپنی نعتوں میں آپؐ کے ذات کے ساتھ محبت کا اظہار کیا آپ کے شہر اور دوسرے متناسبات کو بھی اپنی نعتوں کا حصہ بنایا ہے مگر فرید صاحب کے یہ شعر دیکھئے جو ان کے مختلف رنگ محبت کے ترجمان ہیں۔

ادا ہوتی ہیں سب رسمیں جہاں بانیٔ کعبہ کی
تری شانِ ثوابت کے وہاں اظہار ملتے ہیں

لب پہ درودِ پاک کی گردان جس طرح!
پھر آج اُنؐ کی دید کا امکان جس طرح!

آدمؑ سے مسیحاؑ تک تخلیق اُسی کی تھی
اِس نام کو اُن سب پہ سلطان کیا اُس نے

شہر کی گلیوں میں تیرے پیارے قدموں کے نشاں!
عشق کی نظروں میں بچ کے لفظِ قرآں ہو گئے

نہیں بھیجا درود اُس نے گئے ادوار میں پہلے!
نہ کھائیں اُس نے قسمیں بھی کسی کے پیار میں پہلے

تُوؐ بھی ہے بے نظیر وہ تجھؐ سے بھی بے نظیر ہے
اُس کا ہے پیار حسن جُو ، تیرا ہے پیار عشق جُو

اپنے گناہوں کی شرمساری کے ساتھ وہ امت مسلماں کی زبوں حالی اور حظا شعاری کا بھی دردمندی سے اظہار کرتے ہیں یہ شعر دیکھئے

جرم و عصیاں میں گھری ہے نسلِ آدم آج کل!
بالمقابل جرم و عصیاں تیری رحمت بے کنار

جسؐ کی خاطر تُو نے اِس ہستی کو بخشا ہے وجود
اُسؐ کی خاطر روزِ محشر ہو نہ اُمّت شرمسار

فرید کی نعت گوئی کے فنّی پہلوؤں میں دو باتیں نمایاں ہیں ایک یہ کہ انہوں نے ردیف کا کم کم استعمال کیا ہے ان کی اکثر نعتیں غیر مرّدف ہیں انہوں نے قافیے پر ہی اپنے احساسات کا اختتام کیا ہے ان کے یہ عقیدت پارے دیکھئے:

اوّل و آخر ہے تُو ہی اے مرے پروردگار!
تُو مرا مالک تجھی پر ہے یہ میری جاں نثار

کچھ نہ تھا ہستی میں جب تُو نے اسے بخشا وجود
کھول دی بندے پہ تُو نے دونوں عالم کی کشود

خداوندا! ترے اِس راز کی اتنی سمجھ آئی
نہاں ہے عقلِ انساں سے، یہ تیری بزم آرائی

یہ ترا چھپنا بھی ہے اک تیرے ہونے کی دلیل!
سامنے آئے نہ آئے تذکرہ ہے برسبیل

اس پیار، محبت کی اب تک نہ سمجھ آئی
محبوبؐ و محبّ ہر اک الفت کا ہے شیدائی

اس عشق کا سبب ہے ہستی کا یہ فسانہ
جلوہ گری کی خاطر ڈھونڈا ہے اک بہانہ

دوسرا پہلو اُن کے اظہار کی وارفتگی سے متعلق ہے وہ بعض شعری وفنّی التزامات میں تصّرف کر جاتے ہیں ان کے ہاں کہیں کہیں فکر کا دھارا فن کے تقاضوں کو بھی ملحوظ خاطر نہیں رکھتا بعض الفاظ کے تلفّظ کے بارے میں وہ معمولات کی پروانہیں کرتے ان کی کئی نعتوں میں فرید کا لفظ فری کے تلفظ میں آیا ہے ایسی جگھوں پر دال شعری تقاضوں کے برعکس محذوف ہو جاتا ہے۔ ایک منفرد اور نسبتاً کم مستعمل آہنگ کی مثال دیکھئے:

غمزدوں کی آس آپؐ ہیں
سب کا انعکاس آپؐ ہیں
ہر کسی کے غم میں یا رسولؐ
ہر گھڑی اُداس آپؐ ہیں

ایک اور خوش آہنگ بحر ملاحظہ ہو:

تیرے آنے سے اتنا کرم ہو گیا
سرخرو سارا عرب و عجم ہو گیا

لاالٰہ سے فضا گونج اٹھتی سبھی
سب جہاں جیسے مثلِ حرم ہو گیا

مل گئی بھولے بھٹکے کو راہِ نجات!
آدمیّت سبھی دیدہٌ ور ہو گئی

فرید صاحب نے اپنے نعتیہ مضامین میں صوفیائے کرام کے اس تصور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کا نقشہ پیش کیا ہے جو صوفیائے کرام، اہل جذب و باطن اور صاحبان مشاہدہ کا محبوب موضوع ہے مگر آج کے عام نعت نگاری جسے زیادہ گہرائی میں جا کر نہیں دیکھتے۔ فرید صاحب نے متعدد علمی و ادبی مسائل پر بہت سے مسودے تیار کر رکھے ہیں ان کی فہرست کتب پر ایک نظر ڈالیے:

☆**مُریدِ اقبال** (مطبوعہ۔ مئی ۲۰۱۶ء)

1 قائدؒ تجھے سلام 2 گلستانِ فرید 3 بوستانِ فریدؔ 4 سدرہ سے آگے (نعتیہ)
5 وقت کی آواز 6 بے سوز نالے 7 نوائے اقبالؒ بنام اُمّتِ مسلمہ 8 رہبر زخمۂ مضرابِ قوم 9 آرزوئے حرم 10 فغانِ نیم شب 11 جمخانوں کے طواف 12 خار و گل 13 مراحلِ سوز و عشق (غزلیات) 1 4 لا ریبِ فیہ (منظوم ترجمہ قرآنِ کریم ۔ جاری ہے۔۔) 1 5 عکسِ بالِ جبریل (اپنے الفاظ میں) 16 پھر اپنے کاشانے میں آ (نوجوانانِ ملّت کے نام) 17 عکسِ ضربِ کلیم (اپنے الفاظ میں) 18 عکسِ ارمغانِ حجاز (اپنے الفاظ میں) 1 9 سیلِ اشک (غزلیات) 20 لا دین سیاست کے پیچ و خم 21 وارفتۂ مغرب 22 کل کے نقیب (نو نہالانِ ملّت کے نام) 2 3 ڈرامائی مسلمانی 2 4 شمعِ حق خون سے جلتی ہے (سانحۂ کربلا) 25 ملّت کا چراغ خون سے جلتا ہے 26 رموزِ عشق (غزلیات) 27 عکسِ زبورِ عجم (اپنے الفاظ میں ۔ اُردو) 28 پاکستان اب بچّہ نہیں 29 غبارِ راہ 30 مضرابِ بے توقیر 31 ماورائے ضبط 32 نورٌ علیٰ نور 33 رُودادِ الم (غزلیات) 34 انگلی کے پیچھے سورج 35 تازیانہ

36 مشتِ گل کے کرتوت 37 فغانِ خستہ دل 38 حال کا مسلمان (قطعات) 39 وفا کے پیکر 40 تُو کیسا مسلمان ہے؟ 41 عکسِ جاوید نامہ (اپنے الفاظ میں۔ اُردو) 42 فکرِ گروی

☆ علاوہ ازیں انہوں نے کچھ نثری مضامین اور مکتوبات بھی لکھے ہیں جو ان کے اقبال دوستی اور کلامِ اقبال سے محبت کے ترجمان ہیں۔ غلام فرید کے بارے میں معروف دانشور اور نقاد فتح محمد ملک نے لکھا ہے:

> ’’جناب غلام فریدؔ نقشبندی علامہ اقبال کے تصورات کو حقیقت میں ڈھالنے میں عبادت کے جوش و خروش کے ساتھ منہمک ہیں۔ ہمارے اِس عہد میں اِس کارِ عظیم کی اہمیت اور معنویت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ آج کے پاکستان اور آج کی دنیائے اسلام میں اقبال کے خلاف ردِّ عمل زوروں پر ہے۔ اِن اقبال مخالف سیاسی اقدامات اور علمی موشگافیوں کا بنیادی سبب یہ ہے کہ اقبال کے انقلابی افکار اُمّت کے حکمران طبقات کے مفادات کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہیں۔ سیاست کی طرف آئیں تو ہمیں دُنیائے اسلام میں خلافت کے نام پر شہنشاہیت کا تسلّط نظر آتا ہے۔ امامت کی طرف آئیں تو داعش کی سی قوتیں اسلام کے نام پر جبر و اکراہ اور قتل و غارت کے غیر اسلامی نظام کے قیام میں کوشاں نظر آتی ہیں۔ علامہ اقبال کی تفہیم و تفسیرِ اسلام کی رُو سے اسلام کا سیاسی نظام موروثی شہنشاہیت یا عوام دشمن آمریت ہرگز نہیں۔ اُن کی نگاہ میں اسلام کا نظامِ سیاست ’’جمہوریت‘‘ ہے۔ وہ مغربی دُنیا کی سرمایہ دارانہ جمہوریت کی بجائے اسلام کی رُوحانی جمہوریت کے مبلغ ہیں۔ وہ دُنیائے انسانیت کو سرمایہ داری اور جاگیرداری کے چُنگل سے نجات دلا کر اسلام کے رُوحانی تصورات سے پھوٹنے والی عوامی جمہوریت کے داعی ہیں۔ دُنیائے اسلام میں جہاں جہاں بھی حکمران طبقات اِس حقیقی جمہوریت سے خائف ہیں وہ اقبال سے بھی خائف

ہیں۔ اقبال نے کہا تھا کہ ع: 'من نوائے شاعرِ فرداستم'۔ بے شک وہ ہمارے زمانے کے اور آنے والے زمانوں کے شاعر ہیں وہ اپنے انقلابی تصورات کے ساتھ زندہ ہیں اور استحصال اور استبداداد کی قوتوں کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان سمیت دُنیائے اسلام کے مختلف خطوں میں اِس زندہ شاعر کے تصورات سے خوف میں مبتلا حکمران طبقات اقبال کے خلاف ردِّ عمل کو شدید سے شدید تر بنانے میں کوشاں ہیں۔ ایسے میں جناب غلام فرید نقشبندی (مریدِ اقبال) کی تخلیقی اور تنظیمی مساعی کی اہمیت بے پناہ ہے۔ انہوں نے اقبال کے فارسی کلام کے عکس بھی لکھے ہیں اور اقبال کے فیضان میں جذب ہو کر تخلیقی کارنامے بھی سرانجام دیے ہیں۔ اپنے اِن کمالات کے ساتھ ساتھ انہوں نے واہ میں مریدِ اقبال فاؤنڈیشن بھی قائم کر دی ہے تاکہ پاکستان کی نئی نسلوں کے دلوں میں اقبال کے افکار و تصورات گھر کر سکیں۔''

(ملک صاحب کا یہ اظہاریہ غلام فرید کی کتاب مریدِ اقبال کے پسِ ورق سے لیا گیا ہے)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ نعتیہ شاعری کے حوالے سے فرید صاحب کو توفیقات فرید سے نوازے اور ان کے آنے والے نعتیہ مجموعے ان کے محسوسات و مشاہدات کی اور زیادہ ترجمانی کر سکیں۔ (آمین)

مَیں اس رباعی پر اپنے تاثرات کا اختتام کرتا ہوں

محسوس کیا ہے ماسوا سے آگے
دیکھا ہے نور زا فضا سے آگے
معلوم حقیقتوں سے آگے جا کر
لکھا مجموعہ 'سدرہ سے آگے'

◆……◆……◆……◆

خیالِ طیبہ: سید محمد ضیا محیؔ الدین گیلانی

نعتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم وہ مبارک صنف ہے جس میں سال بہ سال اضافہ ہو رہا ہے۔ بڑے شہروں اور معروف ادبی مراکز کے ساتھ ساتھ وطنِ عزیز کے چھوٹے بڑے دوسرے شہروں میں بھی نعت گوئی روز افزوں ہے، ’خیالِ طیبہ‘ سید محمد ضیا محیؔ الدین گیلانی کا تازہ مجموعہ نعت ہے۔ ضیاؔ کی نعت کا غالب اظہار غزل کی ہیئت میں ہوا ہے۔ اس کا بڑا فائدہ یہ ہُوا کہ اُردو شاعری کے وہ محاسن جو اس صنف سے وابستہ ہیں ضیاؔ کے نعتیہ موضوعات اور محسوسات کے اظہار میں در آئے یوں ضیا گیلانی کی نعت میں ایجاز اور تاثیر کے عناصر نمایاں ہوئے۔

نعتیہ مجموعوں کی روایت کے مطابق ’خیالِ طیبہ‘ کا آغاز حمد سے ہوتا ہے۔ اس مجموعے کے آغاز ہیں دو حمدیہ منظومات میں پہلی حمد ایک غیر غزلیہ انداز کی بندوار حمد ہے۔ جس میں ’’اے خدا اے خدا اے خدا‘‘ ٹیپ کا مصرع بار بار آیا ہے۔ مختصر بحر کی یہ حمد مناجات کا انداز لئے ہوئے ہے۔ جس کا غنائی تاثر کتاب کے آغاز ہی میں قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ پندرہ بندوں کی یہ طویل حمد اُن داخلی اور خارجی موضوعات و اسالیب سے عبارت ہے جو حمد کی روایت کا خاصہ ہیں۔ خدائے بزرگ و برتر کی صفات، اسمائے حسنہ کا اظہار، نجات طلبی، برکت جوئی اپنی ذات اور اُمتِ مسلمہ کی زبوں حالی پر چشمِ رحمت کی درخواست۔ صحابہ کرام اور اہلِ بیتِ اطہارؓ کے تذکار نے حمد کے تاثر کو نہ صرف اُبھارا ہے بلکہ اس میں دردمندی بھی پیدا کر دی ہے۔ چپکے چپکے عرض داشت پیش کرنے اور مدّعا طلبی کے لئے بیان کا یہ مخصوص اسلوب سادگی، سلاست اور سوز کی کیفیات لئے ہوئے ہے۔

غزل کے انداز میں پانچ اشعار کی دوسری حمد بھی مختصر بحر اور مناجاتی آہنگ میں ہے۔

اس میں تین شعروں میں نعتیہ رنگ اور حوالوں نے حمد میں جاذبیت پیدا کر دی ہے ''لاج رکھنا'' کی ردیف نے اس مختصر حمد کے مضامین اور موضوعات کو ایک مخصوص کیفیت عطا کی ہے۔ نواؤں، گداؤں اور صداؤں کی قوافی کے ساتھ 'کی لاج رکھنا' کی ردیف نے اس حمد کو دُعا مناجات اور عرض داشت کا قرینہ دے دیا ہے۔ بحر کے اختصار سے محسوسات کا زیرِ لب اظہار نہ صرف یہ کہ قاری کو متاثر کرتا ہے بلکہ قاری خود بھی ان کیفیات میں شامل ہو جاتا ہے۔

'خیالِ طیبہ' کی نعتوں کے مضامین و موضوعات ہماری فارسی، اُردو اور پاکستان کی دوسری زبانوں کی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے محبت اور اُن کی سیرت پاک کے مختلف گوشوں کے اظہار سے عبارت ہیں۔ یہ وہ خیالات ہیں جو آغازِ نعت ہی سے اس مبارک صنف کی معنوی بنیاد رہے ہیں۔ ان مضامین کی تازگی ہر دَور میں نئی رہی ہے۔ نعت کا مرکزی اور محوری موضوع ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا تذکار مبارک ہے۔ قول مولینا الطاف حسین حالؔی:

؎ نیا ہے لیجئے جب نام اُن کا
بڑی وسعت ہے میری داستاں میں

سو ہر عہد اور ہر زباں کے شاعروں نے اپنے نعت پاروں میں بڑی محبت، دلآویزی، عقیدت اور والہانہ پن سے اس مبارک تذکار کو جاری رکھا ہے۔

'خیالِ طیبہ' میں شامل نعتوں میں اس تذکار کے بیان کا نمایاں وصف سادگی و سلاست ہے۔ سید محمد ضیاؔ محی الدین گیلانی کی نعتیں سہل و سادہ انداز کی ہیں اور _____ 'ازل خیز د، بر دل ریزد' والی کیفیات سے عبارت ہیں۔ انہوں نے اپنی نعتوں میں جولب ولہجہ اختیار کیا ہے۔ وہ شاعر اور قاری کے درمیان یگانگت اور محبتوں کا پُل بناتا ہے۔ عام اور اوسط درجے کا قاری بھی ان نعتوں کی غنائی آہنگ سے متاثر ہوتا ہے اور صاحبانِ علم بھی اپنی ذہنی کیفیات کے مطابق ان سے محظوظ ہوتے ہیں۔ درج ذیل اشعار دیکھئے جن میں جذبوں کی دونوں سطحیں موجود ہیں۔ ان کی سادگی پہلی سماعت میں قاری کو فوری طور پر متاثر کرتی ہے جب کہ کچھ سوچ بچار کے بعد ان میں معنویت کی کچھ اور سطحیں بھی سامنے آتی ہیں۔ جولب ولہجہ کی سادگی کے ساتھ ان اشعار کی بلاغت کو بھی نمایاں کرتی ہیں

دل مسلسل جو روشنی میں ہے
ایسے لگتا ہے اس گلی میں ہے

؎ لا ہے سدا آ کے اپنوں کی صورت
ہر اپنا پرایا نبیؐ کے نگر میں

؎ میرے گھر میں ہے میلاد اُن کا
رحمتوں نے مرا گھر چُنا ہے

؎ دم بدم ان پہ بھیجوں درود
سب کہو مِل کے صلِّ علیٰ

؎ سب کے ہیں محبوب
سب کے ہیں دلدار

ضیاؔ گیلانی کی نعتوں کا ایک اور وصف اُن کی زمینوں کی تازہ کاری ہے۔ اگرچہ اُن کی کچھ نعتیں عام، سادہ اور معاصر اُردو نعت میں ملنے والی زمینوں میں ہیں۔ مگر خیالِ طیبہ میں کئی جگھوں پر زمینوں کے نئے پَن نے اُن کی نعت گوئی کے امکانات کو اُبھارا ہے۔ اُنھوں نے اُن نعتوں میں ایک ایسی تخلیقی فضا تیار کی ہے جو قابلِ ستائش ہے۔ اہلِ فن جانتے ہیں کہ غزل کی طرح نعت میں بھی ندرت اور تازگی اُس لب ولہجہ کی ندرت اور تازگی سے پیدا ہوتی ہے جو نعت کی زمین سے جُڑا ہُوا ہوتا ہے۔ اگر آپ کسی مستعمل اور کثرت سے اختیار کی گئی زمین میں نعت کہیں گے تو اس میں تازہ کاری کے امکانات کم سے کم نظر آئیں گے کیونکہ سابقہ شاعروں کے زیرِ استعمال آنے سے اُس میں ندرت اور نئے پن کی گنجائش معدوم سے معدوم تر ہوگئی ہوگی۔ لیکن اگر آپ

نے اپنے نعتیہ افکار کے اظہار کے لئے کسی نئی زمین کی تخلیق کی ہے تو اُس میں امکانات کی فراوانی آپ کے سامنے مضامین و موضوعات کی رنگارنگی اور تنوع کی کئی نئی صورتیں لے آئے گی۔ اگرچہ کسی کتاب کے دیباچے میں اس موضوع کی تفصیل میں جانا کچھ مناسب نہیں (یہ موضوع ایک جدا گانہ علمی و تحقیقی مقالے کا متقاضی ہے) پھر بھی میں اس بات کو ایک مثال سے واضح کرتا ہوں۔ نعت کی ایک معروف زمین ہے:

میں یہاں ہوں، مرا دِل مدینے میں ہے

اس زمین میں نعت میں "مدینے میں ہے" کی ردیف کے ساتھ دِل، ساحل، کامل وغیرہ کے قوافی مختلف شاعروں کے ہاں استعمال ہوتے رہنے کے ساتھ اس میں تازہ کاری اور مضمون آفرینی کے امکانات وقت کے ساتھ ساتھ کم سے کم ہوتے جا رہے ہیں اور جب بہت سارے شاعر اس زمین میں نعت کہیں گے تو مضامین و موضوعات کی تکرار کا ہونا فطری بات ہے۔ اگرچہ ایک بڑا تخلیق کار پُرانی اور مستعمل زمینوں میں بھی اپنی جدّتِ طبع سے دلآویزی پیدا کر سکتا ہے مگر وہ بھی کم کم اور بہت آورد نما محنت و ریاضت کے ساتھ ______ جب کہ تازہ زمینوں میں تازہ مضامین از خود چلے آتے ہیں اور زمین کی تازگی ہی ندرت آور ہوتی ہے۔

گیلانی نے بھی اس زمین میں بھی تازہ آوری کی کامیاب کوشش کی ہے۔ جو اُن کی مہارتِ فن کی عکاس ہے ______ لیکن جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے۔ گیلانی کی اکثر نعتیں نئی اور نسبتاً تازہ زمینوں میں ہیں۔ ایسی نعتوں میں سے چند کے مطلعے ملاحظہ فرمائیے:

سب سے نرالی خاکِ مدینہ
سب سے عالی خاکِ مدینہ

اُن کے کرم سے اُن کی عطا سے ہے روشنی
ذرّوں میں بھی حبیبِ خدا سے ہے روشنی

ایک مدت سے ہے یہ طلب یا نبیؐ
تیرے دَر پر میں پہنچوں گا کب یا نبیؐ؟

قرطاس کو ہے نعت کے عنوان کی نسبت
سچ پوچھو تو بخشش کے ہے سامان کی نسبت

مانگ لو قلب کی روشنی مانگ لو
اُن کی چوکھٹ کی بس حاضری مانگ لو

مرے نصیب کو اوجِ کمال کی نسبت
مجھے نصیب ہے اُس بے مثال کی نسبت

اس انداز کی کئی اور نعتیں ’خیالِ طیبہ‘ کا وہ منفرد اثاثہ ہیں جن سے ضیأ گیلانی کی نعت کے باب میں دلچسپی، ذوق اور محنت کا سراغ ملتا ہے۔ انہوں نے ان زمینوں میں خوبصورت نعتیہ شعر تخلیق کئے ہیں۔

آہنگ کے لحاظ سے بھی خیالِ طیبہ کا مطالعہ دلچسپ نتائج سامنے لاتا ہے۔ ان کی چند نعتیں بہت مختصر بحر میں ہیں۔ انہوں نے اِن میں بھی ایک مہارت کا ثبوت دیا ہے ان بحروں والی نعتوں میں بعض نعتیں غیر مردّف ہیں اور بض میں یک لفظی اور دو لفظی ردیفیں ہیں۔ اگر خیالِ طیبہ کا عروضی اعتبار سے جائزہ لیا جائے تو مختصر زمینوں والی نعتوں کی کئی فنی نزاکتیں قاری کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتیں۔ ان نعتوں میں الفاظ کا استعمال۔ لب ولہجہ کی نغمگی، بحروں کا آہنگ اور غنا ئیت لائقِ تحسین ہے۔ ان بحروں کو نعت کے لئے کم شاعروں نے استعمال کیا ہے۔

بحیثیت مجموعی سید محمد ضیأ الدین گیلانی کا نعتیہ مجموعہ ’خیالِ طیبہ‘ معاصر اُردو نعت میں ایک خوشگوار اضافہ ہے نعت گوئی ضیا گیلانی کے لئے وہ با اعتبار اور باوقار ہنر ہے، جس کی سرمدی فضاؤں میں وہ مصروفِ نعت گوئی ہیں۔ اُن کا شعر ہے

دِل مسلسل جو روشنی میں ہے
ایسا لگتا ہے اُس گلی میں ہے

بحمداللہ اُن کے وجدان کو نعت گوئی کے نورانی ثمرات حاصل ہیں۔ انہیں دوسرے مدحت نگاروں کی طرح اپنی نعت گوئی پر فخر ہے۔ اُن کے بقول:

صدفخر کہ شامل ہوں میں مدح نگاروں میں

وہ معاصر نعت کاران کی صف میں اپنی شمولیت پر فخر کرتے ہیں اور نعت سے اُن کی یہی نسبت اُن کے فن کا سب سے بڑا اشرف ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اُنہیں نعت کے باب میں مزید توفیقات سے نوازے۔ آمین! آخر میں گیلانی صاحب اور اُن کے مجموعے کے حوالے سے دو رباعیاں:

حُب زاد ، ثنا نما ، جمالِ طیبہ
کیا نعت سرشت ہے جلالِ طیبہ
مبروک ، تجھے ضیاؔ محیؔ الدیں ہو
یہ نعت کا ارمغاں ‘خیالِ طیبہ’

اللہ ، تُجھے عطا ، کرے اُلفت اور
دے نعت ، میں وہ تجھے صلاحیت اور
اِس ذوق ، کی حُب بھری ، دلآویزی سے
مضبوط ، ہو دین سے ، تری نسبت اور

◆……◆……◆……◆

قمر حجازی کی نعتیہ شاعری

قمر حجازی اردو اور پنجابی کے معروف شاعر ہیں انہوں نے اپنی کئی دہائیاں شعر و ادب کی وابستگی میں گزاریں اوکاڑہ اور نواح کی ادبی تاریخ، شخصیات، میلانات اور وہاں شائع ہونے والی کتابوں کے ناظر اور شاہد ہیں انہوں نے پنجابی کی کئی صنفوں میں بھی قابلِ ذکر طبع آزمائی کی انہوں نے منفرد اسلوب میں کئی قصے، مختصر کتابچے اور یک کتابی پمفلٹ بھی تحریر کئے ان کے مزاج کی شگفتگی ان کی شاعری میں بھی جھلکتی ہے۔ سی حرفی ۱۹۹۳ء، داستان ہیر رانجھا ۲۰۰۰، گھڑولی ۲۰۰۴، قصّہ درد بچھال ۲۰۰۵، کبت ۲۰۰۷، تانگھاں یار دیاں (ماہئیے) ۲۰۰۸، مہکتے ماہیئے (اردو) ہائیکو باہو رنگ چوبرگے ۲۰۱۶، باراں ماہ قمر ۲۰۱۶ء، قمر دے چھند ۲۰۱۶، حال دلے دا (غیر منقوط غزلیں) ۲۰۱۷، قمر دی جگنی ۲۰۱۷، محبت نظم، مثنوی نظر نامہ، وصیت نامہ منظوم ۲۰۱۸۔ ان کی قادر الکلامی اور ہمہ جہت صنفی محبت کے ترجمان کتابچے ہیں اِس فہرست کو یہاں دہرانے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ انہوں نے ہمارے عام شاعروں کی طرح غزل، نعت اور نظم کے علاوہ مختلف اُردو پنجابی اصنافِ سخن میں بھی کامیاب طبع آزمائی کی ہے اور بعض ایسی کلاسیکی، شعری اصناف (جن کا چلن آجکل کم ہو گیا ہے) کی طرف بھی توجہ دی ہے مثلاً سی حرفی، گھڑولی، جگنی، چھند، ماہیئے، چوبرگے اور باراں ماہ وغیرہ۔

شگفتگی کے ساتھ قمر حجازی کی شاعری کا دوسرا نمایاں پہلو ان کی نظموں کا اخلاقی پہلو ہے جس کے ڈانڈے مذہب کے ساتھ ملے ہوئے ہیں ان کی مثنوی نظر نامہ کا موضوعاتی تار و پود قرآن کریم کی آیات اور احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات ہی سے لیا گیا ہے

۔ اسلامی پاکٹ بک، ماہ طیبہ، ہمارے نبیؐ، شان صحابہ، دین تے تصوف، مطالعہ سیرت تے قومی شاعری قمر حجازی کی دوسری تصانیف ہیں جن کے ڈانڈے، مذہب، سیرت اور نعت سے ملتے ہیں۔ مہکتے ماہیئے قمر حجازی کا مختصر سا کتابچہ (مطبوعہ جون 2016) ماہیوں پر مشتمل ہے اس کتابچے سے کچھ نعت آثار ماہیئے دیکھئے۔

کتنی اچھی نعتیں ہیں
سیپارے کی آیت میں
سب تیری ہی باتیں ہیں

O

ہاتھوں میں گلدستے ہیں
جاتے ہیں جو جنت کو
تیرے گھر کے رستے ہیں

O

رحمت کا افسانہ ہے
ماہی پاک محمدؐ تو
عظمت کا پیمانہ ہے

O

منظر عالی شان آئے
تیرا درشن کر کے ہی
میری جان میں جان آئے

O

میرے ہتھ ماہیؐ دی مالا اے
میرا ماہی کملی والا ہے
میں اوہدی گھڑولی بھرنی آں
پئی ماہی ماہی کرنی آں

قمر حجازی کی تازہ تصنیف ان کا نعتیہ مجموعہ ہے جیسا کہ باذوق حضرات جانتے ہیں کہ گزشتہ قریباً نصف صدی سے اردو اور پاکستان کی دوسری زبانوں میں نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رجحان بڑھا ہے اِس دوران میں سینکڑوں نعتیہ مجموعے شائع ہوئے اور مسلسل ہو رہے ہیں۔ اردو شاعری کے کسی دور اور دبستان میں تخلیق و اشاعتِ نعت کی رفتار ایسی نظر نہیں آتی جیسے اِس زمانے میں ہے مقام مسرت ہے کہ قمر حجازی کا نعتیہ مجموعہ بھی آج کے نعتیہ منظر نامے کا حصہ بن رہا ہے۔

قمر حجازی کی نعت کا نمایاں وصف اُن کا سادہ اور عام فہم اسلوب ہے نعت کے کئی انداز ہیں علمی نعت، صوفیانہ اور معرفت اسلوب نعت_ علمی انداز کی نعت، سیرتی مضامین و موضوعات کا تحقیقی انداز رکھتی ہے اس میں قرآن مجید اور احادیث رسول اکرمؐ کے مستند حوالوں سے استفادہ کیا جاتا ہے نعت گو کا رجحان عوام النّاس کی دلچسپی کے عناصر سے زیادہ واقعات کے بیان میں صحیح حوالوں کی فراہمی پر ہوتا ہے ایسا نعت نگار قرآن کریم کی آیات سے اپنی نعت کی تزئین کرتا ہے اور سیرتی اور معجزاتی واقعات میں محتاط ہونے کے ساتھ زیادہ بلیغ زبان استعمال کرتا ہے یعنی زبان و بیان میں علمی انداز ملحوظ رکھتا ہے۔ قمر حجازی نے اپنی نعت کی فضا کو عام لب ولہجہ کے قریب رکھا ہے ان کی نعتوں کے یہ مطلعے دیکھئے۔

؎ خالق دا شہکار نبیؐ اے
رب سوہنے دا یار نبیؐ اے

؎ جنت جیہے حالات مدینے
وگڑی بن دی بات مدینے

؎ سجناں دا دلدار محمدؐ
من موہنا، من ٹھار محمدؐ

؎ جند ہووے خوش حال مدینے
جاواں ایسے سال مدینے

اِن نعتوں کی دلاویزی کا سبب اُن کا وہ لب ولہجہ ہے جو ہماری شاعری خصوصاً پنجابی شاعری کا سب سے رواں، مانوس، عام فہم اور پُر تاثیر لب ولہجہ ہے۔ فعلن ____ جس کا مرکزی رکن ہے اس کی تکرار چار، چھ، آٹھ بار سے پنجابی شاعری کا نمایاں حصہ تخلیق ہوا ہے۔ کہنے، سننے، یاد رکھنے اور دہرانے میں اس آہنگ کا اپنا ایک مقام ہے جو نہ صرف رواں دواں غنائی اسلوب کا حامل ہے بلکہ تاثیر افزا بھی ہے یہ آہنگ اتنا سادہ اور موثر ہے کہ تراکیب کا تکلف بھی برداشت نہیں کرتا اس میں ترکیب بھی فکِ اضافت کے ساتھ بھلی لگتی ہے یعنی دریائے دل کو بجائے دل دریا اور کاغذِ دل کی بجائے دل کاغذ وغیرہ۔

قمر حجازی نے ایسی نعتوں میں قوافی کا بھرپور فائدہ اٹھایا ہے نبیؐ اے، مدینے، محمدؐ دے' شہکار' یار' سردار وغیرہ حالات، بات، برسات اور دلدار، منٹھار، زردار کے قوافی کے ساتھ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ صرف سیرتی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے بلکہ احادیث نبوی کے مفاہیم اور شمائل نبویؐ کی نشاندہی بھی کی ہے یوں نعت کے مرکزی موضوع وصف، تعریف اور مدح کے بیان میں آپؐ کی ذاتِ طیبہ، اسمائے حسنہ، اخلاقِ عالیہ اور اوصافِ حمیدہ کا اظہار بھی اختصار سے کیا ہے مثلاً درج ذیل اشعار دیکھئے۔

؎ جبرائیل اے عاجز ہویا
جاندا سدرہ پار نبیؐ اے

؎ اصحابِ صفّہ توں پچھو
بولے جو کلمات نبی اے

؎ اقصیٰ آپ گواہی دیوے
نبیاں دا سردار محمدؐ

ان اشعار میں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان معروف واقعات و مقامات کی نشاندہی ہے جن سے امتِ مسلمہ بخوبی واقف ہے’از دل خیزد بردل ریزد‘ کے مصداق ان سادہ نعتوں کا اثر قاری اور سامع پر بھی فوری ہو جاتا ہے اور وہ قمرحجازی کی سادگی سے حظ اٹھاتا ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم کی ردیف میں سینکڑوں شاعروں نے نعتیں لکھیں، غزل، مثلث، مربع اور مسدس کی ہیت میں ــــــ قمرحجازی نے بھی تین تین مصرعوں کے ساتھ چوتھے مصرع میں صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹیپ کے مصرعے کی طرح باندھا ہے یہ بند دیکھئے۔

؎ ناز کریندا اس تے آدمؑ
رکھدا اوہو شان معظم
صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ علیہ وسلم

پنجابی زبان کی صنف جگنی ایک منفرد صنف ہے جو اکثر دیہاتوں میں گا کر پڑھی جاتی ہے اس کا خاص وصف حالات حاضرہ کا بیان ہے جگنی ایک کردار ہے جو مختلف شہروں میں وقوع پذیر ہونے والے احوال اور معاشرتی تبدیلیوں کا بیان کرتی ہے اس کا ایک نمایاں موضوع سیاسی

جبر کی فضا میں امید کی جوت جگانا بھی ہے بقول قمر حجازی

> ''کیہ جگنی، جگنو دی تانیت اے جیہڑی جگنو نال رل کے ہنیرے دا
> سینہ چیر کے چمک دی علامت بن کے اکھاں دے ساہمنے آوندی اے جیہڑی
> سانوں ظلم، جبر، دہشت گردی تے مایوسی دے ماحول وچ امید دا استعارہ بن کے
> ایہہ پیغام دیندی اے، آخر اک دن ظلم دی دیوی دم توڑ دیندی اے تے روشنی
> دے آگو چارے پاسے ہریالی، خوشی تے ترقی دے جھنڈے گڈ دیندے نیں‘‘
>
> قمر حجازی صفحہ نمبر۲، قمر دی جگنی، اپریل ۲۰۱۷، اوکاڑا

اسی طرح پنجابی کی دوسری شعری صنفیں جن میں غزل وغیرہ شامل ہیں، سیاسی شعور کی بھر پور نمائندگی کرتی ہیں۔

پنجابی شاعری میں سیاسی شعور کی بات عصرِ حاضر کی عطا نہیں پنجابی شاعری کے آغاز ہی سے روحانی جذبات و افکار کے ساتھ ساتھ عشرہ بہ عشرہ اور صدی بہ صدی سماجی و معاشرتی واقعات کے ساتھ سیاسی میلانات اور رجحانات بھی ہماری شاعری کا حصہ بنتے گئے ہیں۔ قمر حجازی نے اپنی دوسروں کتابوں کی طرح جہاں عصری شعور کا اظہار کیا ہے وہاں اپنی ذات اور کردار کے بنیادی مآخذ یعنی اسلامی تلمیحات کو بھی ملحوظ رکھا ہے ان کی دوسری کتابوں کی برح ان کی اردو اور پنجابیہ شاعری میں ایمانیات کی ایک زیریں لہر ساتھ ساتھ چلتی ہے اس کا بھرپور اظہار زیرِ نظر نعتیہ مجموعے میں ہوا ہیں۔ اُن کی نعتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے محبت کے ساتھ ساتھ اُن کے سیرت و کردار کے دوسرے متعلقات کا بیان بھی ایک شائستہ قرینے سے ہوا ہے۔ مدینہ شریف کا ذکر، وہاں حاضری کی تمنا، وہاں سے دور ہونے کا احساس، آپ کے اصحاب اور اہلِ بیت سے محبت نعت کے لوازمات میں شامل ہیں۔ قمر حجازی سے اپنی نعتوں میں ان مضامین و موضوعات کا کثرت سے ذکر کیا ہے۔

مَیں قمر حاجزی کی اس نعتیہ کتاب پر انہیں مبارکباد دیتا ہوں اللہ نعت کے باب میں ان کی سعی جمیلہ کو مشکور فرمائیں۔ (آمین) مَیں اپنے تاثرات کا اختتام اِس رباعی پر کرتا ہوں۔

مبروک! ثنا میں سرفرازی تیری
اشعار میں کیف و دلگدازی تیری
شاہِ طیّبہؐ کی نسبت سے پُر کیف
ہے نعت کی لَے، قمر حجازی تیری

◆……◆……◆……◆

مدحتِ آقا کے پھول: اعظم سہیل ہارون

’مدحتِ آقا کے پھول‘ اعظم سہیل ہارون کا تازہ نعتیہ مجموعہ ہے اردو نعت کے معاصر منظر نامے میں جو شاعر اپنی اپنی عقیدت کے رنگ بھر رہے ہیں ان میں اعظم بھی پورے اعتماد سے شامل ہیں۔ کاروانِ نعت میں ان کی شمولیت خوش آئند ہے۔ ’مدحت آقا کے پھول‘ نامی کتاب سے پہلے بھی اُن کے نعتیہ مجموعے چھپ چکے ہیں ان کی نعت اپنی اساس میں اُس سادگی اور سلاست سے تعلق رکھتی ہے جس کا اظہار ہر دَور میں عام رہا ہے دراصل نعت کا مرکزی، معروف اور قبول عام کی سند رکھنے والا یہی لب ولہجہ ہے جس نے نعت کی روایت کو نہ صرف معروف کیا بلکہ اسے ایک قابل قبول حیثیت بھی دی نعت کا یہ روّیہ اپنے فکری وفنّی اظہار میں عامۃ الناس کی عقیدت ومحبت کی ترجمانی کرتا ہے۔ نعت کی منزلِ اوّلین یہی عقیدت ومحبت اور شیفتگی ہے جو ہم اپنے نبی محترم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رکھتے ہیں اس جذبہ کے سراغ اور تلاش میں ہمیں بہت دور نہیں جانا پڑتا بقول حفیظ جالندھری:

محمد کی محبت دینِ حق کی شرط اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نا مکمل ہے

اعظم سہیل ہارون کی نعت گوئی کا نمایاں وصف بھی سادگی نژاد پیرائے میں اسی محبت کا اظہار ہے ان کا لب ولہجہ سلیس اور پُر تاثیر ہے ان کے یہ شعر دیکھئے ان میں سادگی کی کم وبیش وہ تمام شکلیں مل جائیں گی جن سے سادہ نگاری عبارت ہے یعنی لفظوں کی سادگی‘ لب ولہجہ کی سادگی، بحروں کی سادگی ___ اور سب سے بڑھ کر بہ حیثیت مجموعی اظہار کی سادگی جو ہر چھوٹے بڑے کو

متاثر کرتی ہے۔

ہے قرآن میں رب نے ہم کو بتایا
نبیؐ کی اطاعت ہے رب کی اطاعت

راستہ جو ہے کامیابی کا
آپؐ کے نقشِ پا سے ملتا ہے

اس جہاں میں سکون ہر دل کا
ذکرِ خیر الوریٰؐ سے ملتا ہے

جب کرم ہو جائے گا سرکارؐ کا
پھر مدینے حاضری ہو جائے گی

گر مِلے مٹی جو طیبہ کی سہیلؔ
مجھ کو حاصل سروری ہو جائے گی

لَو لگائی جو آپؐ کے دَر سے
ٹل گئیں پھر بلائیں سب سر سے

طلب ہر گھڑی ہے نبیؐ کی عطا کی
کرو بات آقاؐ کے جود و سخا کی

وہ انوار کی کہکشاں ہیں محمدؐ
امیں ہیں محمدؐ، اماں ہیں محمدؐ

دُور دل سے مرے تیرگی ہو گئی
''ذکر اُن کا کِیا' روشنی ہو گئی''

آپؐ جیسی رہبری ممکن نہیں
آپؐ کے بِن زندگی ممکن نہیں

آؤ آؤ چلو ' سب مدینے چلیں
دَر کھُلا ہے نبیؐ کا عطا کے لیے

واضح رہے کہ سادہ نگاری اظہار کا ایک مقبول وصف ہے خصوصاً عقیدت نگاری میں اس اسلوب اظہار کی بہت ضرورت ہے شاعر جو کہنا چاہتا ہے وہ کسی تصنع اور بناوٹ کے بغیر سامع یا قاری کے ذہن تک پہنچ جاتا ہے بعض اوقات ہم لوگ اپنی فطرت کے برعکس اظہار کو زیادہ بلیغ بنانے کے لئے مشکل الفاظ وتراکیب کا سہارا لیتے ہیں تو اکثر اظہارِ ولا کی ہماری کوشش الفاظ کی دَروبست ہی میں دم توڑ دیتی ہے اسلوب جیسا بھی ہو آدمی کے مطالعے، مشاہدے اور مشق و مہارت کے بعد بنتا ہے لکھنے والے کو اپنے فطری اسلوب ہی میں اپنے قاری سے کلام کرنا چاہیئے اعظم کی نعت گوئی بعینہٖ اُن کے فطری اسلوب میں اظہار پذیر ہوئی ہے انہوں نے قرآن کریم کی بعض آیات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض احادیث کے مضامین کو اپنی نعت کا حصہ بنایا ہے اسی طرح سیرت وکردار کے پہلوؤں کو انتہائی سادگی سے بیان کیا ہے ایسی سادگی جو سہل ممتنع کے قریب ہے اور جس سے کی گئی شاعری کے مصرعوں میں ضرب المثل بننے کی گنجائش اور کیفیت موجود

ہے ان کی نعتوں کے یہ اشعار دیکھئے

پہچان لیں گے حشر میں مجھ کو رسولِ پاکؐ
جنت ٹھکانہ ہو گا مرا نعت کے طفیل

اپنی آنکھوں کے چمن میں رات دن
گنبدِ خضریٰ بسانا چاہیے

لحد میں فرشتے جو پوچھیں گے مجھ سے
کہوں گا مرے پاس نعتِ نبیؐ ہے

نعت لکھتا رہا میں نبیؐ کی سدا
زندگی میری اعظم سنورتی رہی

یہ استاد نے مجھ کو تعلیم دی ہے
فقط نعت آقاؐ کی اعظم لِکھا کر

گنبدِ خضریٰ کی خوشبو کا پتہ
مجھ کو طیبہ کی فضا سے مِل گیا

آپؐ پر یا نبیؐ درود و سلام
آئی آواز ایک پتھر سے

اعظم سہیل کی نعت میں منقبت اہل بیت اور مدح صحابہ کے عناصر بھی موجود ہیں انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و شیفتگی کے ساتھ اہلِ بیت اطہار، صحابہ کرام اور نعت گو شاعروں خصوصاً حضرت حسانؓ اور اعلیٰ حضرت امام رضا کا خصوصی ذکر کیا ہے۔ ان کے یہ اشعار دیکھئے:

جو ہم نعتیہ شاعری کر رہے ہیں
تو حسّانؓ کی پیروی کر رہے ہیں

حضرت فاروقؓ سے مہکا ہوا
ساری دنیا میں عدالت کا چمن

حضرت صدیقؓ کی جب بات کی
ہو گیا زندہ صداقت کا چمن

حضرتِ عثمانؓ کی چاہت کے سبب
کھِلنے لگتا ہے سخاوت کا چمن

ترا سر اُٹھے گا، مِلے گی بلندی
نبیؐ کے تُو پیاروں سے اُلفت کِیا کر

مِلا ہے سکوں میرے دل کو یقیناً
غمِ ابنِ حیدرؓ میں آنسو بہا کر

نبیؐ کے دیں کو بچا لِیا ہے
حسینؑ! تیرا یہ حوصلہ ہے

رب کا کرم ہُوا ہے، کروں ذکرِ پنجتن
کھِلتی ہے ان کے نام سے دل کی جو ہر کلی

بسا لی جو سینے میں حیدرؑ کی خوشبو
لگا جیسے پا لی ہے رہبر کی خوشبو

مہکنے لگی خاکِ کربل بھی تب سے
مِلی اِس لو جب خوانِ اصغرؑ کی خوشبو

دُعا ہے کہ اعظم مری ماں بہن کو
مِلے فاطمہؓ بی کی چادر کی خوشبو

ہے ابو بکرؓ و عمرؓ کی قربتیں صد مرحبا
جن کے مرقد ہیں حبیبِ کبریاؐ کے آس پاس

اِس جہاں میں جب ظہورِ حق نما ہونے لگا
نور کی برسات تھی بس آمنہؓ کے آس پاس

سر کٹاؤں گا دینِ احمدؐ پر
حوصلہ مِل گیا بہتر(۷۲) سے

نُور سے اُن کو رب نے بنایا سہیلؔ
بزمِ کونین کی ابتداء کے لیے

اعظم سہیل ے نعت نگاروں کے ذکر سے بھی اپنی نعت کو چمکایا ہے عہد رسالت مآب کے شاعر حضرت حسان بن ثابت سے گزشتہ صدی کے اہم نعت نگار احمد رضا خاں تک کا ذکر عقیدت سے کیا ہے نعت کے موضوع کو باقاعدہ ایک شعری صنف کا درجہ دینے والے نعت نگاروں سے اعظم کا اظہار عقیدت سرسری نہیں محبت آمیز ہے ان کے یہ شعر دیکھئے:

ہر وقت لکھ رہا ہوں میں آقاؐ کی نعتِ پاک
دل میں ہے جاں گزین جو احمد رضاؒ کا نُور

گر چاہتا ہے نعت کے اشعار میں نکھار
احمد رضاؒ کی پڑھ کے ذرا شاعری کو دیکھ
فیضان بٹ رہا ہے عطائے رسولؐ سے
اجمیر میں تُو روضۂ ہندالولیؒ کو دیکھ

نعت لکھنے کا ہر ہنر اعظم
مجھ کو احمد رضاؒ سے ملتا ہے

پڑھو اعلیٰ حضرتؒ کے اشعار دل سے
اگر ہے تمہیں شاعری کی ضرورت

بہ حیثیت مجموعی ’مدحت آقا کے پھول‘ اعظم سہیل کی نعت نگاروں میں ایک خوشگوار اضافہ ہے انہوں نے اپنی سادہ نگاری میں بھی خوبصورت اور پُر تاثیر نعتیہ شعر نکالے ہیں ان کے درج ذیل شعر دیکھئے جوان کی سابقہ نعت گوئی میں اضافے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

لفظوں میں ڈھالتا ہی رہوں نعت میں سدا
لکھتا رہوں میں نعت تری، یہ کمال دیں

چاروں طرف فضاؤں میں اِک کیفِ سرمدی
میلادِ پاک کے ہے مہینے میں دوستو

اُڑتا ہے وہ جو گنبدِ خضریٰ کے آس پاس
مجھ کو وہ پیارا پیارا کبوتر عزیز ہے

اِس جہاں میں بھی شجاعت کا ہنر
مجھ کو تو شیرِ خدا سے مِل گیا

طیبہ کی اِس بہانے سے آؤں گلی کو دیکھ
لکھتا ہوں اُنؐ کی نعت میں، خوش قسمتی کو دیکھ

’’موت آئے روضۂ خیرالوریٰ کے آس پاس‘‘
اس لیے رہتا ہوں شہرِ مصطفیٰ کے آس پاس

اُنؐ کی الفت کا دِیا دل میں جلا رکھا ہے
اِس طرح خلد میں گھر اپنا بنا رکھا ہے

رنج و غم میں ہوں گھِرا ، شاہِ ہدیٰؐ امداد کُن
مصطفیٰؐ، خیرالوریٰؐ، صلِ علیٰ امداد کُن

جالیوں کے سامنے آنکھوں میں آنسو آ گئے
اور ہے پھیلا دیا دستِ دُعا امداد کُن

دھڑکن پکارتی ہے کہ سامانِ نعت ہے
مہکا ہُوا جو دل میں گلستانِ نعت ہے

نعت کی صنف سے اعظم کی وابستگی لائق تحسین ہے اللہ ان کے اس ارمغان عقیدت و محبت کو قبول فرمائے۔ ’مدحتِ آقا کے پھول‘ محمد اعظم سہیل کے نعتیہ اثاثے میں ایک ثروت مند اضافہ ہے انہوں نے حبّ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک جذبے کو اپنی سادہ بیانی سے عوام وخواص سب کے لیے قابل قبول بنا دیا ہے شعری زمینوں کی سادگی سے خیالات وافکار کے اظہار تک میں ان کی سلاست پسندی اور سادہ کاری نے بڑے خوبصورت شعر تخلیق کیے۔

مَیں اپنے تاثرات اس رباعی پر ختم کرتا ہوں۔

سرکارؐ کی نعت کے‘ ارادت کے پھول
یہ پھول ہیں اصل میں عقیدت کے پھول
دیکھ اعظم کس عجز کس محبت کے ساتھ
لایا ہے ’آقا کی مدحت کے پھول!

◆......◆......◆......◆

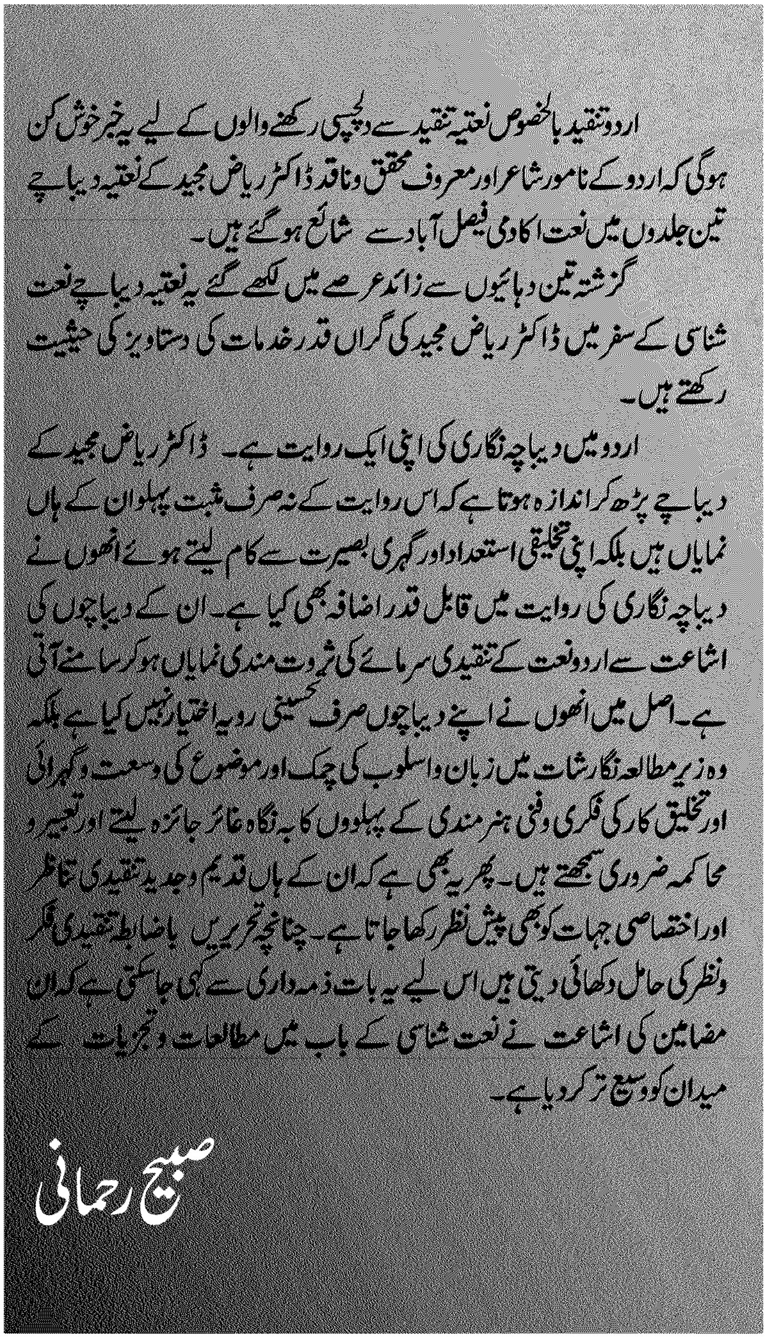

اردو تنقید بالخصوص نعتیہ تنقید سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ خبر خوش کن ہوگی کہ اردو کے نامور شاعر اور معروف محقق و ناقد ڈاکٹر ریاض مجید کے نعتیہ دیباچے تین جلدوں میں نعت اکادمی فیصل آباد سے شائع ہوگئے ہیں۔

گزشتہ تین دہائیوں سے زائد عرصے میں لکھے گئے یہ نعتیہ دیباچے نعت شناسی کے سفر میں ڈاکٹر ریاض مجید کی گراں قدر خدمات کی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اردو میں دیباچہ نگاری کی اپنی ایک روایت ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید کے دیباچے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس روایت کے نہ صرف مثبت پہلو ان کے ہاں نمایاں ہیں بلکہ اپنی تخلیقی استعداد اور گہری بصیرت سے کام لیتے ہوئے انھوں نے دیباچہ نگاری کی روایت میں قابل قدر اضافہ بھی کیا ہے۔ ان کے دیباچوں کی اشاعت سے اردو نعت کے تنقیدی سرمائے کی ثروت مندی نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے۔ اصل میں انھوں نے اپنے دیباچوں صرف تحسینی رویہ اختیار نہیں کیا ہے بلکہ وہ زیر مطالعہ نگارشات میں زبان و اسلوب کی چمک اور موضوع کی وسعت و گہرائی اور تخلیق کار کی فکری و فنی ہنر مندی کے پہلوؤں کا بہ نگاہ غائر جائزہ لیتے اور تعبیر و محاکمہ ضروری سمجھتے ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ ان کے ہاں قدیم و جدید تنقیدی تناظر اور اختصاصی جہات کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ تحریریں باضابطہ تنقیدی فکر و نظر کی حامل دکھائی دیتی ہیں اس لیے یہ بات ذمہ داری سے کہی جا سکتی ہے کہ ان مضامین کی اشاعت نے نعت شناسی کے باب میں مطالعات و تجزیات کے میدان کو وسیع تر کر دیا ہے۔

صبیح رحمانی